شرح

العقیدۃ الطحاویۃ

اُردو زبان میں عقیدۃ الطحاویۃ کی پہلی بے نظیر شرح، مکمل ترجمہ، تشریح
اور حل لغات کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے عقائد کو
قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ مزین کیا گیا

جناب مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ ومعین مفتی جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی پاکستان فون: 2631861

شرح

العقيدة الطحاوية

اردو زبان میں عقیدۃ الطحاویۃ کی پہلی بے نظیر شرح، مکمل ترجمہ، تشریح
اور حل لغات کے ساتھ ساتھ اہل سنت والجماعت کے عقائد کو
قرآن وحدیث کے دلائل کے ساتھ مزین کیا گیا

جناب مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب
استاذ ومعین مفتی جامعۃ الرشید کراچی

دار الاشاعت
اردو بازار ایم اے جناح روڈ
کراچی پاکستان 2213768

فہرست مضامین

مصنف کا مختصر تعارف

ابتدائی تعارف:

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احسان اللہ شائق صاحب اطال اللہ بقاءہ یکم شوال ۱۳۸۳ھ بمطابق 1963ء میں پیدا ہوئے، قرآنِ کریم ناظرہ اور دینیات کی ابتدائی کتابیں اپنے والد ماجد الحاج مولانا شائق احمد رحمہ اللہ فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور کے پاس پڑھیں، 1977ء میں جامعہ فاروقیہ کراچی مُیں داخلہ لے کر باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا، یہاں پر ایک ہی سال میں اعدادیہ اور درجہ اولیٰ کی تمام کتابیں پڑھیں، یہاں پر حضرت مولانا محمد یوسف افشانی صاحب زیدہ مجدہ سے خصوصی تعلق رہا، درجۂ ثانیہ کی کتابیں مدرسہ مدینۃ العلوم شمالی ناظم آباد میں پڑھنے کے بعد 1980ء میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ لیا، یہاں درجہ ثالثہ سے موقوف علیہ تک کی تمام کتابیں پڑھیں۔ اس دوران حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن کاملپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمہ اللہ اور مفتی عبد السلام چاٹگامی دامت برکاتہم سے خصوصی تعلق رہا، اس دوران حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ سے خصوصی تعلق پیدا ہو گیا تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ سے اصلاحی تعلق کے علاوہ تلمذ کا شرف بھی حاصل رہا، جس سے فقہ میں خاص مناسبت پیدا ہوئی، پھر اپنے شیخ ہی کے مشورہ سے دورۂ حدیث کے لئے جامعہ دار العلوم کراچی میں داخلہ لیا اور 1986ء میں ممتاز نمبروں کے ساتھ سندِ فراغت حاصل کی، اس کے بعد جامعہ دار العلوم کراچی ہی سے تخصص فی الافتاء کیا، اس دوران شیخ الحدیث حضرت مولانا سبحان محمود صاحب رحمہ اللہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم سے خاص تعلق رہا، نیز تخصص کے ساتھ سرکاری بورڈ میں امتحان دے کر میٹرک بھی

پاس کیا۔

زندگی کا دوسرا دور:

تخصص فی الفقہ سے فراغت کے بعد دو سال تک جامعہ اشرفیہ حقانیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، اس کے بعد 1990ء سے جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی میں تدریس اور افتاء کے منصب پر فائز ہوئے ۱۳سال تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے، اس دوران حضرت مفتی حبیب اللہ شیخ صاحب زید مجدہم کی نگرانی میں آٹھ سال تک افتاء کا کام سرانجام دیتے رہے، پھر پانچ سال تک دارالافتاء جامعہ حمادیہ کے مستقل ذمہ دار کی حیثیت سے فتوٰی کا کام کرتے رہے، ۱۴۲۳ھ بمطابق 2003ء سے تا حال، جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی میں درجہ علیا کی کتابوں کی تدریس کے ساتھ دارالافتاء سے بھی منسلک ہیں، اس طرح اب تک تین ہزار سے زائد فتاوٰی تحریر فرما چکے ہیں۔

تصنیفات:

حضرت استاذِ محترم تدریس وافتاء کے علاوہ ماشاءاللہ صاحبِ قلم بھی ہیں، سینکڑوں کی تعداد میں اصلاحی مضامین کے علاوہ اب تک چھوٹی بڑی 30 کتابیں بھی تصنیف فرما چکے ہیں، جن میں چند ایک یہ ہیں:

1- زادِ مسافر
2- سبق آموز واقعات
3- خواتین کی نماز کے احکام
4- خواتین کے جدید مسائل
5- اسلام کے پانچ بنیادی ارکان
6- گانا بجانا قرآن وحدیث کی روشنی میں
7- تصویر اور سی ڈی کے شرعی احکام
8- ڈاڑھی اور بالوں کے احکام
9- عطر ہدایہ کی تسہیل
10- حلال وحرام کے احکام
11- حیاۃ المسلمین کی تسہیل
12- شرح العقیدہ الطحاویہ
13- جدید معاملات کے شرعی احکام
14- تسہیل تعلیم الدین

15- لیل الصالحین

جامعہ حمادیہ میں قیام کے دوران ایک رسالہ بنام ''بچوں کی ابتدائی دینی تعلیمات'' لکھ کر اپنے پیر و مرشد حضرت فقیہ العصر مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں جمعہ کے دن پیش کیا۔ اگلے جمعہ کو حضرت رحمہ اللہ نے حلقۃ العلماء میں تبصرہ فرمایا: ''کہ انہوں نے ایک رسالہ مجھے دیا کچھ دن تک تو یہ رسالہ میرے سرہانے رکھا رہا، میں سوچتا تھا کہ یہ تو بچوں کے لیے ہے اور میں بچہ تو ہوں نہیں، اسے پڑھ کر کیا کروں گا، لیکن یوم الثلاثہ کے دن اسے اُٹھا کر پڑھا تو ماشاءاللہ بہت خوب۔ یہ تو بڑوں کے لیے ہونا چاہیے تھا۔''

پھر حضرت نے اس کا کچھ حصہ اہل مجلس کو خود پڑھ کر سنایا، اس کے بعد بہت سے مہتمم حضرات نے اسے اپنے اپنے مدرسوں کے مکاتب میں باقاعدہ داخل نصاب کرلیا۔

اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ استاذِ محترم کی حیات دراز فرمائیں، مزید خدماتِ دینیہ کے لیے قبول فرمائیں، خصوصاً اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں اور اُمت کے لیے نافع بنائیں۔ آمین

بندہ احمد افنان

استاذ جامعۃ الرشید، احسن آباد، کراچی

عرضِ مؤلف

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

فسبحان اللّٰه ما اعظم شانه بيده الملك . وهو على كل شيء قدير. لااله الا هو، ملك الحق، وهو بكل شيء عليم . حى لا يموت ابدا ابدا، قيوم مدبر السموات والارض . وهو العزيز الغفار . وصلى اللّٰه على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين .

امابعد: رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:

(۱) توحید ورسالت کا اقرار
(۲) نماز قائم کرنا
(۳) زکوۃ ادا کرنا
(٤) رمضان المبارک کے روزے رکھنا
(٥) حج کرنا

اسلام کی پانچ بنیادی باتوں میں عقائد کو زیادہ اہمیت حاصل ہے اور یہی مدارِ نجات ہے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تو آپ علیہ السلام کی صحبت کی برکت سے ایمان میں پختگی کا پیدا ہونا یقینی امر تھا اس لئے ہر صحابی پکے درجہ کے موحد تھے ان کے عقائد میں کسی قسم کا خلل یا تزلزل نہ تھا۔ صحابۂ کرام کا زمانہ اس طرح سلامتی کے ساتھ گذر گیا، اس کے بعد تابعین کے دور میں منافقین، یہود ونصاریٰ اور دیگر اقوام نے اسلامی عقائد میں رخنہ ڈالنے اور اسلام کے پختہ عقائد میں شک وشبہ پیدا کر کے اس کی بنیاد کو ہلانے کیلئے انتھک کوشش کی، اس کے لئے یونانی فلسفیوں کے باطل خیالات اور فاسد اوہام کو اسلامی لبادہ پہنا کر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا، جس سے شکوک وشبہات نے جنم لیا چونکہ اسلام اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے

اور قیامت تک کیلئے اس کا وجود برقرار رہنا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حفاظت اسلام کا بندوبست فرمایا کہ علماءِ حق متکلمین میدان میں آئے اور انہوں نے قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں باطل خیالات واوہام کی تردید کر کے اسلامی عقائد کو صاف اور منقح کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا تا کہ امت مسلمہ کیلیے ان عقائد کو اپنانا آسان ہو۔ انہی جلیل القدر علماء میں سے علامہ طحاوی حنفی بھی ہیں جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ عقائد کو ''العقیدۃ الطحاویہ'' کے نام سے جمع فرمایا۔ یہ مختصر سا ایک رسالہ ہے جو سالہا سال سے پوری دنیا میں اسلامی درسگاہوں کی زینت اور باقاعدہ داخل نصاب ہے، اس کی دسیوں شروحات لکھی گئیں ہیں، بعض مدارس اور یونیورسٹیوں میں اس رسالہ کی شروحات بھی باقاعدہ داخل نصاب ہیں۔ اسلامی عقائد کی تعلیم کیلئے پاک وہند کے دینی مدارس میں ایک عرصہ سے ''شرح عقائد نسفی'' داخل نصاب ہے۔ گذشتہ چند سالوں سے ''العقیدۃ الطحاویہ'' کو بھی باقاعدہ داخل نصاب کرلیا گیا ہے۔ اس پر لکھی گئی شروحات میں بعض تو بہت طویل ہیں، مبتدی طلبہ کیلیے اس سے مطلب اخذ کرنا دشوار ہے، اور بعض مغلق ہیں، جس کی بناء پر طلبہ کے ناقص فہم اصل حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر پاتے، نیز اس وجہ سے طلبہ عزیز الجھنوں کا شکار رہتے ہیں، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ تمام شروحات عربی زبان میں ہیں اور ان میں علم کلام کے بہت سے اصطلاحی الفاظ بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ اس لیے بندہ کا خیال ہوا کہ اردو زبان میں عام فہم انداز میں اس کی ایک مختصر آسان شرح لکھ دی جائے جس سے طلبہ عزیز آسانی کے ساتھ فائدہ حاصل کرسکیں اور علامہ طحاوی کا بیان کردہ عقائد کا مطلب اخذ کر کے اپنے عقائد کو پختہ اور مضبوط کرسکیں۔ اسی طرح پڑھانے والے اساتذہ کرام کے لیے بھی یہ شرح ان شاء اللہ معین ومددگار ثابت ہوگی۔ اس کے علاوہ دیگر علماء اور خطباء بھی اس سے استفادہ کر کے عوام الناس کی صحیح عقائد کی طرف رہنمائی کریں تو ان شاء اللہ عوام کے عقائد بھی درست ہونگے اس میں سلیس ترجمہ

حل لغات، عبارت کی پوری وضاحت اور قرآن وحدیث وفقہی عبارات کے ذریعہ ہر عقیدہ کو مدلل کیا گیا۔ مجھے اپنی علمی کوتاہیوں کا اعتراف ہے، کمال کا دعویٰ ہرگز نہیں یہ جو کچھ محنت ہے وہ میرے شیخ ومرشد ومربی فقیہ العصر حضرت مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے جنہوں نے بچپن سے ہی میری علمی وعملی ہر طرح کی تربیت فرمائی۔ اس لئے میں اپنی تصنیفات کو انہی کی طرف منسوب کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ میری تمام دینی کاوشوں کو حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کیلئے صدقہ جاریہ بنائے نیز میرے اور میرے والدین، اساتذۂ کرام اور تمام معاونین کے حق میں قبول فرما کر نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

دعاؤں کا طالب

احسان اللہ شائق عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس

جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی

۸/۱/۰۳۴۱ھ

علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی، ایچ، ڈی لندن کی ایک تحریر جو عقائد اسلام کے موضوع پر جامع تحریر ہے اس کو طلبۂ کرام کے استفادہ کیلیے بطور مقدمہ کتاب کے شامل کرلیا گیا ہے۔

دین اسلام میں عقائد کی اہمیت

دین اسلام میں عقائد واعمال اور اخلاق ومعاشرت خیالات اور ضروریات پر مبنی نہیں، یہ دین کی اپنی مستقل بنیادوں پر قائم ہیں۔ اعمال واخلاق میں تو کہیں کہیں وسعت کی راہیں بھی کھلی ہیں لیکن عقائد میں صحیح بات صرف ایک ہی ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ دونوں طرف کے متوازی عقائد درست تسلیم کرلئے جائیں، عقائد ایسی گرہیں ہیں جو ایک ہی جگہ لگتی ہیں اور ایک ہی جگہ کھلتی ہیں۔ عقائد کے اختلاف کو اصولی اختلاف کہا جاتا ہے اور اعمال کے اختلاف کو فروعی اختلاف کہتے ہیں۔

یہ بات اسلامی عقائد میں قطعی ہے کہ اللہ کے ہاں دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے، یہ نہیں ہوسکتا ہے کہ دوسرے سب ادیان بھی اپنی اپنی جگہ صحیح ہوں اور وہ بھی اپنے نظریات پر چل کر آخرت میں نجات پالیں۔ نجات حضور ﷺ پر ایمان لائے بغیر کسی کی نہ ہو پائے گی۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یمن بھیجا تو انہیں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے کہا۔ اگر وہ ادیان اپنی اپنی جگہ خود لائق نجات ہوتے تو انہیں دین اسلام کی دعوت دینے کی کیا ضرورت تھی۔

عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما ان رسول اللّٰہ ﷺ بعث معاذا الی الیمن فقال انك تأتی قوما اھل الکتاب فادعھم الی شھادۃ أن لا إلٰہ إلا اللّٰہ وان محمدا رسول اللّٰہ فان ھم اطاعوا لذلك فاعلم ان اللّٰہ فرض علیھم خمس صلوات فی الیوم واللیلة.

(متفق عليه ، مشكوة : ١/١٥٥)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کی طرف بھیجا تو انہیں فرمایا: "تم اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو، انہیں اس بات کی دعوت دیں کہ وہ شہادت دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ یہ بات مان لیں تو انہیں بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔"

امام طحاوی نے اپنے عقیدہ طحاویہ میں اسے یوں لکھا ہے:

" ودين الله في الارض والسماء واحد وهو دين الاسلام قال الله تعالىٰ ان الدين عند الله الاسلام ."

یہ چوتھی صدی کی آواز آپ نے سن لی، اس وقت پوری قلمرو اسلامی میں کسی نے اس سے ذرا بھی اختلاف نہیں کیا، اب اگلی صدی میں حافظ ابن حزم (۴۶۳ھ) سے سنئے:

" الاسلام دين واحد و كل دين سواه باطل ."

(المحلیٰ : ١/١٠٤)

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) نے اپنے دور میں اسے اس طرح پیش کیا:

" من لم يقر باطنا وظاهرا ان الله لايقبل دينا سوى الاسلام فليس بمسلم ." (فتاوىٰ ابن تيميه : ٢٧/٤٦٣)

ترجمہ: جس نے دل سے اور زبان سے اس بات کا اقرار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی دین ماسوائے اسلام لائق قبول نہیں، وہ (باوجود اقرار توحید و رسالت) مسلمان نہ مانا جائے گا۔

اس سے واضح ہوا کہ نظریہ وحدت ادیان کے قائلین باوجود اپنے دعویٰ اسلام کے خود مسلمان نہیں رہتے، اخروی نجات کے لئے رسالت محمدی کا اقرار ہر حال میں ضروری ہے۔

اب مسلمانوں میں پھیلنے والے اختلاف پر بھی ایک نظر کریں:

مسلمانوں میں عقائد کے اختلاف زمانہ تابعین میں چھوٹے اور معتزلہ، جہمیہ، قدریہ و جبریہ اور روافض و خوارج کی تحریکیں بڑے زور سے چلیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کوئی بھی ان میں سے کسی کے ساتھ نہیں گیا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر چلنے والے تابعین کہلائے، جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش قدم پر نہ چلے وہ تابعین نہیں سمجھے جاسکتے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نقش پا چھوڑنے والوں کو اہل بدعت کہا گیا ہے، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لائن پر چلنے والوں نے اہل السنۃ کا نام پایا۔ اس زمانے میں بس یہ دو ہی نام تھے:

۱- اہل سنت ۲- اہل بدعت

امام ابن سیرین (۱۱۰ھ) کا یہ جملہ اس عہد کا اس طرح پتہ دیتا ہے:

" فينظر الى اهل السنة فيوخذ حديثهم وينظر الى اهل البدعة فلا يوخذ حديثهم ." (صحيح مسلم : ١/ ١١١)

ترجمہ: سو اہل السنۃ رواۃ حدیث کو دیکھا جائے اور ان کی حدیث لے لی جائے اور اہل بدعت راویوں کو پہچانا جائے اور ان کی روایت کردہ احادیث نہ لی جائیں۔

معلوم ہوا کہ ان دنوں اصحاب الحدیث اور رواۃ حدیث بطور فرقہ اہل سنت ہی کہلاتے تھے، اہل حدیث فقط ان کا ایک علمی امتیاز تھا کہ یہ اس فن کے شناور ہیں، بطور فرقہ یہ کسی گروہ کا نام نہ تھا، آج کا اہل حدیث فرقہ اس زمانہ میں موجود نہ تھا۔ اہل السنۃ اور اہل بدعت ہی دو متقابل الفاظ ملتے تھے، ان دنوں اہل بدعت زیادہ تر بدعت فی العقائد کے مجرم تھے آج کے اہل بدعت، بدعت فی الاعمال سے پہچانے جاتے ہیں۔

یہ بات واضح ہے کہ اس پہلے دور میں اہل بدعت مختلف انواع میں سامنے آئے اور یہ سب مستقل فرقے بنے اور اہل السنہ سب ایک ہی رہے۔ ان میں گو کوئی فروعی اختلاف بھی رہے مگر عقائد میں یہ سب ایک ہی رہے اور انہوں نے اپنا صرف ایک ہی نام رکھا، یہ نام

ﷺ کے ہی پیرو ہیں۔ (گو عہد جدید کے اہل حدیث انہیں حضور اکرم ﷺ کا پیرو نہیں مانتے، امام ابوحنیفہ کا پیرو کہتے ہیں)

حدیث کے معنی مراد کے گرد فقہاء کرام وفا کا پہرہ دیتے رہے، عقائد اسلام کا متکلمین نے پوری ہمت سے پہرہ دیا، یہ متکلمین محدثین کے خلاف نہ تھے۔ یہ حضرات متکلمین معتزلہ کا رد، انہیں کے ہتھیاروں سے کرتے تھے، ان کا اپنا مؤقف امام ابن تیمیہ کے قول کے مطابق قرآن وسنت کی نصرت ہی ہوتا تھا۔ یہ لوگوں کو قرآن وسنت سے دور رکھنے والے لوگ نہ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی لائن کے تحفظ میں متکلمین نے قرآن کا پہرہ دیا اور فقہاء نے ان کی لائن کے تحفظ میں احادیث وآثار کا پہرہ دیا اور جس طرح خود حدیث پر مستقل کتابیں لکھی گئیں، عقائد پر بھی مستقل کتابیں لکھی گئیں، یہاں تک کہ عقیدہ تعلیمات اسلام کا ایک مستقل موضوع بن گیا۔

حضرت امام ابوحنیفہ (١٥٠ھ) نے عقائد اسلام کے تحفظ میں پہل کی اور فقہ اکبر لکھی، عملی فقہ ان کے نزدیک فقہ اصغر رہی۔ آپ نے اپنی اس علمی دستاویز کا نام فقہ اکبر رکھا۔ عقائد ان کے ہاں وقت کا بڑا موضوع تھا، اور اس کے لئے نہایت سنگلاخ راہوں سے گزرنا پڑتا ہے، اہل السنۃ کے بالمقابل ایک فتنہ نہیں کئی فتنے عراق میں سر اٹھائے ہوئے تھے۔

گوجرانوالہ کے مولانا محمد اسماعیل سلفی اس نازک صورت حال کا اس طرح نقشہ کھینچتے ہیں۔

''جس قدر زمین سنگلاخ تھی اسی قدر وہاں اعتقادی اور عملی اصلاح کے لئے ایک آہنی مرد کی ضرورت تھی، جس کے علم وعقل کی پہنایاں اس سرزمین کے مفاسد کو سمیٹ لیں۔ میری ناقص رائے میں یہ آہنی شخصیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ تھے جن کی فقہی موشگافیوں نے اعتزال اور تجہم کے ساتھ رفض وتشیع کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔''

" اللّٰهم ارحمه واجعل الجنة الفردوس ماواه ."

(فتاوی سلفیة : ١٤١)

اہل السنۃ رہا، عقائد میں ان کی ایک ہی تعلیم تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی فرقہ ناجیہ کی یہی پہچان بتائی تھی کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ رہیں گے کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ نہ جائیں گے۔ "ما أنا عليه واصحابي" سے ان کی پہچان بتادی گئی تھی یعنی فرقہ ''ناجیہ'' وہی ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر چلے۔

اہل سنت کے فرعی اختلاف میں گروہ بندی نہ تھی:

مذہب رستے کو کہتے ہیں فرقے کو نہیں، سو مذاہب کا اختلاف کوئی فرقہ بندی نہ تھا، یہ سب نیک بخت مسلمان تھے اور چاروں ایک تھے۔ حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

" ومعلوم ان اهل المذاهب كالحنفية والمالكية والشافعية والحنبلية دينهم واحد وكل من اطاع اللّٰه ورسوله منهم بحسب وسعة كان مؤمنا سعيدا باتفاق المسلمين ."

(فتاوى ابن تيمية : ٤٦٢/٢٧)

ترجمہ: اور یہ بات اچھی طرح مانی جاچکی ہے کہ مذاہب اربعہ کے لوگ سب ایک ہی دین رکھتے ہیں (ان کا دین میں اختلاف نہیں ہے صرف بعض طرق عمل میں اختلاف ہے) ان میں وہ حنفی ہوں، مالکی، شافعی ہوں یا حنبلی، جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت حسب وسعت کرے گا وہ (حنفی ہو یا شافعی) باتفاق امت مسلمہ اسے نیک بخت مؤمن سمجھا جائے گا۔

" من اطاع اللّٰه ورسوله منهم " کے الفاظ بتلاتے ہیں کہ آئمہ اربعہ کے پیرو بھی دراصل اللہ اور رسول کے ہی پیرو ہیں، گو وہ روایات کی رو سے نہیں ان آئمہ مجتہدین کی پیروی کے واسطہ سے اللہ اور اس کے رسول کی پیروی کرتے رہے ہیں۔ ان کا آئمہ کی پیروی کرنا، اماموں کو رسول کے مقابل لانا نہیں ہے، بلکہ آئمہ مجتہدین کی پیروی سے حضور اکرم ﷺ کی پیروی تک پہنچنا ہے۔ امام ابن تیمیہ کے ہاں حنفیہ کرام بھی دراصل حضور

پھر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالی (۳۲۱ھ) نے عقیدہ طحاویہ میں اہل السنۃ کے عقائد کی ایک پوری تصویر لی، عقیدہ طحاویہ اس وقت دنیا کے تمام اہم درسگاہوں میں بڑی شرح وبسط سے پڑھایا جاتا ہے اور اس کی ان بڑے بڑے علماء نے شرحیں لکھیں جن کا اپنا نام اور کام اس قابل ہوا کہ ان پر مستقل کتابیں لکھی گئیں۔

پھر امام ابوالحسن الاشعری (۳۲۴ھ)، امام ابوالمنصور الماتریدی (۳۳۳ھ)، قاضی ابوبکر باقلانی (۴۰۲ھ)، امام ابوالمنصور عبدالقاہر (۴۲۹ھ) علامہ ابوالشکور السالمی اور علامہ نسفی رحمہم اللہ نے اس پلیٹ فارم پر کام کیا۔ علامہ تفتازانی نے شرح عقائد لکھی۔ اسلام کی بارہ صدیوں میں تمام اہل السنۃ اپنے عقائد میں ایک ہی رہے اور اختلاف فی الفروع سے ان میں کوئی فرقہ بندی نہ ہوئی۔ عقائد نسفی اور شرح عقائد نسفی کے مؤلفین حنفی اور شافعی دو علیحدہ علیحدہ مذہب کے تھے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) نے اپنے دور میں عقائد اسلام پر فارسی میں تکمیل الایمان لکھی۔ اس کا اردو ترجمہ تکمیل الاذہان کے نام سے چھپ چکا ہے۔

اردو میں عقائد اسلام پر مستقل کتابیں لکھنے میں شیخ ابومحمد عبدالحق حقانی اور شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے سبقت کی اور ان کی گراں قدر تالیفات آج بھی تشنگاں علوم دین کو سیراب کر رہی ہیں۔

اگرچہ انگریزوں کے ہندوستان آنے پر اہل السنۃ کی تقسیم کی خدمت مولانا فضل رسول بدایونی (۱۳۲۱ھ) کے سپرد ہوئی، پھر بھی ان میں عقائد کا کوئی اختلاف راہ نہ پاسکا، نہ فقہ کا بھی کوئی اختلاف سامنے لاسکا، دونوں حلقے اپنے آپ کو امام ابوحنیفہ کا مقلد کہتے رہے۔ اب بھی صرف چند رسوم کا اختلاف ہے جس سے یہ دونوں حلقے پہچانے جاتے ہیں، انہیں حقیقی فرقہ بندی کا رنگ دینے کے لئے بس ان کے پاس چند الزامات ہی رہ گئے اور صرف متن عبارات کے ہیر پھیر سے ان میں اختلاف عقائد کا دعوی پرورش پاتا رہا، یہاں تک کہ

عوام سمجھنے لگے کہ یہ واقعی دو فرقے ہیں، حالانکہ یہ اصولا دو فرقے نہ تھے۔ جب یہ جھوٹے الزامات پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے ثابت نہ ہو پائے تو انہوں نے عوام کو اپنے ساتھ رکھنے کے لئے نماز، اذان اور جنازہ کے گرد اپنی بدعات کے کانٹے بکھیرے کہ شاید ان سے ان دو میں حقیقی اختلاف کی دیوار کھڑی کی جاسکے۔

جناب پیر کرم شاہ صاحب بھیروی دونوں حلقوں کو اہل السنۃ تسلیم کرتے ہیں اور ان کے اس اختلاف پر یوں اظہار افسوس کرتے ہیں:

"اس باہمی داخلی انتشار کا سب سے المناک پہلو اہل السنۃ والجماعۃ کا آپس میں اختلاف ہے جس نے انہیں دو گروہوں میں بانٹ دیا ہے۔ دین کے اصولی مسائل میں دونوں متفق ہیں، اللہ تعالی کی توحید ذاتی وصفاتی میں، حضور اکرم ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت، قرآن کریم کی محفوظیت، قیامت اور دیگر ضروریاتِ دین میں کلی موافقت ہے۔"

(ضیاء القرآن: ۱/ ٤)

جن علماء نے ان ضد اور اختلاف میں قائم کی گئی چند رسموں کو حق وباطل کا نام دیا ان میں گجرات میں مفتی احمد یار خان، اوکاڑہ کے مولوی غلام علی اور اچھرہ کے مولانا محمد عمر سرفہرست نظر آتے ہیں۔ اول الذکر نے جاء الحق لکھ کر اپنے اس رسمی اختلاف کو حق وباطل کا نام دیا اور مولانا اچھروی نے مقیاس حنفیت لکھ کر علمائے دیوبند کو حنفیت سے ہٹے ہوئے پیش کیا اور اپنے ان رسمی اختلافات سے اہل السنۃ کی اس باہمی تفریق کو اور استحکام دیا۔ حکومت برطانیہ یہی چاہتی تھی کہ اختلافات پیدا کرو اور اپنی حکومت کو استحکام دو، اس غیر ملکی کوشش اور نعرہ اختلاف کی ظاہری قوت کون لوگ تھے؟ یہ اس کے بیان کا موقع نہیں۔ بعض علماء احناف نے "جاء الحق" اور "مقیاس حنفیت" کے رد میں کتابیں لکھیں اور جھوٹے الزامات کا بڑی تفصیل سے رد کیا۔ تاہم اہل بدعت کا پرنالہ اسی طرح بہتا رہا اور اہل السنۃ اور اہل بدعت کے یہ دو حلقے پھر سے ایک نہ ہو سکے۔

" فلیبك علی الاسلام من كان باكیا ."

اہل بدعت کی ان سیہ کاریوں اور الزام تراشیوں سے ان پڑھ دیہاتیوں کی ایک بڑی تعداد پلاؤ زردہ اور حلوہ پوری میں مجذوب رہی۔ پھر جب پسماندہ علاقوں میں بھی دنیوی تعلیم نے کچھ فروغ پایا تو دیہاتی حلقوں میں بھی بہت سے لوگ ان اختلافات کو سمجھنے لگے اور اب وقت آگیا ہے کہ کھل کر عقائد اہل السنۃ کی تفصیل و تشہیر کی جائے، ہوسکتا ہے کہ اہل السنۃ میں کھڑی کی گئی جھوٹے الزامات کی دیواریں پھر سے پیوست زمیں ہو جائیں۔

(ماخوذ از عقائد اهل سنت)

"العقیدۃ الطحاویۃ"

یعنی اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد جن کو امام طحاوی رحمہ اللہ نے مرتب فرمایا ہے۔ اس کتاب میں مذکور عقائد کی تشریح کرنے سے پہلے چند بنیادی باتوں کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جو ان شاء اللہ تعالیٰ کتاب کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہونگی۔

"عقیدہ" کا معنیٰ ومفہوم

"عقیدہ" عقد یا عقدہ سے ماٗخوذ ہے، جس کے لفظی معنیٰ ہیں کسی چیز کو گرہ لگانا یا خوب مضبوطی کے ساتھ باندھنا۔

دین کی اصطلاح میں "عقیدہ" سے مراد انسان کے وہ پختہ اور اٹل نظریات ہیں جو اس کے دل کی گہرائیوں میں انتہائی مضبوطی اور پختگی کے ساتھ رچے بسے ہوئے ہوں اور اسے کسی صورت ان نظریات سے دستبرداری منظور نہ ہو یعنی جس طرح کسی مضبوط و مستحکم گرہ کو کھولنا انتہائی مشکل یا ناممکن ہے اسی طرح انسان کیلئے اپنے ان مضبوط و مستحکم خیالات ونظریات کو چھوڑ دینا یا ان سے دستبردار ہو جانا انتہائی مشکل یا ناممکن ہو، اور وہ اپنے ان خیالات ونظریات کو اپنے دین وایمان کا حصہ تصور کرتا ہو، چنانچہ اسے اپنے مال و دولت اور

زمین جائیداد وغیرہ ودیگر تمام مادی منافع وحقوق سے دستبرداری ومحرومی تو گوارا ہو، مگر ان خیالات ونظریات سے دستبرداری اسے ہرگز اور کسی صورت منظور اور قابل قبول نہ ہو۔

اسلامی عقائد

چنانچہ مسلمان کیلئے جن باتوں کی تصدیق اور ان پر مکمل اور پختہ یقین وایمان رکھنا ضروری ولازمی ہے، یہ چھ بنیادی باتیں ہیں، جنہیں "اصول ایمان" یا "ارکان ایمان" کہا جاتا ہے جن کی تفصیل اس طرح ہے:

(١) اللہ پر ایمان　　(٢) ملائکہ (فرشتوں) پر ایمان

(٣) آسمانی کتابوں پر ایمان　　(٤) قیامت کے دن پر ایمان

(٥) رسولوں پر ایمان　　(٦) تقدیر پر ایمان

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿ ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملائکۃ والکتاب والنبیین ﴾

ترجمہ: "درحقیقت اچھا شخص وہ ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر، اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔"

نیز ارشاد ہے:

﴿ ومن یکفر باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا ﴾

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے کفر کرے وہ تو بہت بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا۔"

ان گذشتہ دونوں آیات میں چھ ارکان ایمان میں سے پانچ کا تذکرہ ہے، جبکہ چھٹے

رکن (تقدیر پر ایمان) کا تذکرہ اس آیت میں ہے:

﴿ انا کل شیء خلقناه بقدر ﴾

ترجمہ: "بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک (مقررہ) اندازے پر پیدا کیا ہے۔"

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

" الایمان ان تؤمن باللّٰه وملائكته وكتبه ورسله واليوم الأخر وتؤمن بالقدر خيره وشره من اللّٰه تعالىٰ."

ترجمہ: "ایمان یہ ہے کہ تم ایمان قبول کرو اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر اور اس بات پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ ہی کی طرف سے ہے۔" (یعنی ایمان سے مراد یہ ہے کہ مذکورہ باتوں کو درست اور برحق تسلیم کیا جائے اور ان کی مکمل تصدیق کی جائے)

(بخاری: ٥٠ بروایت ابی ہریرہ رضی اللّٰه عنه، مسلم: ٨ بروایت عمر بن خطاب)

عقیدہ کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے بعد امام طحاوی رحمۃ اللہ کے حالات کا تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ صاحب کتاب کے حالات سے کتاب کی قدر اور حیثیت کا اندازہ ہو سکے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات

امت نے جن محدثین کے مجموعوں کو صحاح ستہ کا درجہ دیا ہے ان کے ہم عصر امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، جو علم وتحقیق میں مجددانہ شان رکھتے ہیں، حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "وهو امام مجتهد ومجدد كما قال ابن الاثير الجزري" اس کا مطلب یہ ہے کہ شرح حدیث اور اس کے محامل وغوامض اور بحث وتحقیق کے لحاظ سے ان کو مجدد کہا گیا ہے، متقدمین اپنی کتابوں میں بحث وتحقیق کے بغیر روایات نقل کرتے چلے آتے ہیں، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے بحث وتحقیق کی جدید راہ کھولی۔

نام ونسب:

احمد نام، ابو جعفر کنیت، الازدی، الحجری، المصری، الطحاوی نسبت ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمۃ الازدی الحجری المصری الطحاوی۔

امام موصوف کا تعلق چونکہ یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر ازدی کہلاتے ہیں چونکہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد فتح اسلام کے بعد مصر آ کر آباد ہوئے تھے اس لئے مصر کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے۔

طحاوی، طحا صعید مصر میں ایک گاؤں ہے جس کی طرف منسوب ہو کر طحاوی کہلاتے ہیں اگر چہ صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحا کے باشندے نہیں تھے، بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر آبادی جو تقریباً دس مکانات پر مشتمل تھی، جس کو طحطوط کہتے ہیں اس کو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وطن عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے، مگر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طحطوطی نسبت کو پسند نہ فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طحا کی طرف نسبت کی۔

پیدائش ووفات:

سن پیدائش میں قدرے اختلاف ہے ۲۳۸ھ ۲۲۹ھ بتایا گیا ہے مگر مؤرخ ابن خلکان نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے کیونکہ خود امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی روایت منقول ہے، سن وفات کے متعلق جمہور کی رائے ۳۲۱ھ ہے۔ تاریخ ولادت "مصطفیٰ" (۲۲۹ھ) مدت عمر، محمد (۹۲) تاریخ وفات محمد مصطفیٰ (۳۲۱)، قبر مبارک مصر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پہلے واقع ہے۔

تحصیل علم:

امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ علم کی طلب میں مصر آئے اور وہاں اپنے ماموں ابراہیم مزنی رحمۃ اللہ علیہ جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل تلامذہ میں سے تھے ان سے پڑھتے رہے، اس لئے ابتداء میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تھے، مگر چند سالوں کے بعد جب احمد

بن ابی عمران حنفی مصر کے قاضی بن کر آئے تو ان کی صحبت میں بیٹھے اور ان سے علم حاصل کیا، حتی کہ ان کے علم وفضل سے متاثر ہو کر فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے۔ محمد بن احمد شروطی نے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے ماموں کی کیوں مخالفت کی، اور کیوں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کو اختیار کیا؟ تو فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ ماموں ہمیشہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اپنے مطالعہ میں رکھتے تھے، پس اسی لئے میں بھی اس کی طرف منتقل ہو گیا۔ علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو بالتفصیل نقل کیا ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ماموں مزنی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر خود امام ابوحنیفہ کی کتابوں کا مطالعہ شروع کر دیا، وہ فرماتے ہیں کہ ان کتابوں نے مجھے مذہب حنفی کا گرویدہ بنالیا، جس طرح میرے ماموں مزنی کو بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف مائل کر دیا تھا، جیسا کہ مختصر مزنی سے ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کیا ہے۔ چونکہ یہ خود امام طحاوی کا اپنا بیان ہے اس لئے یہی صحیح ومعتبر ہے۔ اس سلسلہ میں جو بہت سے واقعات لسان المیزان وغیرہ میں نقل کئے گئے ہیں وہ سب بے سند وخلاف درایت ہیں۔

سماع حدیث کیلئے سفر:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امام مزنی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ وحدیث کو حاصل کیا جس میں چند کے نام یہ ہیں: یونس بن اعلیٰ المتوفی ۲۶۴ھ جن کے متعلق ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار الفاظ یہ ہیں: " عالم الدیار المصریہ الامام الحافظ المقری " اور ہارون بن سعید ایلی، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکیم، بحر بن نصر، عیسیٰ بن شرود، ان کے علاوہ ابن عیینہ اور ابن وہب کے تلامذہ اور اس طبقہ کے دیگر مشائخ سے استفادہ کیا، اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۶۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا جہاں ابوحازم قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کی، اس کے بعد

۲۶۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے۔

علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ کے تراجم پر نظر ڈالے گا تو اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغاربہ، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی، وخراسانی مختلف ممالک کے حضرات نظر آئیں گے جن سے امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار وآثار کا علم حاصل کیا، مصر اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے بادیہ پیمائی کی، یہی نہیں بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے محدث وعالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے، یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف اشخاص کے پاس پراگندہ تھے، ان سب کو امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے سمیٹ لیا۔

شیوخ واساتذہ:

ان کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے ان کے ناموں پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ انہوں نے اس دور کے ہر خرمن حدیث سے خوشہ چینی کی، جن میں امام بخاری وامام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ کے شیوخ بھی ہیں کیونکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سن وفات ۲۵۶ھ ہے اس وقت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷ سال کے تھے، اسی طرح امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۶۱ھ میں وفات پائی ہے جب کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ۳۲ سال کے تھے۔

امام مالک امام ابو یوسف وامام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے اور تینوں کے واسطے سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ ہیں، وہ ایسے مشائخ سے بھی روایت کرتے ہیں جن میں دیگر اصحاب صحاح شریک ہیں، ان کی تعداد ۳۶ ہیں، تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو مقدمۂ امانی الاحبار

تلامذہ:

ان کے علمی کمالات نے ان کی ذات کو طالبانِ حدیث وفقہ کا مرجع بنا دیا تھا اس لئے تلامذہ کا دائرہ بھی بہت وسیع ہے ان کی ایک مختصر فہرست پیش ہے:

احمد بن قاسم خشاب، ابوالحسن محمد بن احمد اخمیمی، ویوسف میانجی، ابوبکر بن المقری،

طبرانی، احمد بن عبدالوارث زجاج، عبدالعزیز بن محمد جوہری، قاضی صعید، محمد بن بکر ابن مطروح اوران کے علاوہ دیگر حضرات ہیں۔

علمی مرتبہ:

حفظ حدیث کے ساتھ وہ فقہ واجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کوطبقۂ ثالثہ کے مجتہدین میں شمار کیا ہے، فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جوان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں جس میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہوجیسے خصاب، ابوجعفرطحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ سرخسی، فخرالاسلام بزدوی، فخرالدین قاضی خان اوران جیسے حضرات ہیں، یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اصول وفروع میں مخالفت نہیں کرتے البتہ حسب اصول وقواعد ان مسائل میں احکام کا استنباط کرتے ہیں جس میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو، مگر حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مختصرطحاوی دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ مجتہد منتسب تھے، محض امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد نہ تھے کیونکہ بہت سے مسائل میں ان کے مذہب سے اختلاف کیا ہے، اس لئے مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف وامام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے طبقے میں شمار کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ان کا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا اعتراف:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے فضل وکمال، ثقاہت ودیانت کا اعتراف ہردور کے محدثین ومؤرخین نے کیا ہے، جیسے متقدمین میں طبرانی، ابوبکرخطیب، حمیدی، ابن عساکر وغیرہ اور متاخرین میں ابی الحجاج مزی، حافظ ذہبی، علامہ ابن کثیر وغیرہ ہیں، واقعہ یہ ہے کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ قرآن وحدیث سے استنباط وتفقہ میں اپنے معاصرین ومابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے، انہیں اعلم الناس بمذہب الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہا گیا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکی فرماتے ہیں کہ:

" كان الطحاوی من اعلم الناس بسير الكوفيين واخبارهم وفقهم مع مشاركتهم فی جميع المذاهب ."

''امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کوفیین کے سیرواخبار وفقہ کے بڑے عالم تو تھے ہی ساتھ ہی دیگر مذاہب سے بھی واقف تھے۔''

ابن حماد حنبلی نے ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے:

" شيخ الحنفية الثقة الثبت برع فی الحديث والفقه ."

ابن تغری نے ''احدالاعلام'' و''شیخ الاسلام'' کا خطاب دیا، وہ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تو فقہ وحدیث واختلاف علماء واحکام ولغت ونحو وغیرہ علوم میں نظیر نہیں رکھتے تھے اورانہوں نے بہترین کتابیں تصنیف کیں۔

علامہ ابن جوزی نے یہ شاندار الفاظ استعمال کئے ہیں ''کان ثبتاً، فہماً، فقیہاً عاقلاً''۔

تصنیفات:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی چیدہ چیدہ اورمشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

(۱) معانی الآثار (۲) مشکل الآثار (۳) کتاب احکام القرآن، (۴) مختصر الطحاوی (۵) نقض کتاب المدلسین (۶) عقیدۂ طحاویہ (۷) سنن الشافعی (۸) شرح الجامع الصغیر للامام محمد (۹) شرح الجامع الکبیر للامام محمد (۱۰) اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (۱۱) کتاب التسویہ بین حدثنا واخبرنا۔ (ملخص از''محدثین عظام اوران کے علمی کارنامے مولف تقی الدین امیٰنی'')

امام سمعانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام طحاوی رحمہ اللہ بڑے پایہ کے عالم تھے فقہ میں بے مثال تھے، الانساب ۸/ ۲۱۸ امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام طحاوی رحمہ اللہ مصر کے بڑے محدث اورفقیہ تھے جوامام موصوف کی تصنیفات کا مطالعہ کرے گا اس کوان کی علمی مقام کا اندازہ ہوگا۔ (سير اعلام النبلاء : ۲۷/۱۵)

☆☆☆

چند فرقوں کا تعارف

یہاں چند فرقوں کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، جن کا اس کتاب میں صراحۃً یا اشارۃً تذکرہ آیا ہے کتاب عقیدۃ الطحاویہ کو کما حقہ سمجھنے کیلئے ان فرقوں کا تعارف ضروری ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی وہ تمام فرقے دوزخی ہونگے ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا جس میں میں اور میرے صحابہ ہوں گے۔

(ترمذی)

" قال رسول اللہ ﷺ تفترق امتی علی ثلاث و سبعین ملۃ کلھم فی النار الاملۃ واحدۃ ۔ قالوا من ھی یارسول اللہ (ﷺ)؟ قال ما انا علیہ و اصحابی ." (رواہ الترمذی)

اس حدیث سے مفہوم ہوا کہ اہل السنۃ والجماعۃ وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم اور رسول اللہ ﷺ کی سنت اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریق پر مضبوطی سے قائم ہوں۔ جو تنازع اور اختلاف کے وقت اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے، جو تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصلی شکل میں قبول کرتے ہیں اور کسی بھی عقیدے کے بارے میں غلو یا افراط و تفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ خلفاء راشدین، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول مقبول ﷺ کا علی الترتیب جانشین مانتے ہیں اور ان کے دور کو خلافت راشدہ تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح قرآن و سنت کے علاوہ اجماع امت کو حجت مانتے ہیں آئمہ اربعہ۔ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کی تقلید کرتے

ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

(صحیح مسلم ۲/ ۱۲۷، جامع ترمذی، ۲/ ۹۷، شرح فقہ اکبر ۲/ ۱۲۰، حجۃ اللہ البالغہ ۱/ ۱۷۰، مقدمہ سنن ابن ماجہ کی شرح صوفی عبدالحمید خان سواتی)

مجوس:

مجوس ایک خدا کی بجائے دو خدا مانتے ہیں۔ ایک خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اس کو یزدان کہتے ہیں۔ دوسرے خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ ہر برائی اور شر کو پیدا کرتا ہے، اس کا نام وہ اہرمن رکھتے ہیں۔ مجوسیت کے عقیدے کے مطابق آگ بڑی مقدس چیز ہے، اس کو پوجتے ہیں، ہر وقت اس کو جلائے رکھتے ہیں، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتے۔ مجوس آگ کے ساتھ ساتھ سورج اور چاند کی بھی پرستش کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ مذہب بھی باطل اور شرک ہے کہ اس مذہب میں دو خدا مانے جاتے ہیں اور آگ کو پوجا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو ان کے ساتھ بہت سے معاملات میں اہل کتاب جیسا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا۔ اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ مذہب ختم ہوتا چلا گیا۔

(احکام القرآن للقرطبی : ۱/ ۴۳۳، الفصل فی الملل والاھواء والنحل : ۱/ ۴۹)

یہود:

لفظ یہود یا تو ہود سے لیا گیا ہے، جس کا معنی ہے "توبہ" یا "یہودا" سے لیا گیا ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کا بھائی اور بنی اسرائیل میں سے تھا اور تغلیباً اس کا اطلاق تمام بنی اسرائیل پر کیا جاتا ہے۔

یہودی بزعم خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، تورات ان کی آسمانی کتاب

ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انہیں بنی اسرائیل کہا جاتا تھا، یہودی کب سے کہا جانے لگا، اس بارے میں حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

یہودی مذہب کے بڑے عجیب وغریب عقائد ہیں، مثلاً یہودی اللہ تعالیٰ کی محبوب ترین مخلوق ہیں، یہودی اللہ کے بیٹے ہیں، دنیا میں اگر یہودی نہ ہوتے تو زمین کی ساری برکتیں اٹھالی جاتیں، سورج چھپالیا جاتا، بارشیں روک لی جاتیں، یہود غیر یہود سے ایسے افضل ہیں جیسے انسان جانوروں سے افضل ہیں، یہودی پر حرام ہے کہ وہ غیر یہودی پر نرمی ومہربانی سے پیش آئے، یہودی کے لئے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ غیر یہودی کے ساتھ بھلائی کرے، دنیا کے سارے خزانے یہودیوں کے لئے پیدا کیے گئے ہیں، یہ ان کا حق ہے، لہٰذا ان کے لئے جیسے ممکن ہو ان پر قبضہ کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ صرف یہودی کی عبادت قبول کرتا ہے، ان کے عقیدہ میں انبیاء کرام علیہم السلام معصوم نہیں ہوتے بلکہ کبائر کا ارتکاب کرتے ہیں۔

دجال ان کے عقیدے میں امام عدل ہے، اس کے آنے سے ساری دنیا میں ان کی حکومت قائم ہو جائے گی۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ کی نبوت کے قائل نہیں ہیں، حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت لگاتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ ہم نے انہیں سولی پر لٹکا کر قتل کر دیا۔ قرآن کریم نے ان کے غلط نظریات کی جا بجا تردید کی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ ان کے عقیدے میں اللہ تبارک وتعالیٰ زمین وآسمان بنانے کے بعد تھک گئے اور ساتویں دن آرام کیا، اور وہ ساتواں دن ہفتہ کا دن تھا، اس قسم کے اور بھی بہت سارے واہی باطل عقیدے ان کے مذہب کا حصہ ہیں۔ یہ اہل کتاب ہیں اور اپنے ان عقائد کی بناء پر کافر و مشرک ہیں۔ (الادیان والفرق بحواله العقيدة الحنفية : ١٤٠)

نصاریٰ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بستی کا نام نصرانہ، ناصرۃ یا نصوریہ تھا، اسی بستی کی طرف نسبت کرتے ہوئے ان لوگوں کو نصاریٰ کہا جاتا ہے یا عیسیٰ علیہ السلام کے مددگار اور حواری ہونے کی وجہ سے ان کا یہ نام پڑ گیا جو بزعم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔

اس زمانہ میں انہیں عیسائی یا مسیحی نہیں کہنا چاہئے، اس لئے کہ عیسائی یا مسیحی کا معنی ہے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے متبعین، جبکہ فی الواقع یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متبعین نہیں ہیں، کیونکہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات سے روگردانی کی اور انہیں بدل ڈالا۔ اسی لئے قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں انہیں ان دو ناموں سے نہیں پکارا گیا بلکہ انہیں نصاریٰ، اہل الکتاب اور اہل انجیل کہا گیا ہے۔ اغلب یہی ہے کہ انہیں دوسری صدی عیسوی کے اوائل میں نصاریٰ کا لقب دیا گیا۔

یہ بزعم خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہیں، انجیل ان کی آسمانی کتاب ہے۔ ان کے عقائد بھی کفر و شرک پر مبنی ہیں، مثلاً عقیدۂ تثلیث کے قائل ہیں کہ الوہیت کے تین جزء اور عناصر ہیں، باپ، خود ذات باری تعالیٰ، بیٹا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام۔ عیسیٰ کے سولی پر لٹکائے جانے کے قائل ہیں۔ اس بات کے قائل ہیں کہ آدم علیہ السلام نے جب شجر ممنوع سے دانہ کھایا تو وہ اور ان کی ذریت فنا کی مستحق ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم کھایا اپنے کلمہ اور اپنے ازلی بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو جسم ظاہری عطا فرما کر جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا، چنانچہ مریم علیہا السلام نے جب اس کلمہ ازلی کو جنا تو وہ الٰہ کی ماں بن گئی، پھر عیسیٰ علیہ السلام نے بے گناہ ہونے کے باوجود سولی پر چڑھنا گوارا کر لیا، تا کہ وہ آدم علیہ السلام کی خطاء کا کفارہ بن سکیں۔

نصاریٰ کے بہت سے گروہ ہیں مثلاً کیتھولک اور پروٹیسٹنٹ وغیرہ مگر ان اصولی عقائد

پر سب متفق ہیں، بعض فروع میں ان کا اختلاف ہے۔

نصاریٰ اہل کتاب ہیں اور اپنے عقیدۂ تثلیث، الوہیت مسیح علیہ السلام اور انکار رسالت محمد ﷺ اور دیگر شرکیہ وکفریہ عقائد کی بنا پر کافر اور مشرک ہیں۔

جو شخص انہیں یا یہود کو صحیح مذہب والا سمجھتا ہے یا ان کے بارے میں جنتی ہونے کا یا جہنمی نہ ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

جہاں تک حقیقی تورات اور انجیل کا تعلق ہے، تو وہ سچی آسمانی کتابیں ہیں۔ تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری گئی، لیکن یہ دونوں آسمانی کتابیں اور تیسری کتاب زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتاری گئی تھی تبدیل کر دی گئیں۔ آج تورات اور انجیل کے نام سے جو کتابیں موجود ہیں یہ وہ آسمانی کتابیں نہیں ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئیں تھیں، بلکہ محرف اور تبدیل شدہ ہیں۔ ان کی جو بات قرآن کریم اور احادیث معتبرہ کے مطابق ہو وہ مقبول ہے، ورنہ مردود، اور ان کی جس بات کے بارے میں قرآن وسنت خاموش ہوں، ہم اس کی تصدیق کریں گے نہ تکذیب۔ (الادیان والفرق : ۳۰، ۳۱ بحواله العقيدة الحنفيه : ۱٤۱، ۱٤۲، الفصل فی الملل : ۱/٤٤ تا ٦٤، ۲٤۱)

روافض:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں عبداللہ ابن سبا یہودی شخص نے اسلام قبول کیا، اس کا مقصد دین اسلام میں فتنہ پیدا کرنا اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنا تھا۔ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پیدا ہونے والے فتنے میں پیش پیش تھا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں بھی ملوث ہوا۔ اس شخص کے عقائد ونظریات سے رفض نے جنم لیا۔ روافض کے بہت سے گروہ ہیں، بعض محض تفضیلی ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل سمجھتے ہیں اور کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں

کوئی گستاخی نہیں کرتے، بعض تبرائی ہیں کہ چند صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ باقی سب کو برا بھلا کہتے ہیں، بعض الوہیت علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں، بعض تحریف قرآن کے قائل ہیں، بعض صفات باری تعالیٰ کے مخلوق ہونے کے قائل ہیں، بعض اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھی بہت سی چیزیں واجب ہیں بعض آخرت میں رویت باری تعالیٰ کے قائل نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ روافض کے ہر گروہ کے عقائد دوسرے سے مختلف ہیں لہٰذا بحیثیت مجموعی ان پر ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے۔ (ردالمحتار : ٤/۲۳۷)

خوارج:

خوارج، خارج کی جمع۔ خارج لغت میں باہر نکلنے والے کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو امام برحق واجب الاطاعت کی بغاوت کر کے اس کی اطاعت سے باہر نکل جائے۔

یہ لفظ ان باغیوں کا لقب اور نام پڑ گیا جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بغاوت کر کے ان کی شان میں بہت سی گستاخیاں کیں۔ مسئلہ تحکیم کے موقع پر یہ گروہ پیدا ہوا، یہ تقریباً بارہ ہزار لوگ تھے۔ ان کے مختلف نام تھے، مثلاً محکمہ، حروریہ، نواصب اور مارقہ وغیرہ۔ ان لوگوں کے ظاہری حالات بڑے اچھے تھے، لیکن ظاہر جتنا اچھا تھا، باطن اتنا ہی برا تھا۔

مسئلہ تحکیم کے بعد یہ لوگ حروراء مقام پر چلے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ان کے پاس بھیجا کہ وہ انہیں سمجھائیں اور انہیں امیر کی اطاعت میں واپس لائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سمجھانے سے بہت سے لوگ ان سے الگ ہوگئے اور امیر کی اطاعت میں واپس آگئے، لیکن ان کے بڑے اور انکے موافقین اپنی ضد پر اڑے رہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس تشریف لائے مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ انہوں نے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن خباب رضی اللہ عنہ کو شہید

کر دیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کے ساتھ معرکہ ہوا۔ خارجیوں کی قیادت عبداللہ بن وہب اور ذی الخویصرہ حرقوص بن زید وغیرہ کے ہاتھ میں تھی، اس جنگ کے نتیجے میں اکثر خارجی قتل ہو گئے۔

خوارج حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافر اور مخلد فی النار قرار دیتے تھے۔ اس شخص کو بھی کافر کہتے تھے جو ان کا ہم مسلک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ قتال میں شریک نہ ہوتا، مخالفین کے بچوں اور عورتوں کے قتل کے قائل تھے۔ رجم کے قائل نہیں تھے، اطفال المشرکین کے خلود فی النار کے قائل تھے، اس بات کے بھی قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی نبی بنا دیتے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو علم ہو کہ یہ بعد میں کافر ہو جائے گا، اس بات کے بھی قائل تھے کہ نبی بعثت سے پہلے معاذ اللہ کافر ہو سکتا ہے، خوارج مرتکب کبیرہ کو کافر اور مخلد فی النار قرار دیتے تھے، اس پر وہ کفر ابلیس سے استدلال کرتے تھے کہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ نہ کر کے مرتکب کبیرہ ہوا تھا، اس بناء پر اس کو کافر قرار دے دیا گیا، معلوم ہوا مرتکب کبیرہ کافر ہو جاتا ہے، حالانکہ ابلیس محض ارتکاب کبیرہ کی بناء پر کافر نہیں ہوا بلکہ حکم خداوندی کے مقابلے میں انکار و استکبار اس کے کفر کا سبب ہے۔

معتزلہ:

دوسری صدی ہجری کے اوائل میں یہ فرقہ معرض وجود میں آیا، اس فرقے کا بانی واصل بن عطاء الغزال تھا اور اس کا سب سے پہلا پیروکار عمرو بن عبید تھا جو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کا شاگرد تھا۔ ان لوگوں کو اہل السنۃ والجماعت کے عقائد سے الگ ہو جانے کی بناء پر معتزلہ کہا جاتا ہے۔

معتزلہ کے مذہب کی بنیاد عقل پر ہے کہ ان لوگوں نے عقل کو نقل پر ترجیح دی ہے۔ عقل

کے خلاف قطعیات میں تاویلات کرتے ہیں اور ظنیات کا انکار کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کو بندوں کے افعال پر قیاس کرتے ہیں، بندوں کے افعال کے حسن وقبح کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے افعال پر حسن وقبح کا حکم لگاتے ہیں۔ خلق اور کسب میں کوئی فرق نہیں کر پاتے۔ ان کے مذہب کے پانچ اصول ہیں:

۱- عدل　　　۲- توحید

۳- انفاذ وعید　　　۴- منزلۃ بین منزلتین

۵- امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

۱- ''عقیدۂ عدل'' کے اندر درحقیقت انکار عقیدہ تقدیر مضمر ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ شر کا خالق نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو خالق شر مانیں تو شریر لوگوں کو عذاب دینا ظلم ہوگا جو کہ خلاف عدل ہے جبکہ اللہ تعالیٰ عادل ہے، ظالم نہیں۔

۲- ان کی ''توحید'' کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور قرآن کریم مخلوق ہیں، اگر انہیں غیر مخلوق مانیں تو تعدد قدماء لازم آتا ہے جو توحید کے خلاف ہے۔

۳- ''وعید'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو جو عذاب بتلائے ہیں اور جو جو وعیدیں سنائی ہیں گناہ گاروں پر ان کو جاری کرنا، اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو معاف نہیں کر سکتا اور کسی گناہ گار کی توبہ قبول نہیں کر سکتا، اس پر لازم ہے کہ گناہ گار کو سزا دے جیسا کہ اس پر لازم ہے کہ نیک کو اجر و ثواب دے، ورنہ انفاذ وعید نہیں ہوگا۔

۴- ''منزلہ بین منزلتین'' کا مطلب یہ ہے کہ معتزلہ ایمان اور کفر کے درمیان ایک تیسرا درجہ مانتے ہیں اور وہ مرتکب کبیرہ کا درجہ ہے، ان کے نزدیک مرتکب کبیرہ یعنی گنہ گار شخص ایمان سے نکل جاتا ہے اور کفر میں داخل نہیں ہوتا، گویا نہ وہ مسلمان ہے اور نہ کافر۔

۵- ''امر بالمعروف'' کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ جن احکامات کے ہم مکلف ہیں، دوسروں کو ان کا حکم کریں اور لازمی طور پر ان کی پابندی کروائیں اور ''نہی عن

المنکر'' یہ ہے کہ اگر امام ظلم کرے تو اس کی بغاوت کر کے اس کے ساتھ قتال کیا جائے۔

معتزلہ کے یہ تمام اصول اور ان کی تشریحات عقل وقیاس پر مبنی ہیں، ان کے خلاف واضح آیات واحادیث موجود ہیں، نصوص کی موجودگی میں عقل وقیاس کو مقدم کرنا سراسر غلطی اور گمراہی ہے۔ (الاعتصام : ۲/ ۱۸۷ تا ۱۸۱)

مشبہ:

یہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو مخلوق کے ساتھ صفات میں تشبیہ دیتا ہے۔ اس فرقے کا بانی داؤد جواربی ہے۔ یہ مذہب، مذہب نصاریٰ کے برعکس ہے کہ وہ مخلوق یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خالق کے ساتھ ملاتے ہیں اور انہیں بھی الٰہ قرار دیتے ہیں اور یہ خالق کو مخلوق کے ساتھ ملاتے ہیں۔ اس مذہب کے باطل اور گمراہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ (شرح عقیدہ سفارینیہ : ۱/ ۹۱،۹۲)

جہمیہ:

جہم بن صفوان سمرقندی کی طرف منسوب فرقے کا نام جہمیہ ہے۔ اس فرقے کے عجیب وغریب عقائد ہیں، یہ لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام صفات کی نفی کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اللہ ''وجود مطلق'' کا نام ہے، پھر اس کے لئے جسم بھی مانتے ہیں۔ جنت اور جہنم کے فنا ہونے کے قائل ہیں، ان کے نزدیک ایمان صرف ''معرفت'' کا نام ہے اور کفر فقط ''جہل'' کا نام ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے لئے جسم کے قائل ہیں، ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا کوئی فعل نہیں ہے، اگر کسی کی طرف کوئی فعل منسوب ہوتا ہے تو وہ مجازاً ہے۔

جہم بن صفوان، جعد بن درہم کا شاگرد تھا۔ جعد وغیرہ کا مذہب یہ بھی تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ نہیں ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ نہیں ہیں۔ خالد بن عبد اللہ القسری نے واسط شہر میں عید الاضحیٰ کے دن لوگوں کی موجودگی میں جعد کی قربانی کی اور اسے ذبح کر دیا۔ معتزلہ نے بھی کچھ عقائد ان سے لئے ہیں۔

(عقيدة الطحاوية مع الشرح : ٥٢٢)

مرجیہ:

ارجاء کا معنی ہے، پیچھے کرنا۔ یہ فرقہ اعمال کی ضرورت کا قائل نہیں، یہ اعمال کی حیثیت کو بالکل پیچھے کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے، تصدیق قلبی حاصل ہو تو بس کافی ہے۔ ان کا کہنا ہے جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کوئی نیکی مفید نہیں، ایسے ہی ایمان یعنی تصدیق کے ہوتے ہوئے کوئی گناہ مضر نہیں، جس طرح ایک کافر عمر بھر حسنات کرتے رہنے سے ایک لمحہ کے لئے بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا، جنت اس پر حرام ہے اسی طرح گناہوں میں غرق ہونے والا مومن ایک لمحہ کے لئے بھی جہنم میں نہیں جائے گا جہنم اس پر حرام ہے۔ یہ مذہب بھی باطل اور سراسر گمراہی ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں جا بجا مسلمانوں کو اعمال صالحہ کرنے کا اور اعمال سیئہ سے اجتناب کا حکم دیا گیا ہے۔

(شرح عقيدة سفارينية : ١/٨٩)

جبریہ:

یہ فرقہ بھی جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے۔ یہ فرقہ بندہ کو جمادات کی طرح مجبور محض مانتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ بندہ کو اپنے افعال پر کوئی قدرت واختیار نہیں بلکہ اس کا ہر عمل محض اللہ تبارک وتعالیٰ کی تقدیر، علم، ارادے اور قدرت سے ہوتا ہے جس میں بندے کا اپنا کوئی دخل نہیں۔

یہ مذہب صریح البطلان ہے، نقل وعقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے، اگر انسان کے پاس کوئی اختیار نہیں اور یہ مجبور محض ہے تو پھر اس کے لئے جزاء وسزا کیوں ہے۔

(عقيدة الطحاوية مع الشرح : ٥٢٤)

قدریہ:

یہ جبریہ کے برعکس نظریات کا حامل فرقہ ہے، یہ انسان کو قادر مطلق مانتا ہے اور تقدیر کا

منکر ہے۔ احادیث میں قدریہ کو اس امت کا مجوس کہا گیا ہے۔ مجوس دو خداؤں کے قائل ہیں اور یہ ہر ایک کو قادر مطلق کہہ کر بے شمار خداؤں کے قائل ہیں۔

یہ مذہب بھی باطل اور قرآن وحدیث کی صریح نصوص کے خلاف ہے۔ قرآن وسنت اور عقل ومشاہدہ سے جو بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ انسان نہ تو مجبور محض ہے اور نہ ہی قادر مطلق ہے بلکہ کاسب ہے اور کسب کا اختیار اپنے اندر رکھتا ہے۔

(سنن ابی داؤد : ٢/٦٤٤ ، مرقاۃ : ١/١٧٨، ١٧٩)

کرامیہ:

یہ فرقہ محمد بن کرام کی طرف منسوب ہے۔ اس فرقے کا نام کرامیہ (بفتح الکاف وتشدید الراء) یا کرامیہ (بکسر الکاف مع تخفیف الراء) ہے۔ یہ شخص بجستان کا رہنے والا تھا، صفات باری تعالیٰ کا منکر تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے، لیکن محققین کی رائے کے مطابق ان کا یہ مذہب دنیوی احکام کے اعتبار سے ہے، آخرت میں ایمان معتبر ہونے کے لئے ان کے ہاں بھی تصدیق ضروری ہے۔ بہر حال مجموعی اعتبار سے یہ بھی غلط اور گمراہ فرقہ ہے، ان کے مذہب میں مسافر پر نماز فرض نہیں، مسافر کے لئے قصر صلوٰۃ کی بجائے دو مرتبہ اللہ اکبر کہہ لینا کافی ہے۔

اہل تناسخ:

تناسخ درحقیقت بعض قدیم اقوام اور ہندوؤں کا عقیدہ ہے جو بعث بعد الموت کے منکر ہیں اور تناسخ کے قائل ہیں۔

تناسخ کے معنی ہیں روحوں کی تبدیلی اور ایک جسم سے دوسرے میں منتقل ہونا۔ اہل تناسخ آخرت کے منکر ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ بندے کو اچھے اور برے اعمال کی جزاء وسزا دنیا ہی میں مل جاتی ہے، وہ اس طرح کہ نیک لوگوں کی روح اعلیٰ تر جسم میں منتقل ہو کر عزت پاتی ہے اور برے لوگوں کی روح کمتر جسم میں منتقل ہو کر ذلیل وخوار ہوتی ہے، یہی

نیک وبد کی جزا وسزا ہے۔

اہل تناسخ کے بہت سے فرقے ہیں بعض فرقے مدعی اسلام بھی ہیں ان کا مقتدی احمد بن حابط اور اسکا شاگرد احمد بن مانوس ہے ان کا ایک فرقہ دہریہ ہے جو دنیا کے عدم خفا کے قائل ہے بعض فرقے روحوں کے دوسری اجناس میں انتقال کے بھی قائل ہیں کہ انسانی روح جانوروں میں بھی منتقل ہو جاتی ہے، بعض اس کے قائل نہیں ہیں وہ صرف جنس میں انتقال روح کے قائل ہیں۔ (مذاہب اور فرق کے متعلق یہ مضمون مفتی طاہر مسعود کی کتاب عقائد اہل السنۃ والجماعت'' سے لیا گیا ہے)

امام ابوالحسن اشعری کے حالات

ولادت: ٢٦٠ ھ ، وفات: ٣٢٤ ھ

ابو الحسن علی نام والد کا نام اسمٰعیل تھا مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں تھے اور اشعر ملک یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے ٢٦٠ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ نے انکے والد اسمٰعیل کی وفات کے بعد مذہب اعتزال کے علمبردار اور معتزلہ کے مقتدا ابوعلی جبائی سے نکاح کرلیا تھا اس طرح شیخ ابوالحسن نے ابوعلی جبائی کی آغوش میں تربیت پائی امام اشعری معتزلہ کے ساختہ پرداختہ اور رئیس معتزلہ ابوعلی جبائی کے شاگرد تھے۔ ان کی فصاحت وبلاغت طلاقت لسانی اور جودت طبع کا یہ عالم تھا کہ شاگردی کے زمانہ میں اپنے استاذ کی طرف سے مناظرہ کیا کرتے تھے اور بہت جلد ان کے معتمد اور دست راست بن گئے۔ ابوعلی جبائی اچھے مدرس ومصنف تھے مگر مباحثہ پر زیادہ قدرت نہ رکھتے تھے۔ ابوالحسن اشعری ابتداء ہی سے فصیح وبلیغ ذہین وذکی زباں آور اور حاضر جواب تھے۔ مناظرہ کے وقت جبائی انہیں کو آگے کر دیتا تھا اس لئے امام اشعری بہت جلد اپنی جماعت کے میر کارواں اور صدر نشین بن گئے۔ "تبیین کذب المفتری لابن

عساکر الدمشقی ۱۱۷ " گویا یہ اہلسنت والجماعت پر معتزلہ کی نظر میں ایک سیف قاطع تھے ظاہری قرائن وقیاسات صاف بتلا رہے تھے کہ یہ اپنے مربی اور استاذ کے جانشین ہوں گے بلکہ ان سے مذہب اعتزال کی حمایت میں دو قدم آگے ہونگے، پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانوں سے۔ قدرت کے انتظامات عجیب ہیں آدمی کیا سوچتا ہے اور کیا ہو جاتا ہے۔ علیم وقدیر ذات نے معتزلہ کی تلوار کو پلٹ کر خود معتزلہ کی گردن پر رکھ دیا ہے۔ مذہب اعتزال سے مذہب اہل السنّت کی طرف تاریخ ابن خلکان ج ۱/ ۴۴۷ میں لوگوں میں عرصہ سے طرفین کے دلائل کا موازنہ کرتا رہا لیکن کسی خاص جانب رجحان نہ معلوم ہوتا تھا میں نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ مجھے راہ حق پر گامزن کردے چنانچہ ہدایت مجھے دربار خداوندی سے عنایت ہوئی اسے میں نے اپنی کتابوں میں ودیعت کردیا سابقہ عقائد کے لبادہ کو میں نے یوں اتار پھینکا جیسے یہ لباس اتارتا ہوں یہ کہہ کر اپنا پہنا ہوا جبہ اتار دیا اور اپنی کتابوں کو جو محدثین وفقہاء کے طرز پر لکھی تھیں لوگوں کے حوالے کردیا۔ "طبقات الفقہاء" مولفہ تاج الدین عبدالوہاب سبکی میں ہے کہ یہ ایک غیبی انتظام تھا کہ جس نے ساری زندگی مذہب اعتزال کی تائید ونصرت میں گذاری تھی اور اس کیلئے مسند اعتزال کی امامت تیار تھی قدرت نے سنت کی حفاظت وحمایت کیلئے اسی کو منتخب فرمایا اور تاریخ عالم میں اس کے نظائر بہت ہیں۔ امام ابو الحسن اشعری نے اپنی "کتاب الابانہ" کے مقدمہ میں اپنے معتقدات ومسالک کی تفصیلات بیان کردی ہیں اور معتزلہ پر جو ان کے اعتراضات ہیں اس کی تفصیل بھی اس میں موجود ہے۔ من شاء فلیطالع

ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مجھ سے سوال کرے کہ تم معتزلہ قدریہ جہمیہ مرجۂ خوارج اور شیعہ کی تردید کرتے ہو تو بتاؤ کہ تمہارا اپنا مذہب ومسلک کیا ہے تو میرا جواب یہ ہے کہ ہم کتاب وسنت کی پیروی کرتے ہیں اور ان اقوال وآثار پر سختی کے ساتھ قائم ہیں اور اس سے تمسک کرتے ہیں جو صحابہ تابعین اور ائمہ حدیث سے منقول ہیں ہم امام

احمد کی ہموار کردہ راہ پر گامزن ہیں اور ان کے مخالفین کے اقوال سے احتراز کرتے ہیں جب کفر وضلالت کا چرچا ہوا تو آپ کی بدولت حق جل جلالہ نے حق کو واضح فرمایا مبتدعین کی بدعات کا استیصال کیا جو لوگ شکوک وشبہات میں مبتلا تھے ان کے شکوک کو زائل فرمایا خداوند کریم انہیں خوش وخرم وشادماں رکھے اور سب ائمہ کرام پر باران رحمت برسائے۔" کتاب الابانہ عن اصول الدیانۃ"

امام اشعری کا اصل کارنامہ:

"کتاب الابانۃ عن اصول الدیانۃ" امام اشعری کی اعتزال سے علیحدگی کے بعد اولین کتب میں سے ہے۔ اس میں امام اشعری نے اپنے مسلک وعقیدہ کی جو وضاحت کی ہے اس کا مضمون ابھی گزر چکا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کتاب وسنت پر عامل تھے۔ اہل سنت والجماعت اور عقیدۂ سلف کے موافق تھے، اسی کی تائید کرتے تھے، لیکن درحقیقت یہ ان کا خصوصی کارنامہ نہیں۔ یہ تو محدثین وحنابلہ انجام دے ہی رہے تھے۔ ان کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے محدثین ومعتزلہ کے درمیان ایک معتدل طریقہ اختیار کیا جبکہ معتزلہ عقل کی غیر محدود طاقت اور فرمانروائی کے قائل تھے۔ خداوند قدوس کی ذات وصفات جو بیرون قیاس ہیں اس کی حقیقت تک رسائی عقول انسانی اور حدود امکانی سے بالاتر ہیں۔ مگر معتزلہ ان امور کی گتھی کو بھی ناخن عقل وتدبیر ظن وتخمین فضول وعبث قیاس آرائی سے سلجھانا چاہتے تھے اور عقل ہی کو ان امور میں معیار بنانا چاہتے تھے تو دوسری طرف بعض پرجوش اور جامد حنابلہ دین کی نصرت اور عقائد اسلامیہ کی حفاظت کیلئے عقل کی تحقیر کو ضروری سمجھتے تھے اور ان کلامی واعتقادی مباحث سے جو بتقاضائے اہل زمانہ شروع ہوگئے تھے اس سے اجتناب واحتیاط اور سکوت کو واجب خیال کرتے تھے۔ ایسے وقت میں امام اشعری کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے مذہبی بنوٹ استعمال کیا۔ معتزلی کی لاٹھی سے انہیں کے دماغ کو پاش پاش کردیا۔ انہوں نے معتزلہ اور فلسفہ زدہ علماء سے انہیں کی زبان

واصطلاحات میں گفتگو کر کے ان پر ثابت کر دیا کہ اہل سنت کے عقائد منقول و ماثور ہیں۔

عبادت وتقویٰ:

احمد بن علی فقیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام اشعری کی بیس سال تک خدمت کی میں نے ان سے متقی پرہیزگار باحیا دنیاوی معاملات میں شرمیلا امور آخرت میں مستعد نہیں دیکھا متکلم ابوالحسین اروی کا بیان ہے کہ امام ابوالحسن نے برسوں عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ (تبیین کذب المفتری : صـ ۱٤۱)

مسلک:

ابوبکر بن فورک نے طبقات متکلمین میں لکھا ہے کہ اشعری فقہ میں امام شافعی کے مذہب پر تھے اور یہ جو بعضے مالکیہ کہتے ہیں کہ وہ مالکی تھے یہ وہم ہے وہ شافعی ہی تھے اور معتزلہ اشعریہ کو اثریہ بھی کہتے ہیں۔ (الفروق والمذاهب فی الاسلام : صـ ۳۹)

تصنیفات:

امام اشعری نے خود اپنی کتاب ''العمد'' میں ان کتابوں کے نام لکھے ہیں جو ۳۳۰ھ یعنی وفات سے چار سال پہلے تک تصنیف کر چکے تھے یہ ٦۸ کتابیں ہیں جن میں سے متعدد دس بارہ بارہ جلدوں میں ہیں انہوں نے اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی جو ذہبی کے بیان کے مطابق تیس اجزا میں تھے ان کی تصنیفات اکثر معتزلہ کے رد میں ہیں اور بعض دوسرے مذاہب وادیان کی تردید میں ہیں۔ ان میں ایک کتاب الفصول ہے جس میں انہوں نے فلاسفہ دہریہ، یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں اور ہندوؤں کا رد کیا ہے یہ بڑی کتاب ہے اور بارہ کتابوں کا مجموعہ ہے۔ (تبیین کذب المفتری : صـ ۱۲۸)
خلاصہ یہ ہے کہ وفات سے چار سال قبل وہ ٦۸ کتابیں جن میں بعض بہت ضخیم بھی ہیں تصنیف فرما چکے تھے آخری چار سال میں بھی انہوں نے بکثرت تصنیفات کیں جن میں سے " مقالات الاسلامیین "مشہور کتاب ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ علم عقائد کے

بلند پایہ اور محتاط مورخ بھی تھے۔

وفات:

۳۳۴ھ میں امام ابوالحسن اشعری کی وفات ہوئی اور بغداد محلہ مشرع الزوریا میں مدفون ہوئے ابن خلکان ص ٤٦٤، ان کے جنازے پر اعلان کیا گیا کہ آج ناصر سنت کا انتقال ہو گیا ہے۔

امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مختصر تعارف:

ماتریدیہ فرقہ امام محمد بن محمد بن محمود ماتریدی کی جانب منسوب ہے ابومنصور کنیت تھی آپ سمرقند کے محلہ ماتریدیہ میں پیدا ہوئے بعض کہتے ہیں کہ سمرقند کے شہروں میں ماترید بھی ایک شہر کا نام ہے سمرقند ماوراءالنہر کے علاقہ میں ہے۔

آپ کی تاریخ ولادت:

اس کے متعلق یقینی طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا قرائن و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تیسری صدی ہجری کے نصف میں پیدا ہوئے حتمی طور پر کہا جا سکتا ہے آپ نے حنفی فقہ اور علم کلام کی تعلیم کے سلسلہ میں نصر بن یحییٰ بلخی المتوفی ۲٦۸ھ کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا۔ "اسلامی مذاهب : صـ ۲۳۸ " مصنف ابوزہرہ مصری لیکن " الفروق والمذاهب فی الاسلام " کے صفحہ ۳۹ میں ہے کہ ابوبکر احمد جوزجانی تلمیذ ابوسلیمان جوزجانی سے فقہ حاصل کی بلاد ماوراء النہران دنوں علم فقہ اصول فقہ کے مجادلات و مناظرات کی آماجگاہ تھے آئے دن احناف و شوافع کے مابین فقہی مجادلات کی گرم بازاری رہتی اس دور میں جب محدثین و فقہاء معتزلہ کے خلاف صف آرا ہوئے تو ان کی مناظرہ بازی کا مرکز و محور علم الکلام علم فقہ اصول فقہ کے علوم و فنون تھے۔ امام ماتریدی نظری و فکری مسابقت کے میدان میں چلے بڑھے آپ حنفی المسلک تھے لہٰذا آپ کی جولانگاہ فکر و نظر زیادہ تر فقہا اصول اور اصول دین کے علوم و معارف تھے امام ماتریدی فقہا و محدثین کی تائید و توثیق کیلئے کمربستہ ہو گئے اگر چہ

آپ کا طرز و انداز بڑی حد تک اشاعرہ سے جداگانہ نوعیت کا تھا تاہم دونوں کے نتائج اکثر ہم آہنگ ہوتے البتہ قلیل مسائل میں اختلاف بھی ہے کما سیاتی۔

امام ماتریدی کے افکار کی اساس:

علماء محققین کی تحقیق ہے کہ امام ماتریدی کو جن آثار و نتائج تک رسائی حاصل ہوئی وہ بڑی حد تک امام ابوحنیفہ اور امام ابومنصور ماتریدی کے افکار و آرا کا علمی موازنہ کرنے سے ان کی باہمی یگانگت و مماثلت کا صحیح اندازہ ہوجاتا ہے اس لئے علمائے محققین کی یہ بات درست معلوم ہوتی ہے کہ امام تریدی کے افکار و آراء کی اصل و اساس امام ابوحنیفہ کے اقوال و آثار تھے اور صرف ظن و تخمین و قیاس آرائی ہی نہیں ہے بلکہ امام ماتریدی امام اعظم کی کتب کے راوی بھی ہیں مثلاً ''فقہ البسط امام بنام بتی'' رسالہ عالم و متعلم وصیت امام برائے یوسف بن خالد وغیرہا، کتب کو اپنے اساتذہ ابونصر احمد بن عباس بیاضی، احمد بن اسحٰق جوز جانی اور نصر بن یحییٰ بلخی سے روایت کرتے ہیں اور وہ اپنے استاذ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں یہ " سند اشارات المرام " میں موجود ہے ان کتب کے ملاحظہ سے یہ بات ظاہر ہے کہ امام ماتریدی تین وسائط کے ساتھ امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ عقائد سے متعلق امام ماتریدی کے نظریات امام ابوحنیفہ کے ان اقوال پر مبنی تھے جو انہوں نے ان رسائل میں بیان کئے امام ماتریدی نے امام ابوحنیفہ کے افکار و نظریات کو عقلی و نقلی و منطقی دلائل سے ثابت کیا، ہے جو بلاشک وشبہ بڑی قابل قدر چیز ہے اشارات المرام کے مصنف کا بیان ہے کہ امام ماتریدی نے قطعی دلائل کی روشنی میں ان اصولوں کو ثابت کیا اور یقینی براہین کی بناء پر ان فروعات کو استحکام بخشا۔ علامہ کوثری "اشـــارات المرام" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ بلاد ماوراء النہر بدعات کی آلودگی سے پاک وصاف تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ دلوں پر بلاشرکت غیرے حدیث نبوی کا سلسلہ جاری تھا۔ احادیث وآثار کا یہ سلسلہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا رہا۔ تا آنکہ ماوراء النہر کے امام السنّت ابومنصور ماتریدی جن کو

امام ہدایت کے لقب سے پکارا جاتا تھا منظر عام پر آئے۔ انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مسائل و دلائل کی تحقیق و تدقیق کی نذر کردیا اور اپنی گراں بہا تصانیف میں عقل و مذہب دونوں کو پیش نظر رکھا۔ (مقدمة اشارات المرام : ص ۹)

امام ماتریدی کا تقویٰ اور اُن کی کرامت:

مشائخ کبار میں سے بڑے محقق و مدقق اور متکلمین کے امام عابد زاہد صاحب کرامات بزرگ تھے۔ فقہ میں حنفی المذہب تھے ان کے زمانہ میں مذہب امام ابوحنیفہ کی امامت ان پر منتہی ہوئی آپ کا ایک باغ تھا جس میں خود کام کرتے تھے، اپنے مہمانوں کو باغ میں سے بے موسم پھل کھلاتے تھے لوگوں نے حیرت کی تو فرمایا کہ میں نے اپنے دائیں ہاتھ سے کوئی گناہ نہیں کیا اس لئے جو چیز اس کے ذریعہ سے چاہتا ہوں حاصل ہوجاتی ہے۔

لوگوں نے بادشاہ کے مظالم سے تنگ ہوکر آپ سے شکایت کی تو گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا۔ معلوم ہوا کہ اسی تاریخ میں قتل کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ (حدائق الحنفیه، تذكرة المحدثين : ۲/ ۸۷)

تصنیفات:

امام ابومنصور ماتریدی بہمہ کمالات بہت بڑے مصنف بھی تھے معتزلہ روافض اور قرامطہ کی تردید میں ان کی بڑی فاضلانہ تصنیفات ہیں ان کی کتاب تاویلات القرآن اپنے موضوع میں ایک جلیل القدر تصنیف ہے جس سے انکی غیر معمولی قابلیت علوم عقلیہ و نقلیہ سے واقفیت اور اعلیٰ درجہ کی ذکاوت کا اظہار ہوتا ہے۔ "الفروق المذاهب في الاسلام: صـ ۳۹ " میں ہے کہ کتاب تاویلات القرآن ان کی ایسی تصنیف ہے کہ اپنا نظیر نہیں رکھتی بلکہ اس فن میں جو تصنیفات پہلے ہوچکی ہیں کوئی اس کی برابری نہیں کرسکتی جہاں تک ممکن ہوتا ہے امام ماتریدی قرآن کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں کیونکہ ایک چیز کہیں مجمل و مبہم ہے تو دوسری جگہ قرآن عزیز میں وہی چیز زیادہ واضح اور صاف ہے۔

قرآن عزیز میں ہے کہ

﴿ هو الذی انزل علیك الكتاب منه ایات محكمات هن ام الكتاب واخر متشابهات ﴾ (ال عمران)

اس آیت کی تفسیر اسی اصول کے مطابق کرتے ہیں کہ آپ متشابہات کو محکمات پر محمول کرتے ہیں اور متشابہات کو ام الکتاب یعنی محکمات کی جانب راجع کرتے ہیں۔ اسی طرح امام ماتریدی نے عقائد وکلام میں اعلیٰ مرتبہ کی اور بڑی قابل قدر کتابیں تصنیف فرمائی ہیں پہلی تو وہی " تاویلات القرآن " ہے، علاوہ ازیں کتاب ماخذ الشرائع فقہ میں، کتاب الجدل اصول فقہ میں، کتاب التوحید، کتاب الاصول فی اصول الدین، کتاب المقالات فی الکلام، رد کتاب الامامۃ روافض کی تردید میں، الرد علی القرامطہ، کتاب اوہام المعتزلہ، رد وعید الفسق للعبی، رد تہذیب الجدل للعبی، رد اوائل الادلۃ للعبی، رد الاصول الخمسۃ لابی محمد الباہلی۔ بعضوں نے کتاب بیان فساد رائ المعتزلہ بھی لکھا ہے۔

وفات:

شیخ ابوزہرہ مصری فرماتے ہیں کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ آپ کی وفات ۳۳۳ھ میں ہوئی۔ اسلامی مذاہب ص ۲۳۸، الفروق والمذاہب فی الاسلام ص ۳۹، میں بھی ہے کہ ۳۳۳ھ میں وفات ہوئی سمرقند میں دفن کئے گئے اور دین پناہ تاریخ وفات ہے لیکن تاریخ دعوت وعزیمت میں ہے ۳۳۲ھ۔ واللہ اعلم



(نوٹ) یہاں تک مقدمہ مکمل ہوا فللہ الحمد اب مقصد اصلی ''عقیدہ الطحاویہ'' کی شرح یہاں سے شروع ہو رہی ہے۔

خطبة الكتاب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العلمين

قال العلامة حجة الاسلام ابو جعفر الوراق الطحاوی بمصر رحمه الله تعالیٰ : هذا ذكر بيان عقيده اهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة ابی حنيفة النعمان بن ثابت الكوفی۔ وابی يوسف يعقوب بن ابراهيم الانصاری وابی عبد الله محمد بن الحسن الشيبانی۔ رضوان الله عليهم اجمعين۔ وما يعتقدون من اصول الدين ويدينون به رب العلمين .

ترجمہ: الحمد للہ رب العٰلمین، علامہ حجۃ الاسلام ابوجعفر الوراق طحاوی مصری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ فقہاء ملت امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی، امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، امام ابوعبداللہ محمد بن حسن الشیبانی، رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مذہب کے مطابق اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کا بیان ہے، نیز اصول دین میں ان کے اعتقادات، اور رب العٰلمین کے حق میں ان کے جو معتقدات ہیں ان کا بیان ہے۔

تشریح: امام طحاوی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے ائمہ ثلاثہ کے بیان کردہ عقائد کو اس مختصر سا رسالہ میں جمع فرمایا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، انبیاء علیہم السلام آسمانی کتابیں ملائکہ، برزخ قیامت، جنت وجہنم وغیرہ کے بارے وہ حضرات جو اعتقاد رکھتے تھے ان کو جمع فرمایا تاکہ فقہی مسائل کی طرح عقائد میں بھی انہی حضرات کے بیان کردہ عقائد کو اپنایا جا سکے۔

ابی حنیفہ النعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالیٰ:

فقہ کے جلیل القدر امام جنہوں نے سب سے پہلے اصول وضع کر کے قرآن وحدیث

اوراجماع سے مسائل مستنبط فرمائے پیدائش ۔ ۸۰ھ ہے جوصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری دور تھا۔ ان کی انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عامر بن طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی، وفات ۱۵۰ھ

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ:

امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم کے امین ہیں جنہوں نے امام اعظم کے اصول کے تحت مسائل مستنبط کر کے دنیا کے اطراف میں پھیلائے ۸۷ سال کی عمر میں ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ:

یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد خاص ہیں، جو امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھی بھی ہیں اور شاگرد بھی جنہوں نے فقہ حنفی کو باقاعدہ کتابی شکل دی، ان کی تصنیف کردہ مشہور چھ کتابیں فقہ حنفی کی ظاہر الروایت ہیں۔

(۱) المبسوط (۲) الزیادات (۳) السیر الصغیر
(٤) السیر الکبیر (٥) الجامع الصغیر (٦) الجامع الکبیر

تاریخ پیدائش سنہ ۱۴۱ھ ہے اور ۵۸ سال کی عمر میں ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔

" قولہ ومایعتقدون من اصول الدین ."

اصول دین سے مراد علم عقائد ہیں۔ اب علم عقائد کیا ہیں علمائے نے علم عقائد کی متعدد تعریفیں کی ہیں۔ چندایک یہاں ذکر کرتے ہیں۔

علم عقائد کی اصطلاحی تعریف

(۱) علم یدرك به التوحید، و یعلم ذات اللّٰه سبحانه وصفاته .

(احیاء العلوم ۱۔۱٤۔ ۱٥)

علم عقائد وہ علم ہے جس سے توحید باری تعالیٰ، نیز اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا علم

حاصل ہو۔

(۲) علم یقتدر معه علی اثبات العقائد الدینیة بایراد الحجج علیها، رفع الشبهة عنها . (الطوالع للبیضاوی : ٤)

علم عقائد کی دوسری تعریف یہ کی ہے کہ علم عقائد وہ علم ہے جسکے ذریعہ حجت وبراہین کے ذریعہ دینی عقائد ثابت کرنے کا اور اس سے شبہات کو دور کرنے کا ملکہ حاصل ہو۔

علم عقائد کا موضوع

علم عقائد کا موضوع وہ امور ہیں جن کا ضرورۃً، بداہۃً، کسبًا اور استدلالاً، اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔

علم عقائد کی غرض وغایت

" تقویة الیقین بالدین عن طریق اثبات العقائد الدینیه بالبراهین القطعیة، ورد الشبهة عنها ."

دینی عقائد کو قطعی دلائل سے ثابت کر کے اور اس سے شبہات کو دور کر کے دین کے بارے میں یقین کی پختگی حاصل کرنا اس علم کی غایت ہے۔ اس طرح دین کے اساس اور بنیاد کو مبطلین کے شبہات سے اور ان کی تلبسات سے محفوظ رکھنا۔

ایمان باللہ اور توحید

قوله : نقول فی توحید اللّٰه معتقدین بتوفیق اللّٰه .

عقیدۃ: ۱ " إن اللّٰه واحد لا شریك له ."

ترجمہ: توفیق ایزدی کے ساتھ توحید باری تعالیٰ سے متعلق ہم اس اعتقاد کا اعلان کرتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔

تشریح: پہلی چیز جس سے عقیدہ کی ابتداء ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات پر ایمان لانا ہے اور ان کے نازل کردہ تمام احکام کو قبول کرنا ہے۔ ایمان باللہ کے دو مرحلے ہیں

(۱) اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) اور ان کی ذات، صفات، اسمائے افعال اور احکام میں کوئی شریک نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لا شريك له وبذلك امرت وأنا أول المسلمين ﴾

(سورة الأنعام : ۱۶۳)

ترجمہ: "جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھکو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔"

توحید کے تین مراتب

علماء نے توحید کے تین مراتب بیان کئے۔

(۱) توحید الذات:

جس طرح ذات مقدسہ کی حقیقت کا ادراک ناممکن ہے۔ اس طرح توحید ذات کی حقیقت کا ادراک بھی ناممکن ہے۔

(۲) توحید الصفات:

ہر صفت میں اللہ تعالیٰ یکتا ہے۔

(۳) توحید الافعال:

ہر فعل کے بارے میں یہ کامل یقین کرنا کہ ہر چیز کو وجود بخشنے والی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اس کے سوا کوئی نہیں۔

(خلاصة المرجاني على شرح العقائد الجلالي : ۱/۲۵۲)

شرک کا مفہوم

شرک کا معنی اور مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اسمائے افعال اور احکام میں کسی اور کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الشعراء میں قیامت کے روز مشرکین کا اعتراف نقل فرمایا ہے:

﴿ تالله إن كنا لفي ضلال مبين ○ إذ نسويكم برب العلمين ﴾

ترجمہ: خدا کی قسم ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمہیں (خدائے) رب العلمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔

امور خمسہ میں سے کسی میں بھی غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے برابر قرار دینا شرک ہے۔

(معارف القرآن لمفتي محمد شفيع صاحب رحمه الله تعالى)

شرک کی اقسام

شرک فی الذات:

شرک فی الذات کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی خدائی میں کسی کو شریک کرنا، جیسے عیسائی تین خدا مانتے ہیں، آتش پرست دو خدا مانتے ہیں، ہندو اور بتوں کو پوجنے والے بہت سارے خدا مانتے ہیں، یہ سب شرک فی الذات ہے۔

شرک فی الصفات:

شرک فی الصفات کا معنی یہ ہے کہ غیر اللہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی الوہیت اور خدائی میں تو شریک نہ ٹھہرایا جائے، البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات خاصہ جو صرف اسی کیلئے ثابت ہیں، ان میں دوسروں کو شریک کیا جائے۔ اس شرک کی چند موٹی موٹی اقسام ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

شرک فی العبادات:

جو کام اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی تعظیم اور بڑائی کی خاطر اپنے بندوں کے لئے جاری فرمائے ہیں، ان کاموں کو عبادت کہا جاتا ہے، مثلاً نماز پڑھنا، رکوع کرنا، سجدہ کرنا، اس کے گھر کا طواف کرنا، روزہ رکھنا وغیرہ۔ جو ایسے کاموں میں غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرتا ہے، وہ شرک فی العبادت کا مرتکب ہے، مثلاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا، رکوع کرنا، یا اس کے لئے نماز کی طرح قیام کرنا، یا کسی قبر کو سجدہ کرنا، یا کسی نبی، ولی، پیر یا امام کے نام کا روزہ

رکھنا، کسی کے نام کی قربانی کرنا، کسی کے نام کی منت ماننا، کسی کے گھر یا قبر کا بیت اللہ کی طرح طواف کرنا، کسی سے اللہ کی طرح حاجتیں مانگنا، غیر اللہ کو اللہ کی طرح پکارنا وغیرہ سب شرک فی العبادت ہے۔

شرک فی الحکم:

حاکم یعنی حکم دینے والی ذات اللہ تبارک وتعالیٰ کی ہے۔ کسی چیز کا حلال ہونا، یا حرام ہونا، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حلال یا حرام کرنے کی وجہ سے ہے۔ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے تو وہ شرک فی الحکم کا مرتکب ہے، مثلاً کسی پیر یا ولی کی منع کردہ چیزوں کو حرام سمجھ لینا، جن کاموں کا پیر نے حکم کیا اس کو اللہ کے فرض کی طرح فرض اور ضروری سمجھ لینا، یا غیر اللہ کے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح ماننا وغیرہ شرک فی الحکم ہے۔

شرک فی العلم:

علم غیب اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو کلی اور ذاتی ہو۔ جو علم جزئی یا عطائی ہو، وہ علم غیب نہیں ہوتا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غیر اللہ کو شریک کرے وہ شرک فی العلم کا مرتکب ہے، مثلاً یہ سمجھے کہ فلاں نبی یا فلاں ولی علم غیب جانتے تھے، یا انہیں کائنات کے ذرّے ذرّے کا علم ہے، یا وہ اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد ہمارے تمام حالات سے باخبر ہیں یا انہیں دور ونزدیک کی تمام چیزوں کی خبر ہے، یہ شرک فی العلم ہے۔

شرک فی القدرت:

اللہ تعالیٰ کے لئے صفت قدرت ثابت ہے کہ وہ ذات قادر مطلق ہے، کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت کسی دوسرے کے لئے ثابت کرنا شرک فی القدرت کہلاتا ہے، مثلاً یہ عقیدہ رکھنا کہ پیر بھی بیٹا یا بیٹی دے سکتے ہیں اور اسی وجہ سے بیٹے کا نام ''پیراں دتہ'' رکھنا، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ کوئی نبی یا ولی بارش برسا سکتے ہیں، یا مرادیں پوری کر سکتے ہیں یا مقدمہ میں کامیاب کرا سکتے ہیں، یا روزی دے سکتے ہیں، یا روزی میں فراخی پیدا کر سکتے ہیں، یا زندگی موت ان کے قبضہ میں ہے، یا کسی کو نفع ونقصان پہنچا سکتے ہیں، یہ سب شرک فی القدرت ہے۔

شرک فی السمع والبصر:

سمع کا معنی سننا، اور بصر کا معنی دیکھنا، اللہ تعالیٰ کے لئے خاص قسم کا سننا اور خاص قسم کا دیکھنا ثابت ہے، جس کی تفصیل توحید کے بیان میں آ رہی ہے۔ ایسا سننا اور ایسا دیکھنا مخلوق میں سے کسی کیلئے ثابت نہیں۔ کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں نبی یا ولی ہماری تمام باتوں کو دور ونزدیک سے سن لیتے ہیں، ہمیں یا ہمارے کاموں کو ہر جگہ سے دیکھ لیتے ہیں، شرک فی السمع والبصر ہے۔

شرک فی الصفات:

ہر جگہ حاضر ناظر اور ہر جگہ موجود صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی نبی یا کسی ولی کے لئے یہ صفت ماننا بھی شرک فی الصفات ہے۔ اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ کی دیگر صفات جن کا بیان توحید کے باب میں آئے گا، ان میں سے کسی ایک صفت میں غیر اللہ کو شریک کرنا شرک فی الصفات کہلاتا ہے۔

کفر وشرک ایسا بدترین جرم ہے کہ کافر ومشرک کی اگر حالت کفر میں موت آ جائے تو ان کی کبھی معافی نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کی بخشش ہوگی، یہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

دنیا کے بارے میں کافر ومشرک کی دعا قبول ہو سکتی ہے، لیکن آخرت کے بارے میں کسی کافر ومشرک کی کوئی دعا قبول نہیں ہوتی۔

شرک کا انجام

جس انسان کا خاتمہ شرک پر ہو وہ ابدی بد بخت ہے ہمیشہ جہنم میں جلے گا۔

قوله تعالیٰ: ﴿إن الله لايغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك

لمن يشاء ﴾ (النساء : ۱۱۶)

ترجمہ: ''خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے بخش دے گا۔''

قوله تعالیٰ: ﴿ إنه من يشرك بالله فقد حرم الله عليه الجنة ومأواه النار وما للظلمين من أنصار ﴾ (المائدة : ۷۲)

ترجمہ: ''جو شخص خدا کے ساتھ شرک کرے گا، خدا اس پر بہشت کو حرام کر دے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔''

اللہ تعالیٰ بے مثل ہے

عقیدة: ۲ " ولا شيء مثله ."

ترجمہ: ''کائنات کی کوئی بھی چیز اس کی مثل نہیں۔''

تشریح: ذات، صفات، اسماء، افعال اور احکام میں کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں۔ جو باتیں مخلوقات کے خصائص میں سے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت نہیں کیا جا سکتا نہ ہی مخلوق کے کسی وصف کو اللہ تعالیٰ کے کسی وصف کے مثل قرار دیا جا سکتا ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ ليس كمثله شيء وهو السميع البصير ﴾

(الشورىٰ : ۱۱)

ترجمہ: ''اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے

عقیدة: ۳ " ولا شيء يعجزه ."

ترجمہ: ''اور نہ ہی کوئی چیز اسے عاجز کر سکتی ہے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی وجہ سے کائنات کی کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو اپنے ارادہ سے روک نہیں سکتی۔

قوله تعالیٰ: ﴿ وما كان الله ليعجزه شيء في السموات ولا في الارض إنه كان عليمًا قديرا ﴾ (الفاطر : ۴۴)

ترجمہ: ''اور خدا ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے وہ علم والا قدرت والا ہے۔''

عقیدة: ۴ " ولا إله غيره ."

ترجمہ: ''اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

تشریح: یہ وہ کلمہ ہے جسکی طرف تمام رسولوں نے دعوت دی، جسکے اقرار سے انسان ظلمت کفر سے نکل کر نور ایمانی میں داخل ہوتا ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ وإلهكم إله واحد لا إله إلا هو الرحمن الرحيم ﴾

(البقرة : ۱۶۳)

ترجمہ: ''اور (لوگو) تمہارا معبود خدائے واحد ہے اس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''

عقیدة: ۵ " قديم بلا ابتداء دائم بلا انتهاء ."

ترجمہ: ''وہ قدیم ہے جسکی کوئی ابتدا نہیں۔ وہ دائم ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کے وجود کی نہ ابتداء ہے نہ انتہاء ہے، کیونکہ جس چیز کے وجود کی ابتداء اور انتہاء ہو وہ حادث اور مخلوق ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ قدیم اور خالق ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے وجود کی ابتداء اور انتہاء نہیں ہو سکتی۔

قوله تعالیٰ: ﴿ هو الأول والآخر ﴾ (الحديد : ۳)

ترجمہ: ''وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا ہے۔''

قوله عليه السلام: " اللّهم أنت الأول فليس قبلك شيء وأنت الآخر فليس بعدك شيء ." (مسلم : ۲۷۱۳)

ترجمہ: ''آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں۔''

عقیدۃ: ٦ " لایفنی و لایبید ."

ترجمہ: ''وہ ذات نہ فنا ہوگی نہ ختم ہوگی۔''

تشریح: یہ درحقیقت عقیدہ نمبر ۵ کی تاکید اور اسی کا اقرار ہے اسی طرح فناء اور بیید الفاظ متقاربہ ہیں، فناء کا معنی خود زائل ہونا اور بیید کا معنی غیر کے ہلاک کرنے سے زائل ہونا۔

قوله تعالیٰ : ﴿ کل شیء هالك إلا وجهه ﴾

ترجمہ: ''اس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔''

(القصص : ۸۸)

اللہ تعالیٰ کا ارادہ

عقیدۃ: ۷ " ولایکون الامایرید ."

ترجمہ: ''اس جہاں میں وہی کچھ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔''

تشریح: اس میں قدریہ اور معتزلہ پر رد ہے، قدریہ تو تقدیر کے منکر ہیں جبکہ معتزلہ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں سے ایمان کا ارادہ فرمایا، لیکن کافروں نے کفر کا ارادہ کیا۔ ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ قرآن وحدیث کی تصریح اس کے خلاف ہے۔

قوله تعالیٰ : ﴿ فعال لما یرید ﴾ (البروج : ١٦)

ترجمہ: ''جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔''

قوله تعالیٰ : ﴿ یفعل ما یشاء ﴾ (الحج : ١٨)

ترجمہ: ''جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔''

قوله تعالیٰ : ﴿ ویحکم ما یرید ﴾ (المائدة : ١)

ترجمہ: ''اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔''

محققین اہل سنت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ کی دو قسمیں ہیں:

(۱) ارادہ کونیہ (۲) ارادہ شرعیہ

ارادہ شرعیہ کا معنی محبت اور رضاء، ارادۂ کونیہ کا معنی اللہ تعالیٰ کی وہ مشیت جو تمام موجودات کو شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ دونوں قسموں کو شامل ہے۔

عقیدۃ: ۸ " لاتبلغه الاوهام ولاتدركه الافهام ."

ترجمہ: ''خیالات اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے۔''

تشریح: یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتے۔ ہم تو اللہ تعالیٰ کو صفات کے ذریعہ پہچانتے ہیں۔

قوله تعالیٰ : ﴿ ولا یحیطون به علمًا ﴾ (طه : ١١٠)

ترجمہ: ''اور وہ (اپنے) علم کے ساتھ خدا (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔''

عقیدۃ: ۹ " ولا یشبهه الانام ."

ترجمہ: ''مخلوق کے ساتھ اس کی کوئی مشابہت نہیں۔''

تشریح: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے کسی وصف کے ساتھ مشابہ نہیں اور مخلوق میں سے کوئی اپنے وصف میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشابہ نہیں جس پر ایک دوسرے کو قیاس کیا جا سکے یا ایک کو دوسرے کے مشابہ قرار دیا جا سکے، یہ مشبہ پر رد ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ قرار دیتے ہیں۔

قوله تعالیٰ : ﴿ لیس کمثله شیء ﴾ (الشوری : ١١)

ترجمہ: ''اور اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ پر موت اور نیند طاری نہیں ہوتی

عقیدۃ: ١٠ " حی لایموت قیام لاینام ."

ترجمہ: ''وہ زندہ ہے اسے موت نہیں آئے گی، وہ محافظ ہے اسے نیند نہیں آتی۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کی حیات ابدی ہے کبھی موت کے ذریعہ ختم نہ ہوگی جیسے وہ ہمیشہ ہیں کبھی عدم طاری نہ ہوگی۔ وہ ذات کائنات کے مدبر ہے اس ذات پر نینداور اونگھ کی غفلت طاری نہیں ہوتی عالم کا قیام اس کے قبضۂ قدرت میں ہے اللہ خود قائم ہیں دوسروں کو قائم فرمانے والے ہیں۔

قوله تعالىٰ : ﴿ الله لا إله إلا هو الحي القيوم لا تأخذه سنة ولا نوم ﴾ (البقرة : ٢٥٥)

ترجمہ: ''خدا (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا اسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔''

قوله عليه السلام : " ان الله لا ينام ولا ينبغي له ان ينام ."

(رواه مسلم وابن ماجة)

اللہ تعالیٰ خالق ورازق ہے

عقیدۃ: ١١ " خالق بلاحاجة ، ورازق بلامؤنة ."

ترجمہ: ''وہ سب کائنات کا خالق ہے۔ حالانکہ اسے اس کی کوئی حاجت نہیں وہ سب کا رازق ہے اسے اس میں کوئی مشقت نہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ کل کائنات کا خالق اور موجد ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا محتاج نہیں تھا یعنی اس کو مخلوق کو پیدا کرنے کی اس طرح کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مثلاً ایک پلنگ بنانے والا اپنے پلنگ کا محتاج اور ضرورت مند ہے کہ اس پر بیٹھ کر آرام کرے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو روزی پہنچاتے ہیں۔ اس روزی رسانی میں اللہ تعالیٰ کو نہ تو کوئی مشقت ہے۔ نہ ہی اللہ تعالیٰ اس پر کسی سے کوئی عوض مانگتا ہے۔

قوله تعالىٰ : ﴿ إن الله هو الرزاق ذوالقوة المتين ﴾

(الذاريات : ٥٨)

ترجمہ: ''خدا ہی تو رزق دینے والا زور آور (اور) مضبوط ہے۔''

قوله تعالىٰ : ﴿ والله الغني وأنتم الفقراء ﴾ (محمد : ٣٨)

ترجمہ: ''اور خدا بے نیاز ہے اور تم محتاج۔''

حدیثِ قدسی ہے: جسکو ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اے میرے بندو اگر تمہارے تمام اولین اور آخرین انسان اور جنات سب متقی پرہیزگار بن جائیں اس سے میری بادشاہت وحاکمیت میں ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا۔ اے میرے بندو اگر تمہارے تمام اولین وآخرین انسان وجنات، فاسق وفاجر بن جائیں، اس سے میری عظمت وبڑائی میں ذرہ برابر کمی نہیں آئے گی، اگر تمام اولین وآخرین، انسان اور جنات ایک جگہ کھڑے ہوکر اپنی اپنی مرادیں مانگیں اور میں ہر ایک کو ان کی مرادیں پوری کردوں، اس سے میرے خزانہ میں اتنی کمی بھی نہیں آئے گی جتنی بھرے سمندر میں سوئی ڈالنے سے اس کے ناکے میں پانی آتا ہے۔ (مسلم)

عقیدۃ: ١٢ " مميت بلا مخافة باعث بلا مشقة ."

ترجمہ: ''وہ سب کو بلا کسی خوف وخطر کے موت دینے والا ہے اور سب کو بلا کسی مشقت کے (قیامت کے روز) دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔''

تشریح: اللہ تمام مخلوق پر موت طاری فرماتے ہیں۔ اس بارے میں کسی فرد یا قوت سے خوف زدہ نہیں ہوتے نیز قیامت کے روز سب کو دوبارہ زندہ فرمائیں گے۔ دوبارہ زندہ فرمانے میں کسی قسم کی کوئی مشقت اور تکلیف نہ ہوگی بلکہ دوبارہ زندہ کرنا پہلی مرتبہ پیدا کرنے کی طرح آسان ہے۔

قوله تعالىٰ : ﴿ ولا يخاف عقبها ﴾ (الشمس : ١٥)

ترجمہ: ''اور اس کو ان کے بدلہ لینے کا کچھ بھی ڈر نہیں۔''

قوله تعالیٰ: ﴿أو ليس الذى خلق السمٰوات والارض بقادر على أن يخلق مثلهم بلى وهو الخلاق العليم﴾ (يٰس : ٣٦)

ترجمہ: ''بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کردے کیوں نہیں اور وہ تو بڑا پیدا کرنا والا اور علم والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا وجود ازلی اور ابدی ہے

عقیدة: ١٣ "مازل بصفاته قديما قبل خلقه، لم يزدد بكونهم شيئا لم يكن قبلهم من صفاته و كما كان بصفاته ازليا كذلك لايزال عليها ابديا ."

ترجمہ: ''وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہمیشہ سے اپنی تمام تر صفات کے ساتھ قدیم ہے، مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے کسی وصف میں اضافہ نہیں ہوا، وہ جملہ صفات کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور اسی طرح ہمیشہ تمام صفات کے ساتھ متصف رہیں گے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے تمام صفات کمال کے ساتھ متصف ہیں اللہ تعالیٰ تمام ذاتی اور فعلی صفات کے ساتھ قدیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا حدوث کے متعلق ہونے سے نفس صفات کا حادث ہونا لازم نہیں آتا۔ اس لئے صفت اور چیز اور تعلق اور چیز لہٰذا مخلوق کو اور مخلوق کی ضروریات کو پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں اس طرح اضافہ نہیں ہوا، کہ پہلے وہ صفت نہیں تھی بعد میں، مخلوق کو ایجاد کرنے سے وہ صفت پیدا ہوئی ہو یا اضافہ ہوا ہوا ایسا نہیں ہوا، جیسے وہ صفات ازلی ہیں اس طرح ابدی بھی ہیں، اللہ تعالیٰ کا ان صفات سے متصف ہونا بھی ازل سے ابد تک کیلئے ہے لہٰذا ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ فلاں وصف کے ساتھ متصف ہوا ہے۔ یہ معتزلہ اور جہمیہ وغیرہ پر رد ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں نعوذ باللہ کہ اللہ تعالیٰ صفت کلام وغیرہ کے ساتھ بعد میں متصف ہوا۔ ان کے عقیدہ کا بطلان ظاہر ہے۔

عقیدة: ١٤ "ليس منذ خلق الخلق استفاد اسم "الخالق" ولا بحداثه البرية استفاد اسم "البارى"."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد اپنے لئے خالق کا نام وضع نہیں کیا اور نہ ہی بریہ (مخلوق) کو معرض وجود میں لاکر ''باری'' کا نام اختیار کیا۔''

تشریح: یہ اس سے قبل والے عقیدہ ۱۳ کی مزید وضاحت ہے کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ہی صفت خالقیت اور باریت کے ساتھ متصف ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتو ان کے ضد کے ساتھ متصف ہونگے یہ ان میں نقص ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کو نقص سے منزہ سمجھنا ضروری ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد صفت خلق کے ساتھ متصف ہے تو مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بھی متصف تھے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے کے ساتھ صفت خلق مخلوق کے ساتھ متعلق ہوا، یہی حال صفت باری کا بھی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آسمان زمین اور دیگر مخلوق وجود میں نہیں آئی تھی، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ صفت خلق کے ساتھ متصف تھے اب وجود میں آنے کے بعد بھی تا ابد متصف ہے اور متصف رہیں گے۔

عقیدة: ١٥ "له معنى الربوبية ولامربوب له، ومعنى الخالق لامخلوق له ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ بغیر کسی مربوب (پالنے والے) کے بھی ''رب'' ہے، وہ کسی چیز کو پیدا کرنے کے بغیر بھی ''خالق'' ہے۔''

تشریح: یہ بھی پہلی صفت کی مزید وضاحت ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے سے صفت خالقیت کے ساتھ متصف ہے۔ اسی طرح مربوب کے پائے جانے سے پہلے سے ہی صفت ''ربوبیت'' کے ساتھ متصف ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ یأیها الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم ﴾ (البقرة: ٢١)

ترجمہ: ''لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو، جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت احیاء دائمی ہے

عقیدة: ١٦ " کما انه محی الموتیٰ بعد مااحیاء، استحق هذا الاسم قبل احیائهم، کذلك استحق اسم الخالق قبل انشائهم ."

ترجمہ: ''جیسے وہ مردوں کو زندہ کرنے کے بعد محی (زندہ کرنے والا) کہلاتا ہے۔ یعنی وہ زندہ کرنے سے پہلے بھی اس نام کا مستحق ہے۔ اسی طرح وہ مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی خالق کے نام کا استحقاق رکھتا ہے۔''

تشریح: یہ بھی مثال سابق کی طرح ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ برزخ میں اور قیامت کے روز مردوں کو دوبارہ زندہ کرنے کے بعد محی کہلاتا ہے اسی طرح اس وقت کے آنے سے پہلے آج بھی اللہ تعالیٰ محی (زندہ کرنے والا) کہلانے کا مستحق ہے۔ اسی طرح مخلوق کو پیدا کرنے سے قبل ہی سے اللہ خالق ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ إن ذلك لمحی الموتی وهو علی کل شیء قدیر ﴾ (الروم: ٥٠)

ترجمہ: ''بے شک وہ مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لئے صفت احیاء کو ثابت کیا گیا حالانکہ احیاء تو قیامت کے روز ہوگا، تو معلوم ہوا احیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کیلئے محی ہونے کی صفت ثابت ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کے اَزلی ہونے کے دلائل

عقیدة: ١٧ " وذلك بانه علی کل شیء قدیر . و کل شیء الیه فقیر و کل امر علیه یسیر، و لایحتاج الی شیء، لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر ."

ترجمہ: ''اس لئے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور ہر چیز اس کی محتاج ہے ہر کام اس کیلئے آسان ہے، وہ کسی شیء کا محتاج نہیں اس کی کوئی مثال نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

تشریح: یہ ماقبل میں جو اللہ تعالیٰ کیلئے صفات ازلی ثابت کئے اس کی دلیل ہے۔ "ذلك" ازلی صفات کے ثبوت کی طرف اشارہ ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور کائنات کی ہر چیز اپنے وجود اور بقاء میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے اور کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی مثل مشابہ نہیں ہے۔ تو وہ ذات، ازل میں خلق اور احیاء پر کیسے قادر نہ ہوگی۔ ازل میں ہی ہر چیز کو وجود بخشا اس ذات پر آسان کیسے نہ ہوگا۔ اگر یہ صفات ازلی نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ ازل میں ان صفات کے محتاج ہونگے۔ ممکنات میں اس کی بہت ساری مثالیں ہونگی حالانکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے۔ احتیاج سے منزہ ہے۔ معتزلہ نے اس آیت کے مفہوم کو بدل دیا۔ ﴿ واللہ علی کل شیء قدیر ﴾ اسکا مطلب یہ بیان کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت میں داخل ہیں ان پر تو قادر ہے۔ نفس افعال افعال عباد پر ان کے نظریہ کے مطابق قادر نہیں گویا کہ معتزلہ اللہ تعالیٰ سے کمال قدرت کی صفت کی نفی کرتے ہیں، جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ اللہ تعالیٰ کیلئے قدرت کاملہ ثابت کرتے ہیں۔ ﴿ لیس کمثله شیء ﴾ ''مشبہ پر رد ہے۔'' ﴿ وهو السمیع البصیر ﴾ ''معطلہ پر رد ہے۔''

سمع و بصر کی اثبات سے تشبیہ لازم نہیں آتی کیونکہ مخلوق کی صفات مخلوق کی شان کے مطابق اور خالق کی صفات خالق کی شان مطلق ہے۔

عقیدة: ١٨ " خلق الخلق بعلمه ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اپنے علم سے پیدا کیا۔''

تشریح: یہاں خلق بمعنی اوجد، انشاء ہے۔ انشاء الخلق أی المخلوق، نظام عالم کو

اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق کے تمام حوائج وضروریات سے واقف ہیں، ان کے مادۂ تخلیق مدت حیاۃ، انجام تمام چیزوں کا اللہ تعالیٰ کو مکمل علم تخلیق سے پہلے سے حاصل ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ ألا يعلم من خلق وهو اللطيف الخبير ﴾ (الملك: ١٤)

ترجمہ: ''بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔''

تقدیر کا مقرر ہونا

عقیدۃ: ١٩ " وقدر لهم اقدارا ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں مقرر و معین کر دیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرما کر۔ ہر ایک کیلئے قدرین متعین فرمادیں، مدت، رزق عزت، ذلت، فناء، زوال اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر ایک کیلئے ایک اندازہ اور مقدار متعین ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ إنا كل شيء خلقنه بقدر ﴾ (القمر: ٤٩)

ترجمہ: ''ہم نے ہر چیز اندازہ کے ساتھ پیدا کی ہے۔''

قوله تعالیٰ: ﴿ وما كان لنفس أن تموت إلا باذن الله كتابا مؤجلا ﴾ (ال عمران: ١٤٥)

ترجمہ: ''اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ خدا کے حکم کے بغیر مر جائے (اس نے موت کا) وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے۔''

قوله علیه السلام: " قدر الله مقادير الخلق قبل ان يخلق السمٰوٰت والارض بخمسين الف سنة . وكان عرشه على الماء." (رواه مسلم)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھدی ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کا عرش پانی پر ہی تھا۔''

عقیدۃ: ٢٠ " وضرب لهم آجالا ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کیلئے اجل (یعنی آخری وقت) مقرر کر دیا۔''

تشریح: آجال، اجل کی جمع ہے۔ اجل کہتے ہیں کسی شیء کی عمر کی مدت کو، یعنی مخلوق میں سے ہر چیز فنا ہوگی اور ان کی فنائیت کا ایک وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔ اس میں تقدیم تاخیر نہیں ہوسکتی جیسے ہی وہ مقررہ وقت آجائے بلا تاخیر فوراً فنا ہو جاتی ہے۔

قوله تعالیٰ: ﴿ لكل اجل كتاب ﴾ (الرعد: ٣٨)

ترجمہ: ''ہر (حکم) قضاء (کتاب) میں مرقوم ہے۔''

وقوله تعالیٰ: ﴿ وأجل مسمى عنده ثم أنتم تمترون ﴾ (الانعام: ٢)

ترجمہ: ''اور ایک مدت اس کے ہاں مقرر ہے پھر بھی تم شک کرتے ہو۔''

اللہ تعالیٰ کا علیم وخبیر ہونا

عقیدۃ: ٢١ " ولم يخف عليه شيء قبل ان يخلقهم وعلم ماهم عاملون قبل ان يخلقهم ."

ترجمہ: ''مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے اللہ پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی اور لوگوں کو پیدا کرنے سے پہلے جانتا تھا کہ لوگ اپنی زندگی میں کیا کچھ عمل کریں گے۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ جس طرح مخلوق کو پیدا کرنے کے بعد ان کے ہر عمل سے واقف ہیں اسی طرح ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہی سے اللہ کو علم تھا کہ یہ دنیا میں آنے کے بعد کس قسم کے عمل کریں گے۔ کون کیا اور کیسا عمل کرے گا۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ ھو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مؤمن واللّٰہ بما تعملون بصیر ﴾ (التغابن: ۲)

ترجمہ: ''وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے کوئی مؤمن اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے دیکھتا ہے۔''

عقیدۃ: ۲۲ " وامرھم بطاعتہ ونھاھم عن معصیتہ ."

ترجمہ: ''اللہ نے بندوں کو اپنی طاعات کا حکم دیا، اور اپنی نافرمانی سے منع فرمایا۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بے کار پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کو احکام کا مکلف بنایا کچھ عبادات کا حکم فرمایا۔ بعض کاموں سے منع فرمایا۔ ان دونوں قسم کے امور کو جاننے کیلئے شریعت کا علم ضروری ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ﴾ (الذاریات: ۵۶)

ترجمہ: ''اور ہم نے بنایا جنوں اور انسانوں کو تا کہ وہ میری عبادت کریں۔''

تقدیر اور مشیت الٰہی کا بیان

عقیدۃ: ۲۳ " وکل شیء یجری بتقدیرہ، ومشیتہ، ومشیتہ تنفذ . لامشیۃ للعباد، الا ماشاء لھم، فماشاء لھم کان، ومالم یشاء لم یکن ."

ترجمہ: ''کائنات کی ہر چیز اس کی تقدیر اور مشیت کے مطابق چلتی ہے۔ اس جہاں میں اسی کی مشیت نافذ العمل ہے۔ بندوں کی کوئی مشیت نہیں مگر جو ان کے لئے اللہ نے چاہا۔ جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ جب کائنات کا خالق اور مالک ہے۔ کائنات میں خوشی، غمی، نفع ونقصان، مصیبت وراحت، عزت وذلت، فقر وغناء، موت وحیات، جو کچھ بھی حالات ظہور پذیر ہوتے ہیں، سب اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت کے تحت ہوتے ہیں، اس میں بندوں کی مشیت کا دخل نہیں، جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے جسکو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا، کافر کا کفر، فاسق کا فسق تقدیر الٰہی کے مطابق ہے اسی کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت ہے۔ تو کفر کا فر مراد الٰہی تو ہے مگر اس کے ساتھ رضاءِ الٰہی وابستہ نہیں۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ و لا یرضی لعبادہ الکفر ﴾ (الزمر: ۷)

ترجمہ: ''اور وہ اپنے بندوں کیلئے ناشکری پسند نہیں کرتا۔''

قولہ تعالیٰ: ﴿ وما تشاؤن إلا أن یشاء اللّٰہ رب العٰلمین ﴾ (التکویر: ۲۹)

ترجمہ: ''اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر وہی جو خدا رب العالمین چاہے۔''

اللہ کا فضل اور عدل

عقیدۃ: ۲۴ " یھدی من یشاء ویعصم ویعافی فضلا و یضل من یشاء ویخذل ویبتلی عدلا ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے حفاظت فرماتا ہے اور عافیت دیتا ہے اور عدل وانصاف کی بنیاد پر جسے چاہتا ہے گمراہ، رسوا اور آزمائش میں مبتلاء کر دیتا ہے۔''

تشریح: جب اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق اور مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز واجب اور لازم نہیں اور دنیا میں جو چیز وجود میں آتی ہے اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مشیت سے آتی ہے۔ البتہ بندوں کو کسب کی قدرت دی ہے اور یہی مدار تکلیف ہے۔ اب کسی کو ہدایت دے۔ گناہوں سے حفاظت فرمائے عافیت کی زندگی عطا فرمائے یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اگر اس کے برعکس معاملہ فرمائے گمراہ کرے مصائب میں گرفتار کرے، سزا دے یہ سب اس کے عدل کا تقاضا ہے، چونکہ اصلح وبہتر کی قوت دینا یہ اللہ کے ذمہ لازم نہیں، اس لئے کسی

معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کرنا حرام ہوگا۔

قوله تعالیٰ: ﴿ وما انا بظلام للعباد ﴾

قوله تعالیٰ : ﴿ ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها ﴾ (السجدة: ١٣)

ترجمہ: ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔''

عقیدۃ: ٢٥ " وكلهم يتقلبون في مشيته بين فضله وعدله ."

ترجمہ: ''تمام لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت اس کے فضل وکرم اور عدل وانصاف کے مابین زندگی کے مختلف مسائل سے دوچار رہتے ہیں۔''

تشریح: فضل کا معنی بغیر استحقاق دینا، عدل کا معنی مساوات' برابری جس میں نہ کمی ہو نہ زیادتی تو بندہ پر جو مصائب وغیرہ آتے ہیں یہ عدل ہے اور نعمت کا فیضان جس کسی شکل میں ہو یہ اللہ کا فضل ہے۔

عقیدۃ: ٢٦ " هو متعال عن الاضداد والانداد ."

ترجمہ: ''اللہ ہمسروں اور شرکاء سے بلند تر ہے۔''

تشریح: اضداد جمع ہے ضد کی۔ بمعنی معارض، مقابل۔ انداد جمع ہے ند کی بمعنی مثل شریک، یعنی اللہ تعالیٰ کا نہ کوئی ضد ہے جو اس سے معارضہ اور مقابلہ کر سکے اور نہ کوئی اس کا مثل اور شریک ہے بلکہ تنہا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ ہی ہوتا ہے جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔

قوله تعالیٰ : ﴿ فلا تجعلوا لله أنداداً وأنتم تعلمون ﴾ (البقرة : ٢٢)

ترجمہ: ''پس کسی کو خدا کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔''

وقوله تعالیٰ : ﴿ ولم يكن له كفواً احد ﴾ (اخلاص : ٤)

ترجمہ: ''اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''

اس عقیدہ میں معتزلہ پر رد ہے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا کاسب ہے خالق نہیں۔ خالق اللہ تعالیٰ خود ہے جبکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ بندہ خود اپنے افعال کا

خالق ہے، لیکن بندہ کو خالق افعال ماننے میں دو خرابیاں ہیں:

(۱) بندہ بھی خالق اللہ بھی خالق تو اس سے بندہ اور اللہ کے درمیان صفت خلق میں شرکت لازم آتی ہے حالانکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں۔

(۲) جب بندہ اپنے افعال کا خالق ہوگا۔ تو بندہ کچھ کرے گا اور اللہ کا ارادہ کچھ اور ہوگا۔ مثلاً بندہ کفر کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کا ارادہ کرے گا جیسا کہ معتزلہ کا خیال ہے مگر اللہ کا ارادہ پورا نہیں ہوا اور بندہ کا ارادہ پورا ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ بندہ کافر اللہ کا معارض اور مخالف ہوگا حالانکہ نہ کوئی اللہ کا معارض ہے اور نہ مثل اور شریک ہے اسی کو امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:

عقیدۃ: ٢٧ " لا راد لقضائه ، ولا معقب لحكمه ، ولا غالب لامره ."

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ کی قضاء وقدر کو کوئی ٹال نہیں سکتا اس کے حکم کو کوئی ہٹا نہیں سکتا، اور اس کے فیصلوں پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔''

تشریح: اس کی قدرت کے سامنے سب عاجز، کوئی طاقت اس کے فیصلہ کو ٹال نہیں سکتی، اور کوئی طاقت اس کے حکم کو مؤخر نہیں کر سکتی بلکہ ہر چیز وقت مقررہ پر اس کے فیصلہ کے مطابق ہوگی اور کوئی طاقت اس کے فیصلہ پر غالب نہیں آسکتی، خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس کا تکوینی حکم اور فیصلہ اٹل ہے وہ ہر ایک کے فیصلہ پر غالب آتا ہے اس کے فیصلہ پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

قوله تعالیٰ : ﴿ ما يفتح الله من رحمة فلا ممسك لها وما يمسك فلا مرسل له من بعده ﴾ (الفاطر : ٢)

ترجمہ: ''خدا جو اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جو بند کر دے تو کوئی اس کو کھولنے والا نہیں۔''

قولہ تعالیٰ: ﴿ واللہ یحکم لا معقب لحکمہ وھو سریع الحساب ﴾ (الرعد: ٤١)

ترجمہ: ”اور خدا حکم کرتا ہے اور کوئی اس کے حکم کا رد کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔“

عقیدۃ: ٢٨ ” امنا بذلك كله، وايقنا ان كلا من عنده .“

ترجمہ: ”ہم ان تمام باتوں پر ایمان رکھتے ہیں اور ہمارا یقین کامل ہے کہ ہر چیز منجانب اللہ ہوتی ہے۔“

تشریح: ایک مسلمان کا حق یہ ہے کہ جب اس کے سامنے عقائد حقہ دلائل کی روشنی میں آجائیں تو وہ ان کے سامنے سر تسلیم خم کردے لہٰذا عقائد کے متعلق جو باتیں بیان کی گئی ہیں، کہ سب کچھ تقدیر خداوندی اور اس کی مشیت اور ارادہ کے ماتحت ہے تو مسلمان پر واجب ہے کہ ان تمام باتوں پر ایمان لائے۔ امام طحاوی رحمہ اللہ نے آخر میں اسی کا اقرار کیا ہم ان مذکورہ تمام عقائد کو تسلیم کرتے ہیں اور ان پر ہمارا کامل ایمان اور یقین ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ قل کل من عند اللہ ﴾ (النساء: ٧٨)

ترجمہ: ”کہہ دو کہ سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔“

رسول اللہ ﷺ پر ایمان

عقیدۃ: ٢٩ ” وان محمدًا (ﷺ) عبده المصطفىٰ ؛ ونبيه المجتبى، ورسوله المرتضىٰ .“

ترجمہ: ”اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور اس کے منتخب نبی اور پسندیدہ رسول ہیں۔“

تشریح: اصطفاء، اجتباء ارتضاء سب قریب المعنیٰ الفاظ ہیں ان سب الفاظ کو جمع کر کے مصنف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا نبوت

ورسالت کے لئے انتخاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ نبوت و رسالت کو انسان اپنے اختیار سے حاصل نہیں کر سکتا یہ انسان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ یہ محض عطیۂ خداوندی ہے جس ہستی کو اللہ تعالیٰ منتخب فرمالے وہی منتخب ہو جاتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ عبدہ ﴾

رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے، مخلوق میں صفت کمال، عبدیت میں کمال پیدا ہونا ہے، جس قدر عبدیت کامل ہوگی۔ اسی قدر ان کا درجہ بلند ہوگا۔ چنانچہ ملائکہ کی تعریف میں اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر یہ صفتِ عبدیت کو ذکر فرمایا۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ قالوا اتخذ الرحمٰن ولدا سبحٰنه بل عباد مکرمون ﴾ (الانبیاء: ٢٦)

ترجمہ: ”اور اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو اسراء، معراج سے مشرف فرمایا۔ اس میں بھی آپ علیہ السلام کو صفت عبدیت کے ساتھ ذکر فرمایا۔“

قولہ رسولہ المرتضیٰ: آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول ہیں۔ آپ علیہ السلام کی رسالت کی شہادت خود اللہ تعالیٰ نے دی۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین ﴾ (آل عمران: ١٦٤)

ترجمہ: ”خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو خدا کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور خدا کی کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔“

اور تمام معجزات سے بھی آپ کی رسالت کی تصدیق ہوتی ہے آپکے بکثرت معجزات

میں سے سب سے بڑا زندہ جاوید معجزہ قرآن کریم ہے۔ جو زمانہ نزول سے لیکر تا قیامت اپنی تمام تر کمالات اور خوبیوں کے ساتھ کلام الٰہی ہونے پر اور جس ذات پر اتارا گیا اس کے رسول برحق ہونے پر گواہی دے رہا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت

عقیدة: ۳۰ " وانه خاتم الانبياء، وامام الاتقياء وسيد المرسلين، وحبيب رب العٰلمين ."

ترجمہ: ''آپ علیہ السلام خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء اور سید المرسلین اور پروردگار عالم کے محبوب ہیں۔''

تشریح: نبی کریم ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا، جو ضروریات دین میں سے ہے۔ اس کا انکار کفر ہے لہٰذا ختم نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہوگا۔ ختم نبوت قرآن کریم سے بھی ثابت ہے:

قوله تعالىٰ: ﴿ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين ﴾ (الأحزاب: ٤)

ترجمہ: ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں کے خاتم ہیں۔''

قوله عليه السلام: " انه سيكون في امتي ثلاثون، كذابون كلهم يزعم انه نبي، وانا خاتم النبيين لا نبي بعدي ."

(اخرجه مسلم عن ثوبان رضي الله تعالىٰ عنه)

ترجمہ: ''عنقریب میرے بعد امت میں تیس جھوٹے نبی پیدا ہونگے ہر ایک نبوت کا دعویدار ہوگا حالانکہ میں خاتم الانبیاء ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔''

وقوله عليه السلام: مثلي ومثل الانبياء، كمثل قصر احسن بناؤه وترك موضع لبنة فطاف به النظّار يتعجبون من حسن بنائه . الاّ

موضع تلك اللبنة . لايعيبون سواها . فكنت انا سددت موضع تلك اللبنة . وختم بي البنيان . وختم الرسل .

(اخرجاه في الصحيحين)

ترجمہ: ''میرے اور دیگر انبیاء کی مثال۔ گویا ایک مکان ہے جسکو خوبصورت طریقہ پر بنایا گیا البتہ ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی، مکان کا نظارہ کرنے والے، نظارہ کرتے ہیں، اور مکان کے حسن پر تعجب کرتے ہیں۔ مگر اس اینٹ کی جگہ پر اس مکان میں اس کے علاوہ کوئی اور عیب نہیں۔ میں نے اس خالی جگہ کو پر کر دیا اور میرے ذریعہ مکان کی تعمیر مکمل کی گئی ہے اور رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کیا گیا۔''

قوله امام الاتقياء: آپ علیہ السلام تمام متقین کے امام ہیں یعنی امت میں سے جو متقی بننا چاہے، اس پر آپ علیہ السلام کا اتباع لازم، اتباع سنت کے بغیر کوئی متقی نہیں بن سکتا ہے آپ علیہ السلام کی بعثت اسی لئے ہوئی کہ بندگان خدا آپ کی اقتداء کریں۔

قوله تعالىٰ: ﴿ قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﴾

ترجمہ: ''(اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا۔''

قوله عليه السلام: " لن يؤمن احدكم حتى يكون هواه تبعا لما جئت به ." (رواه البخاري)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتا ہے، جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔''

قوله سيد المرسلين: جب آپ خاتم النبیین ہیں اور امام الاتقیاء ہیں تو اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ آپ ہی سید المرسلین ہیں۔

قوله عليه السلام: " انا سيد ولد آدم يوم القيامة واول من ينشق

عنه القبر، واول شافع، واول مشفع ." (رواه مسلم)

ترجمہ: ''میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا اور سب سے پہلے سفارش کرنے والا اور وہ پہلا شخص جس کی سفارش قبول ہوگی۔''

قولہ وحبیب رب العلمین: آپ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے محبوب ہونے کے علاوہ خلیل بھی ہیں، جس طرح کہ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں۔ آپ علیہ السلام کو صرف حبیب اللہ کہنا اور خلیل اللہ صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہی سمجھنا یہ غلط ہے۔

قولہ علیہ السلام: " ان اللّٰہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا ." (رواہ مسلم وابو عوانہ)

خلیل کا معنی جسکی محبت روح اور دل کی گہرائی میں پیوست ہوگئی ہو۔ یہ محبت کا اعلیٰ مقام ہے آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ مقام حاصل ہے۔

عقیدۃ: ٣١ " فکل دعوی النبوۃ بعدہ فغی وھوی ."

ترجمہ: ''آپ علیہ السلام کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور خواہش پرستی ہے۔''

تشریح: ''غی'' ضد ہے رشد وہدایت کی۔ ''ھوی'' بمعنی نفسانی خواہش۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن وحدیث کے صریح نصوص سے ثابت ہوگیا۔ اب اس کے بعد قیامت تک جو بھی کوئی نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ دعویٰ باطل ہوگا۔ دعویٰ کرنا ہی اس کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا ﴾

(السبآء : ٢٨)

ترجمہ: ''(اے محمد) ہم نے تم کو لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا

کر بھیجا ہے۔''

آپ ﷺ کی بعثت عمومی ہے

عقیدۃ: ٣٢ " وھو المبعوث الی عامۃ الجن وکافۃ الوری بالحق والھدی، وبالنور والضیاء ."

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ تمام جنات، انسان اور پوری کائنات کی طرف حق وصداقت، رشد وہدایت اور نور ضیاء کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے ہیں۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تمام انس وجن کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ ان کو قرآن کریم پڑھ کر سنائیں اور ان کو کتاب وسنت کے احکام سکھائیں اور ان کے عقائد کو باطل خیالات واوہام سے پاک کرے ان کے اخلاق کو پاکیزہ بنائے۔ ان کے اعمال میں اخلاص پیدا کرے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ یا معشر الجن والانس ألم یأتکم رسل منکم ﴾

(الأنعام : ١٣٠)

ترجمہ: ''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آتے ہیں۔''

وقولہ تعالیٰ: ﴿ وما ارسلنك الا کافۃ للناس بشیرا ونذیرا ﴾

(السبأ : ٢٨)

ترجمہ: ''اور (اے محمد) ہم نے تم کو تمام لوگوں کیلئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا''

اور آپ کو دین حق دیکر اس لئے بھیجا تاکہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرے اور قیامت تک اب دین اسلام ہی دین حق رہے۔

قولہ علیہ السلام: " لا یسمع بی رجل من ھذہ الامۃ یھودی ولا

نصرانی ثم لا یؤمن بی الا دخل النار ." (رواه مسلم)

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت کا جو فرد بھی میری بعثت کی خبر سن لے چاہے وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ آگ میں داخل ہوگا۔"

دین اسلام واضح اور روشن دین ہے۔ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط نہ کجی ہے نہ کسی قسم کی پیچیدگی یہ بالکل صراط مستقیم ہے جو اس دین پر چلنے کا ارادہ کرلے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ چل سکتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ هو الذی ارسل رسوله بالهدیٰ ودین الحق ﴾ (الفتح : ٢٨)

ترجمہ: "وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی کتاب اور دین حق دیکر بھیجا۔"

قرآن پر ایمان

عقیدة: ٣٣ " وان القرآن کلام الله، منه بدا بلا کیفیة قولا، وانزله علی رسوله وحیا، وصدقه المومنون علی ذلك حقا، وایقنوا انه کلام الله بالحقیقة، لیس بمخلوق ککلام البریة، فمن سمعه فزعم أنه کلام البشر فقد کفر، وقد ذمه الله وعابه واوعده بسقر حیث قال تعالیٰ: ﴿ ساصلیه سقر ﴾ (المدثر : ٢٦) فلما اوعد الله بسقر لمن قال: ﴿ ان هذا الا قول البشر ﴾ (المدثر : ٢٥) علمنا وایقنا أنه قول خالق البشر، ولا یشبه قول البشر ."

ترجمہ: "بلاشبہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے، اس کی ذات سے بغیر کسی کیفیت کے یہ کلام ظاہر ہوا اور اس کو اپنے رسول ﷺ پر وحی کی صورت میں نازل فرمایا، مؤمنین نے حق سمجھتے ہوئے اس کلام کی تصدیق کی اور انہوں نے اس بات کا یقین کیا کہ یہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہے، جس نے اسے سنا اور کہا کہ یہ کسی انسان کا کلام ہے

تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے انسان کی مذمت کی ہے اور اسکا عیب بیان کیا ہے، اور اسے جہنم کے عذاب سے ڈرایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "عنقریب اسے واصل جہنم کروں گا۔" (المدثر: ٢٦) اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے "یہ تو انسان کا کلام ہے" (المدثر: ٢٥) کہنے والے کو جہنم میں ڈالنے کی وعید سنائی ہے اس لئے ہم نے اس حقیقت کو جان لیا اور یقین کرلیا کہ یہ خالق بشر کا قول ہے اور یہ انسان کے کلام سے مشابہ نہیں ہے۔"

تشریح: باری تعالیٰ کی جہاں دیگر صفات ہیں انہیں میں سے ایک صفت کلام ہے تو اللہ تعالیٰ متکلم ہے، مگر اس کا کلام ہمارے کلام کی طرح نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات بے مثال ہے ایسے اس کی جملہ صفات بے مثال ہیں، تو قرآن کریم اللہ کا کلام ہے، جس پر ایمان لانا فرض ہے، اس کا انکار کفر ہے بلکہ اس کے کسی ایک حرف کا انکار بھی کفر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ متکلم ہے، مگر اس کے تکلم فرمانے کی کیا کیفیت ہے؟ اس کا کیا طریقہ ہے اس سے ہم ناواقف ہیں، ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ کلام الٰہی ہے۔ یہ مخلوق کے کلام کی طرح نہیں ہے۔

یعنی جس طرح ہم منہ اور زبان سے تکلم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے تکلم اس کیفیت سے منزہ ہے، اس کو علامہ طحاوی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں کہ " بدا منه بلا کیفیة " کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ سے صادر ہوا ہے بلا کیفیت کے " قولا " لفظ سے معتزلہ پر رد ہے جو یوں کہتے ہیں کہ "قرآن" کا ظہور منجانب اللہ نہیں ہے، بلکہ قرآن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف تشریفاً ہے جیسے "بیت الله" اور "ناقة الله" نیز ان سے یہ بھی منقول ہے کہ قرآن بطور تخیل حضرت جبرائیل کے قلب پر وارد ہوا پھر انہوں نے اس کو اپنی زبان سے تعبیر کیا "منه بدا" سے پہلے قول کی، قولا کہہ کر دوسرے قول کی تردید کردی گئی تاکہ کسی کو جرأت نہ ہو اس کو مجاز پر محمول کرنے کی، جیسے فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وکلم الله موسیٰ تکلیما ﴾ اس سے

صاف ظاہر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ متکلم ہے اور متکلم ہونا مجازاً نہیں ہے بلکہ حقیقۃً ہے مگر اس کا کلام کیف سے منزہ ہے، اسی کو فرمایا "بلا کیفیۃ" لفظ "قرآن" مصدر ہے، کبھی اس سے قرأت مراد ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشهودا﴾

(بنی اسرائیل: ۷۸)

ترجمہ: "اور صبح کو قرآن پڑھا کرو کیونکہ صبح کے وقت قرآن کا پڑھنا موجب حضور (ملائکہ) ہے۔"

قولہ علیہ السلام: "زینو القرآن، ای القراءۃ." (رواہ أبو داؤد)

ترجمہ: "ارشاد فرمایا کہ قرآن یعنی قرآت کو صحیح تلفظ کے ساتھ خوبصورت آواز میں پڑھو (ابوداؤد) اور بسا اوقات قرآن بول کر "مقروءۃ" پڑھی جانے والی کتاب مراد ہوتی ہے۔"

کقولہ تعالیٰ: ﴿واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون﴾ (الاعراف: ۲۰۴)

ترجمہ: "اور جب قرآن پڑھا جائے تو توجہ سے سنا کرو اور خاموش رہا کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔"

قرآن جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے نازل ہوا

انزله علی رسوله الخ:

اللہ تعالیٰ نے فرشتے کی زبانی رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا، جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سنا اور رسول اللہ ﷺ نے فرشتہ سے سنا، اور لوگوں کو پڑھ کر سنایا۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وقرآنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا﴾ (بنی اسرائیل: ۱۰۶)

ترجمہ: "اور ہم نے قرآن کو جز جز کر کے نازل کیا تاکہ تم لوگوں کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سناؤ اور ہم نے اس کو آہستہ آہستہ اتارا۔"

قولہ تعالیٰ: ﴿نزل به الروح الامین علی قلبك لتكون من المنذرین بلسان عربی مبین﴾ (الشعراء: ۵،۴)

ترجمہ: "اس کو امانت دار فرشتہ لیکر اترا ہے (یعنی اس نے) تمہارے دل پر القا کیا ہے تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو اور القا بھی فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)"

اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ قرآن آنحضرت ﷺ کے قلب پر براہ راست اتارا گیا، ان کا قول باطل ہے کیونکہ نصوصِ قرآنیہ سے ثابت ہوا کہ یہ قرآن جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے نازل ہوا ہے۔

وصدقه المؤمنون الخ:

یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا تکلم کرنا اور اپنے کلام کو بذریعہ جبرائیل رسول اللہ ﷺ پر نازل کرنا ایسا امر ہے کہ جو قرآن سے ثابت ہے لہٰذا اہل ایمان نے اس کی تصدیق کی اور اس کو حق مانا، ان کی یہ تصدیق حق ہے اور نفس الامر کے مطابق ہے یہی سلف صالحین، صحابہ اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے یہی طریقہ برحق ہے، اس کے خلاف گمراہی اور ضلالت ہے۔

قرآن کو بشر کا کلام کہنے والا کافر ہے

قولہ: ﴿ومن سمعه وقال انه کلام البشر فقد کفر﴾

ترجمہ: "جس نے قرآن کے بارے میں یہ قول اختیار کیا کہ یہ بشر کا کلام ہے وہ کافر ہوگیا، یعنی بلاشبہ قرآن تو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اب اگر کوئی یہ کہے کہ یہ محمد ﷺ یا فرشتہ یا کسی مخلوق میں سے کسی اور کا کلام ہے یا کوئی قرآن کے کلام اللہ ہونے کا اقرار کرے اسکے بعد اس میں تحریف کرے یا جمہور امت سے ہٹ کر کوئی فاسد تاویل کرے تو وہ شخص کافر ہے۔"

ولا يشبه كلام البشر :

قرآن فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ معیار پر فائز ہے، اس جیسا کلام کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے، قرآن اعجاز کے اعلیٰ مقام پر ہے، لہٰذا نزول قرآن کے زمانہ سے آج تک ساری دنیا اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔ لہٰذا اس کو کسی طرح کا انسانی کلام کے مشابہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

قوله تعالیٰ : ﴿ ومن اصدق من الله حديثا ﴾ (النساء)

ترجمہ: ''اور خدا سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے۔''

وقوله تعالیٰ : ﴿ وتمت كلمات ربك صدقا وعدلا ﴾

(الانعام : ١١٥)

ترجمہ: ''اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔''

رب تعالیٰ کا اہل جنت کے ساتھ ہم کلامی

قوله ﷺ : " بينا اهل الجنة فى نعيمهم اذ سطح لهم نور فرفعوا ابصارهم، فاذا الرب جل جلاله، قد اشرف عليهم من فوقهم، فقال السلام عليكم يااهل الجنة، وهو قول الله تعالىٰ سلام قولا من رب رحيم، فلايلتفتون الى شىء مما هم فيه من النعيم، ماداموا ينظرون اليه حتى يحتجب عنهم ويبقى بركته ونوره."

(رواه ابن ماجه وغيره)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اس دوران کے اہل جنت اپنی نعمتوں اور راحت وسرور میں مگن ہونگے، اچانک ایک نور ظاہر ہوگا وہ نظر اٹھا کر اس طرح دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر نظر کرم فرمائیں گے اوپر کی جانب سے، اور کہیں گے، "السلام علیکم یا اھل الجنة " یہی تفسیر ہے اس ارشاد باری کی ﴿ سلام قولا من رب رحيم ﴾ رب کریم کی

طرف سے سلام پیش ہوگا۔ اہل جنت دیدار الٰہی میں اس طرح محو ہونگے کہ اپنی تمام سابقہ نعمتوں کو بھول جائیں گے، یہاں تک حجاب کا پردہ دوبارہ حائل ہوجائے گا، اس دیدار کی برکت اور نور باقی رہ جائے گا۔''

اللہ تعالیٰ کا کلام کرنا ثابت ہوا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ کلام انسانی کلام کے ساتھ کسی طرح مشابہت نہیں رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفتِ کلام کے بارے میں اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ:

صفتِ کلام کے متعلق تقریباً نو اقوال منقول ہیں ہم طوالت سے بچتے ہوئے صرف اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

" انه تعالىٰ، لم يزل متكلما اذا شاء ومتى شاء، وكيف شاء وهو يتكلم بصوت يسمع، وان نوع الكلام قديم، وان لم يكن الصوت المعين قديما، وهذا هو الماثور عن ائمة الحديث ."

کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے متکلم ہیں، جب چاہے، جیسا چاہے جس طرح چاہے، وہ تکلم فرماتے ہیں سنائی دینے والی آواز کے ساتھ، اور اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے، اگرچہ یہ متعین آواز قدیم نہ ہو۔

اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے اسی پر امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول دلالت کر رہا ہے:

" انه تعالىٰ لم يزل متكلما اذا شاء، كيف شاء وان نوع كلامه قديم ."

"الفقه الاكبر " میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا:

" والقرآن فى المصاحف، مكتوب وفى القلوب محفوظ، وعلى

الالسن مقروء، وعلى النبی ﷺ منزل، ولفظنا بالقرآن مخلوق .

والقرآن غير مخلوق . (تلخيص شرح عقيدة الطحاويه، للبدخشان)

یعنی امام اعظم رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور دلوں میں محفوظ ہے اور زبان سے پڑھی جانے والی ہے اور نبی کریم ﷺ پر اتارا گیا ہے، قرآن غیر مخلوق ہے، البتہ ہمارے تلفظ کے جو الفاظ ہیں وہ مخلوق ہیں ۔

قوله ايقنوا انه كلام الله في الحقيقة ليس بمخلوق ككلام البرية سے معتزلہ پر رد ہے کہ وہ قرآن کو انسانی کلام کی طرح قرار دیتے ہیں'' بالحقیقۃ'' ان لوگوں پر رد ہے جو یہ گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کلام تو فرماتے ہیں سنائی نہیں دیتے، کیونکہ وہ ایک معنیٰ بسیط ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ قائم ہے، تو طحاوی نے اس عقیدہ کو رد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا حقیقی کلام نہ ہو جو سنائی دے تو لازم آئے گا متکلم آخرس (گونگا) ہونا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ ہے اس لئے یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنائی دیتا ہے جیسا کہ ماقبل میں آیات واحادیث سے ثابت کیا۔

عقیدۃ: ٣٤ " ومن وصف الله بمعنى من معاني البشر، فقد كفر، فمن ابصر هذا اعتبر وعن مثل قول الكفار انزجر، وعلم انه بصفاته ليس كالبشر "

ترجمہ: ''جس نے اللہ تعالیٰ کا ذکر انسانی اوصاف میں سے کسی وصف کے ساتھ کیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا، جس نے اس میں بنظر بصیرت غور کیا اس نے نصیحت حاصل کی، اور کفار کے اقوال ونظریات سے بچ نکلا اور اس حقیقت کو جان گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے ساتھ انسان کی طرح نہیں ہے۔''

تشریح: اوپر کی تشریحات میں یہ بات ثابت ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کسی وصف میں بشر کے مشابہ نہیں، اور کوئی بھی بشر کسی بھی وصف میں اللہ تعالیٰ کے مشابہ نہیں اب اگر کوئی شخص اللہ

تعالیٰ کیلئے بشری اوصاف میں سے کوئی وصف ثابت کرے تو یہ کفر ہوگا۔

لقوله تعالىٰ : ﴿ ليس كمثله شيء ﴾

معطلہ اور مشبہ کا موقف:

معطلہ تو سرے سے ہی صفات الٰہیہ کا انکار کرتے ہیں اور مشبہ خالق کے لئے بشری صفات کو ثابت کرتے ہیں، مثلاً نعوذ باللہ یہ کہنا کہ اللہ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہے، دونوں فریق باطل اور گمراہ ہیں۔ جبکہ حق دونوں کے درمیان ہے، یعنی صفات ثابت ہیں لیکن بشری صفات کی طرح نہیں، جو قرآن وحدیث کے دلائل پر انصاف کی نظر کے ساتھ غور وخوض کرے گا وہ حق بات کو قبول کرے گا۔ معطلہ اور مشبہ کے گمراہ کن عقائد ونظریات سے باز رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کے دیدار کا مسئلہ

عقیدۃ: ٣٥ " والرؤية حق لأهل الجنة، بغير احاطة، ولا كيفية، كما نطق به كتاب ربنا ."

وتفسيره على ما اراد الله تعالىٰ، وعلمه وكل ماجاء في ذلك من الحديث الصحيح عن رسول الله وهو كما قال ومعناه على ما اراد، لا ندخل في ذلك متاولين بارائنا ولا متوهمين باهوائنا فانه ما سلم في دينه الا من سلم لله عز وجل، ولرسوله ﷺ ورد علم ما اشتبه عليه الى عالمه .

ترجمہ: ''اہل جنت کا اپنے پروردگار کو دیکھنا برحق ہے لیکن یہ رؤیت بغیر کسی احاطہ اور کیفیت کے ہوگی، جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب نے ذکر کیا ہے، اس روز بہت سے چہرے پر رونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہونگے۔ (القيامة : ٢٢۔٢٣) اس کی تفسیر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ارادے اور علم کے مطابق ہے، اور اس سلسلہ میں جتنی بھی رسول اللہ ﷺ کی صحیح احادیث وارد ہیں وہ سب معتبر متصور ہونگی، اور ان کا مفہوم وہی

ہے جسکا انہوں نے ارادہ کیا، ہم اپنی اراء کے ذریعہ تاویل کر کے، اور اپنی خواہشات سے توہم کر کے اس میں دخل نہیں دیں گے، اس لئے کہ انسان کا دین اسی صورت میں محفوظ رہ سکتا ہے جب وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے سپرد کردے اور مشتبہات کے علم علمائے راسخین پر چھوڑے۔"

دنیا میں دیدارِ الٰہی ممکن نہیں

تشریح: تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے کوئی اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں کرسکتا، یعنی اس دنیا کی آنکھوں میں وہ قوت ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکے، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ معراج کی رات رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں، اس میں صحابۂ کرام وتابعین کا اختلاف ہے، ایک جماعت رؤیت کے قائل ہے تو دوسری جماعت عدم رؤیت کے قائل ہے۔

وحكى القاضي عياض في كتابه "الشفاء" اختلاف الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ومن بعدهم في رؤيته ﷺ، وانكار عائشة رضى الله عنها ان يكون ﷺ راى ربه بعين رأسه وانها قالت لمسروق حين سالها، هل راى محمد ربه ؟ قالت لقد وقف شعرى مما قلت، ومن حدثك ان محمدا رأى ربه فقد كذب۔ (اخرجه البخارى :٤٨٥٥) ثم قال وقال جماعة بقول عائشة رضى الله عنها، وهو المشهور عن ابن مسعود وابى هريرة واختلف عنه، وقال بانكار هذا وامتناع رؤيته في الدنيا، جماعة من المحدثين والفقهاء والمتكلمين وعن ابن عباس رضى الله عنهما، انه رأى ربه بعينه (اخرجه البخارى :٤٧١٦) روى عطاء عنه، رأه بقلبه الخ. (مهذب شرح عقيدة الطحاويه)

محشر میں دیدارِ الٰہی

محشر میں رؤیت باری تعالیٰ ہوگی، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے البتہ یہ شرف کس کو حاصل ہوگا، اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(۱) فقط اہل ایمان

(۲) تمام اہل محشر مؤمنین اور کفار سب دیدار کریں گے اس کے بعد سے کفار کو رؤیت حاصل نہ ہوگی۔

(۳) مؤمنین کے ساتھ منافقین کو بھی رؤیت حاصل ہوگی باقی کفار کو نہیں۔

اہل جنت کو ضرور دیدار کا شرف حاصل ہوگا

تمام اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ جنت میں مؤمنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔ البتہ جہمیہ معتزلہ، خوارج اور امامیہ اس کے منکر ہیں یہ لوگ اپنی جہالت کی وجہ سے جنت میں دیدار الٰہی کا انکار کرتے ہیں، اور یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب کسی کو دیکھا جاتا ہے تو رؤیت کیلئے کچھ شرائط ہیں (۱) دیکھنے والے میں دیکھنے کی قوت ہو (۲) جس کو دیکھا جائے وہ روشنی میں ہو (۳) سامنے کی جہت میں ہو (۴) مخصوص مسافت پر ہو نہ زیادہ دور ہو نہ زیادہ قریب بلکہ مناسب فاصلہ پر ہو، چونکہ اللہ تعالیٰ جہت سے منزہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی رؤیت نہیں ہوسکتی، لیکن اہل حق یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ رؤیت ہوگی، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے خبر دی کہ رؤیت ہوگی، مؤمنین جنت میں رؤیت باری تعالیٰ کا شرف ضرور حاصل کریں گے، تو ایک مسلمان کا فریضہ یہ ہے کہ فوراً چوں چرا کے بغیر اس بات کو مان لے یقین کرلے پختہ ایمان لائے باقی اس رؤیت کی کیفیت کیا ہوگی اس کو علم الٰہی کا حوالہ کردے وہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق ہوگی۔

اہل سنت کے دلائل

قوله تعالىٰ: ﴿ للذين احسنوا الحسنىٰ وزيادة ﴾ (يونس : ٢٦)

ترجمہ: ''جن لوگوں نے نیکوکاری کی ان کیلئے بھلائی ہے اور (مزید برآں) اور بھی۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں یہی فرمایا کہ ''حسنیٰ'' سے مراد جنت ہے۔ ''زیادۃ'' سے مراد رب کریم کا دیدار ہے۔

" روی عن صهيب رضي الله عنه قال : قرء رسول الله ﷺ ﴿للذين احسنوا الحسنىٰ وزيادة﴾ (یونس : ٢٦) قال اذا دخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار، نادی مناد يااهل الجنة، ان لكم عند الله موعدا ويريد ان ينجز كموه فيقولون ماهو ؟ الم يثقل موازيننا، ويبيض وجوهنا ويدخلنا الجنة، ويجرنا من النار ؟ فيكشف الحجاب فينظرون اليه فما اعطاهم شيئا احب اليهم من النظر اليه وهي الزيادة .

(مسلم ١٨١ باب اثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم سبحانه وتعالىٰ)

صہیب رومی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تلاوت فرمائی، ﴿ للذين احسنوا الحسنىٰ وزيادة ﴾ پھر ارشاد فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہونگے اور جہنمی جہنم میں، تو ایک ندا کرنے والا آواز لگائے گا کہ اے اہل جنت تمہارے لئے اللہ کا ایک وعدہ ہے، اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ پورا فرمانا چاہتا ہے تو جنتی کہیں گے وہ کون سا وعدہ ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نیکیوں کا پلڑا بھاری نہیں فرمایا کیا ہمارے چہروں پر رونق نہیں بخشی، کیا ہمیں جہنم سے بچا کر جنت میں داخل نہیں فرمایا؟ اتنے میں اللہ تعالیٰ حجاب نور کو ہٹادیں گے۔ جنتی اللہ تعالیٰ کا دیدار فرمائیں گے، اب تک جنتی نعمتیں ان کو ملی ہونگی دیدار الٰہی کی نعمت سب سے اعلیٰ ہوگی، ''زیادہ'' سے یہی دیدار مراد ہے۔

منکرین رویت کی دلیل کا جواب

منکرین اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

قوله تعالىٰ : ﴿ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ ﴾ (الأنعام : ١٠٣)

وہ یہ کہتے ہیں کہ آنکھوں میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی قوت ہی نہیں ہے اہل سنت کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس آیت سے لطیف طریقہ پر رویت باری ثابت ہو رہی ہے وہ اسطرح کہ رویت باری تو ہوگی البتہ آنکھیں اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کر پائیں گی، عدم ادراک کا معنیٰ، عدم رویت نہیں بلکہ عدم احاطہ مراد ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ آیت کا مطلب ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے آنکھیں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتی دنیوی آنکھوں میں وہ قوت ہی نہیں ہے، جہاں آخرت کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ خود دیکھنے کی قوت پیدا فرمادیں گے جس سے وہ دیدار کرسکیں گے، قرآن وحدیث کی صریح نصوص کی موجودگی میں رویت کا انکار نہ صراحۃ جائز ہے نہ تاویلا بلکہ قول رسول اللہ ﷺ بلاشک وشبہ ماننا فرض ہے۔ اس کی کیفیت کیا ہوگی؟ وہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے بندوں کو اس کا علم نہیں دیا گیا۔

تنبیہ:

البتہ یہ خیال رہے کہ رویت کا عقیدہ پختہ کرتے ہوئے یا بیان کرتے ہوئے حاشیہ خیال میں بھی یہ تصور نہ لائے کہ اللہ تعالیٰ فلاں کی طرح ہوں گے، کیونکہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کے مشابہ نہیں ہے نہ کوئی اللہ کا مشابہ ہے، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے مطابق اللہ کا دیدار ہوگا۔

شکوک وشبہات سے اجتناب لازم ہے

عقیدة: ٣٦ "ولا تثبت قدم الاسلام الا على ظهر التسليم والاستسلام فمن رام علم ما حظر عنه علمه، ولم يقنع بالتسليم فهمه، حجبه مرامه عن خالص التوحيد، وصافي المعرفة وصحيح الايمان، فيتذبذب بين الكفر والايمان والتصديق

والتكذيب والاقرار والانكار ـ موسوسا تائها، شاكالا مؤمنامصدقا ولاجاحدا مكذبا ."

ترجمہ: ''اسلام کا قدم تسلیم اور استسلام پر جم سکتا ہے۔لہٰذا جو شخص اس چیز کے جاننے کے درپے ہو جس سے اسے روکا گیا ہے اور اس کی فہم تسلیم واطاعت پر قناعت نہ کرے تو اس کا مقصد اسے خالص توحید، شفاف معرفت اور صحیح ایمان سے روک دے گا۔ بلکہ وہ کفر وایمان، تصدیق وتکذیب اور اقرار وانکار کے درمیان مذبذب رہے گا۔اس کی حالت ہمیشہ وسوسوں میں مبتلاء، حیران وپریشان انسان کی سی ہو جائے گی، نہ تو وہ تصدیق کرنے والا مؤمن رہتا ہے اور نہ ہی تکذیب کرنے والا منکر۔''

تشریح: یہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے استعارہ سے کام لیا ہے اور حسی پاؤں کسی شیء کی پشت پر ہی روکتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ اسلام کے برقرار رہنے کیلئے نصوص قرآن اور نصوص احادیث کے سامنے تسلیم وانقیاد ضروری ہے نصوص سے جو بات ثابت ہے اس کو بلا کسی اعتراض کے مان لیا جائے اور اپنی رائے اور قیاس سے اسکے ساتھ معارضہ نہ کرے۔

" وروى البخارى عن الامام محمد بن شهاب الزهرى رحمه الله انه قال : من الله علينا بالرسالة، ومن الرسول البلاغ وعلينا التسليم ." (مهذب)

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے امام زہری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر احسان فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے احکام پہنچا کر اب ہمارا کام، رسول اللہ ﷺ اور آپکی لائی ہوئی شریعت کو ماننا ہے گویا کہ تینوں کے کام اور حقوق واضح ہو گئے، کہ ہمارے ذمہ تسلیم وانقیاد ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ خطاء سے معصوم ہیں لہٰذا آپ کا جو حکم ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گا ﴿إن هو إلا وحي يوحى﴾ اور ہم پر اس کو تسلیم کر لینا لازم ہو گا۔

مشتبہات کے درپے ہونا غلط ہے

قوله : " فمن رام علم ما حظر عنه علمه ."

یہ ماقبل کی تاکید ہے یعنی جن باتوں کے علم سے اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے جیسے مشتبہات اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت، اسی طرح کی دیگر باتیں، اس کے فہم وعلم نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کے سامنے تسلیم ورضاء پر قناعت نہیں کی اس کا بڑا نقصان یہ ہوگا کہ وہ ایمان میں پختہ نہ ہوگا، بلکہ شکوک وشبہاست کا شکار رہے گا۔

قوله تعالىٰ : ﴿ومن الناس مَن يجادل الله بغير علم ويتبع كل شيطان مريد﴾ (الحج : ۳)

ترجمہ: ''اور بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا (کی شان) میں علم کے بغیر جھگڑتے اور ہر شیطان سرکش کی پیروی کرتے ہیں۔''

" وعن ابى امامة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ : ماضل قوم بعد هدى كانوا عليه الا اوتوا الجدل ." (ترمذى)

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص شریعت کے متعلق بحث مباحثہ لڑائی جھگڑا کرتا ہے وہ ہدایت کے بعد گمراہ ہو جاتا ہے۔''

اس لئے بے جا اعتراض کرنا، لوگوں کو شکوک وشبہات میں ڈالنا گمراہی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

عالم میں فساد کے تین اسباب

قال عبد الله بن المبارك : " وهل افسد الدين الاالملوك، واحبار سوء ورهبانها ."

ترجمہ: ''عبداللہ بن مبارک نے فرمایا دین میں فساد تین راستوں سے آتا ہے:

(۱) بادشاہ (۲) برے علماء (۳) جاہل صوفی

(۱) دنیا دار حکمران اپنی سیاست کی خاطر دین وشریعت پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں اپنی سیاست کوشریعت پر مقدم رکھتے ہیں۔

(۲) علماء سوء، جو دنیا کی خاطر دین کوفروخت کرتے ہیں، کہ دنیوی مال ومنصب کی خاطر شریعت میں غلط وفاسد تاویلات کرتے ہیں، حلال کوحرام، اور حرام کوحلال قرار دیتے ہیں۔

(۳) جاہل صوفیاء، جو تصوف کوشریعت سے جدا کرتے ہیں اپنے اوہام اور باطل خیالات کی شیطانی وساوس سے دین میں دخل اندازی کرتے ہیں۔ مثلاً قرآن نے کہا کہ موت تک عبادت کی پابندی کریں۔ اب وہ کہنا شروع کرے اب فلاں اس مقام پر پہنچ گیا ہے کہ اس سے نماز اور دیگر عبادات ساقط ہوگئیں ہیں۔ نعوذ باللہ من هذا الدجل

قوله تعالىٰ: ﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

(التوبہ: ۳٤)

ترجمہ: ''مؤمنو! (اہل کتاب کے) بہت سے عالم اور مشائخ لوگوں کا مال ناحق کھاتے اور (ان کو) راہ خدا سے روکتے ہیں۔''

قوله: " فيتذبذب بين الكفر والايمان الخ "

مطلب یہ کہ جو شخص نصوص کو چھوڑ کر تاویلات فاسدہ اور مختلف غلط اراء کے تابع ہوگا وہ مضطرب اور بے چین ہوگا۔ حسرت وضلال اور شکوک وشبہات کے گرداب میں پھنس جائے گا۔ جیسا کہ اوپر تفصیل سے بیان ہوا۔

عقیدة: ۳۷ " ولا يصح الايمان بالرؤية لاهل دار السلام لمن اعتبرها منهم بوهم، أو تاولها بفهم، اذ كان تاويل الرؤية، وتاويل كل معنى يضاف الى الربوبية، بترك التاويل ولزوم التسليم وعليه دين المسلمين، ومن لم يتوق النفي والتشبيه۔ زل ولم يصب

التنزيه۔ فان ربنا جل وعلا موصوف بصفات الوحدانية۔ منعوت بنعوت الفردانية ليس في معناه احد من البرية ."

ترجمہ: ''اہل جنت کی رؤیت خداوندی پر ایمان کے بارے میں کسی کیفیت کا توہم کرنا (کہ اللہ تعالیٰ اس شکل وصورت کے ہونگے) یا خاص کیفیت کی تاویل کرنا (رویت اس طرح اس کیفیت میں ہوگی) درست نہیں اس لئے رؤیت کی تاویل اسی طرح ہر اس صفت کی تاویل جسکی نسبت ربوبیت کی طرف ہو یہ ہے کہ تاویل کو چھوڑ دے اور تسلیم کرنے کو اپنے ذمہ لازم کرلے، اسی پر مسلمانوں کا اعتقاد ہے، جو شخص صفات باری کی نفی کرنے سے، یا کسی صفت میں (مخلوق کے ساتھ) تشبیہ سے نہ بچا وہ راہ حق سے پھسل گیا اور اس نے تنزیہ (اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عیوب کی نفی) کا حق ادا نہیں کیا اس لئے کہ ہمارا بلند وبرتر پروردگار ایسی وحدانی اور انفرادی صفات کے ساتھ موصوف ہے کہ مخلوق میں سے کوئی بھی ان صفات کے ساتھ متصف نہیں۔''

قوله: " ولا يصح الايمان بالرؤية الخ ."

تشریح: اہل جنت کو جنت میں رؤیت باری تعالیٰ حاصل ہوگی لیکن اس بارے میں اپنے خیال سے کسی کیفیت کا وہم کرنا کہ اللہ تعالیٰ کی رؤیت اس شکل وصورت میں ہوگی یہ جائز نہیں کیونکہ یہ تشبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دینا، اسکا حرام ہونا پہلے واضح ہو چکا ہے۔

اس سے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد معتزلہ پر رد کرنا ہے جو رؤیت کی نفی کرتے ہیں، نیز مشبہ پر رد مقصود ہے، جو اللہ تعالیٰ کو مخلوقات اور ان کی صفات کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔

اسی طرح رؤیت کی کوئی ایسی تاویل جو ظاہر نصوص کے خلاف ہو، مثلاً یہاں رؤیت سے مراد آنکھ سے دیکھنا نہیں بلکہ خیالی تصور مراد ہے وغیرہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں حق اور راہ اعتدال ان دونوں باتوں کے درمیان ہے کہ رویت ضرور ہوگی اس پر پختہ ایمان ہو باقی

کیفیت کا ہمیں علم نہیں اس لیے اس علم کو اللہ تعالیٰ کا حوالہ کیا جائے۔

قوله : ومن لم يتوق النفی والتشبيه الخ

یعنی جو شخص ان دو باتوں سے اجتناب نہ کرے وہ گمراہ ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ سے صفات کی نفی کرنا، تاویل کے ذریعہ یا بلا تاویل، ثابت شدہ صفات کی نفی کفر ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو کسی وصف میں مخلوق کے ساتھ تشبیہ، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہمارے ہاتھ کی طرح ہے، یہ بھی کفر ہے۔ لقوله تعالیٰ : ﴿ليس كمثله شیء﴾

صفات باری تعالیٰ کی تاویل سے متعلق امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک جو درحقیقت تمام صحابۂ کرام، تابعین تبع تابعین، ائمہ دین یعنی جمہور سلف اور خلف کا مسلک ہے، وہ یہ ہے کہ صفات باری تعالیٰ جو قرآن وحدیث سے ہیں ان میں کوئی تاویل بھی نہیں کریں گے اور تاویل کے نام پر انکار بھی نہیں کریں گے۔ جیسے قدریہ اور معطلہ کرتے ہیں۔

كما قال الامام رحمه اللّٰه تعالیٰ "فی فقه الاكبر" وله يد ووجه ونفس، فما ذكره اللّٰه تعالیٰ فی القراٰن من ذكر الوجه، واليد، والنفس، فهو له صفات، بلا كيف ولا يقال ان يده، قدرته او نعمته، لان فيه ابطال الصفة، وهو قول اهل القدر، والاعتزال، لكن يده صفته بلا كيف، وغضبه ورضاه صفتان من صفاته بلا كيف.

(الفقه الاكبر مع شرحه لملا علی قاری ۳۶ مطبوعه مصر)

امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے "فقہ اکبر" میں فرمایا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کیلئے "ید"

"وجہ" اور نفس کا ذکر آیا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے صفات ہیں، ان کی کیفیت کا ہمیں علم نہیں باقی "ید" کی یہ تاویل کرنا کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی نعمت اور قدرت ہے جیسے معتزلہ اور قدریہ کہتے ہیں، یہ تاویل بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس سے ان صفات کا ابطال لازم آتا ہے، اس لئے ہم یہ کہیں گے، یہ تمام اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں ان کی کیفیت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اسی طرح، غضب اور رضا بھی اللہ تعالیٰ کے ان صفات میں سے ہیں جن کی کیفیت کا ہمیں علم نہیں۔

اللہ تعالیٰ صفات واحدانیہ کے مالک ہیں

قوله :موصوف بصفات الواحدانيه الخ

اس سے اوپر کی بات کی وضاحت مقصود ہے کہ بظاہر یہ عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت تو ہوگی مگر مخلوق کی رویت کی مثل نہیں، لہٰذا اگر رویت کا انکار کرے تو غلط اور رویت مان کر تشبیہ کا طریقہ اختیار کیا جائے تو غلط آخر ایسا کیوں ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا ہے اس کی صفات بھی یکتا ہیں، ذات وصفات دونوں میں ہی لاثانی ہے، نہ ان کی کوئی مثل ہے نہ مثال ﴿قل هو الله احد، الله الصمد ...... الخ﴾

جہات ستہ اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کرسکتیں

عقیدہ ۳۸: تعالى الله عن الحدود والغايات، والاركان والاعضاء والادوات، لاتحويه الجهات الست كسائر المبتدعات۔

ترجمہ: اللہ عزوجل حدود وقیود اور ارکان واعضاء وآلات سے بالاتر ہے، اور نہ ہی عام اشیاء کی طرح جہات ستہ اس پر حاوی ہیں۔

تشریح: قولہ تعالیٰ :عن الحدود الخ مخلوقات کو جہات ستہ گھیرے ہوئے ہوتے ہیں فوق، تحت، خلف، قدام، یمین، شمال، لیکن اللہ تعالیٰ کو جہات ستہ حاوی نہیں ہوسکتیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ مخلوق سے ہر لحاظ سے ممتاز اور جدا ہیں دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خود جہات

کے خالق ہیں، اور جہات مخلوق ہیں مخلوق خالق کا احاطہ کس طرح کر سکتی ہیں۔

قولہ الغایات الخ: غایات سے مراد وہ نہایات ہیں جو کہ اجسام کے لوازم میں سے ہیں یعنی جسطرح تعریفات کے ذریعہ اشیاء کے حقائق کو پہچانا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ذات کی کوئی ایسی تعریف نہیں ہوسکتی جو اللہ تعالیٰ کی حدود بیان کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات کو متعین کردے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی پہچان صفات کے ذریعہ ہوگی۔

قولہ الارکان الخ: اللہ تعالیٰ ارکان سے منزہ ہے کیونکہ رکن تو ماہیت کا جز ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ احد اور صمد ہے اللہ کی ذات تجزی کو قبول ہی نہیں کرتی۔

قولہ الاعضاء الخ: اللہ تعالیٰ اعضاء اور جوارح سے بھی پاک ہے، کیونکہ یہ ترکیب کو مستلزم ہے اور مستلزم حدوث ہے۔ جبکہ اللہ پاک کی ذات ازلی اور ابدی ہے۔

قولہ الادوات الخ: یعنی جس طرح انسان دیکھنے کیلئے آنکھوں کا محتاج ہے، پکڑنے کیلئے ہاتھ کا محتاج ہے سوچنے کیلئے دل و دماغ کا محتاج ہے اللہ تعالیٰ کو اس طرح کے الات واسباب کی ضرورت نہیں، کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی احتیاج لازم آئے گی جبکہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کا محتاج نہیں۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ واللّٰہ الغنی وانتم الفقراء ﴾ (محمد: ۳۸)

ترجمہ: اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج۔

باقی اللہ تعالیٰ کے جن اعضاء کا تذکرہ نصوص میں آیا ہے۔

کقولہ تعالیٰ ﴿ ید اللّٰہ فوق ایدیھم ﴾ (الفتح: ۱۰)

ترجمہ: خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

و کقولہ تعالیٰ: ﴿ فثم وجہ اللّٰہ ﴾ (البقرۃ: ۱۱۵)

و کقولہ تعالیٰ: ﴿ تعلم فی مانفسی ولا اعلم ما فی نفسک ﴾

(المائدہ: ۱۱۶)

ترجمہ: جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے ضمیر میں ہے اسے میں نہیں جانتا۔

وقولہ ﷺ: "ان قلوب بنی ادم بین اصبعین من اصابع الرحمٰن کقلب واحد یصرفہ کیف یشاء." (رواہ امام احمد، ومسلم)

ان کا ہم اقرار کرتے ہیں، مگر اس کا علم اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتے ہیں۔ ان تمام چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی صفات کے طور پر تسلیم کرتے ہیں، ان کی کیفیات کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ہمیں نہیں۔

مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کے ذریعہ معتزلہ پر رد فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم اور اعضاء و جوارح ثابت کرتے ہیں تو مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ ساری چیزیں لوازم بشریت میں سے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہیں بشری صفات سے منزہ ہیں۔

اسراء و معراج پر ایمان

عقیدہ ۳۹: والمعراج حق، وقد اسری بالنبی ﷺ وعرج بشخصہ فی الیقظۃ الی السماء۔ ثم حیث شاء اللّٰہ من العُلی، واکرمہ اللّٰہ بماشاء، واوحی الیہ مااوحی، ماکذب الفؤاد مارای، فصلی اللّٰہ ﷺ فی الاخرۃ والاولی۔

ترجمہ: معراج برحق ہے، نبی کریم ﷺ کو رات کے وقت سیر کرائی گئی ہے، اور بیداری کے عالم میں آسمان کی طرف آپکے جسد اطہر کو اٹھایا گیا، پھر بلندیوں پر اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا لے جایا گیا، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی منشاء کے مطابق آپ کو عزت بخشی، اور اپنے بندے کی جانب وحی کی جو کہ وحی کی۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ پر رحمت نازل فرمائے دنیا و آخرت میں۔

معراج

تشریح: معراج بروزن مفعال، عروج سے ماخوذ ہے، یعنی وہ جسکے ذریعہ اوپر چڑھا جائے، وہ سیڑھی کے قائم مقام ہے، لیکن ہمیں اس کی کیفیت کا علم نہیں ہے، اس لئے اتنی بات پر ایمان لانا فرض ہے کہ ایک آلہ جس کے ذریعہ آپ کو اوپر لے جایا گیا، آگے اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کریں۔

یہاں معنی مصدری مراد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بیداری کی حالت میں جسم اور روح کے ساتھ آسمانوں پر لے جایا گیا، اس سفر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کا بڑا اکرام فرمایا اور جو احکام چاہے بذریعہ وحی آپ کو عطاء فرمایا جو کچھ مناظر آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا دل نے اس کو نہیں جھٹلایا، اسراء و معراج کے واقعہ کی تکذیب جائز نہیں تکذیب کفر و گمراہی ہے، اس لئے اسراء و معراج کے بارے میں جو کچھ ثابت ہے، سب پر کامل ایمان لاتے ہیں، اور سب باتوں کی مکمل تصدیق کرتے ہیں۔

معراج بیداری کی حالت میں جسم اطہر کے ساتھ ہوئی

قولہ تعالیٰ: ﴿سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصیٰ﴾ (بنی اسرائیل: ۱)

ترجمہ: وہ (ذات) پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچادے۔

یہ آیت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ معراج جسمانی طور پر ہوا، کیونکہ عبد، جسم اور روح کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے باقی پہلے آپ علیہ السلام کو بیت المقدس تک لیجایا گیا۔ اس کی کیا حکمت ہو سکتی ہے تو اللہ تعالیٰ اعلم، بظاہر اس کی حکمت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دعویٰ کی تصدیق کیلئے ایسا ہوا، جب آپ علیہ السلام نے قریش کو معراج کے واقعہ کی خبر دی تو قریش نے آپ سے بیت المقدس کے اوصاف پوچھے

آپ علیہ السلام نے ان کے سامنے بیت المقدس کا پورا نقشہ پیش کیا، نیز قریش کا جو قافلہ ملک شام سے واپسی پر راستہ میں ملا اس کے متعلق خبر دی، اس سے آپ علیہ السلام کی تصدیق ہوئی، اگر براہ راست مکہ مکرمہ سے معراج ہوتا تو یہ حکمت حاصل نہ ہو سکتی تھی۔

اسراء و معراج کا واقعہ قرآن کریم کے علاوہ بہت سی صحیح احادیث میں اس کا تفصیلی ذکر ہے مشکوۃ ۵۲۶، بخاری ۵۴۸، وغیرہ، لہٰذا اسراء کا منکر قرآن کریم کے نص قطعی کے منکر ہونے کی وجہ سے کافر ہے اور نفس معراج کا منکر مبتدع اور گمراہ ہے مسلمانوں پر لازم ہے دونوں کے حق اور سچ ہونے پر پختہ ایمان لائیں۔

حوضِ کوثر پر ایمان

عقیدہ ۴۰: والحوض الذی اکرمہ اللّٰہ تعالیٰ بہ غیاثا لامتہ حق۔

ترجمہ: وہ حوض برحق ہے، جس کے ذریعہ امت کی سیرابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ پر جو بے بہا انعامات فرمائے ہیں ان میں سے ایک حوض کوثر بھی ہے۔ حوض کوثر کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿انا اعطینٰك الکوثر فصل لربك وانحر﴾

(کوثر: ۱،۲)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کو کوثر عطا فرمائی ہے، تو اپنے پروردگار کیلئے نماز پڑھا کریں اور قربانی کیا کریں۔

درحقیقت کوثر جنت میں ایک نہر ہے، حوض کوثر نہر کی ایک شاخ ہے، جسکا پانی دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا، شہد سے زیادہ میٹھا، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ ہے وہ بہت وسیع و عریض حوض ہوگا۔ اس کی ہر جانب ایک ماہ کی مسافت ہوگی۔

قولہ ﷺ: ان قدر حوضی کما بین ایلۃ الی صنعاء من الیمن، وان

فیہ من الا باریق کعدد نجوم السماء . (اخرجہ البخاری عن انس رضی اللّٰہ عنہ)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے حوض کی مسافت اتنی ہوگی جیسے ایلہ شہر سے صنعاء یمن تک، اس میں پیالوں کی تعداد آسمان کے ستاروں کی مانند ہوگی۔

وروی البخاری عن سہل بن سعد الانصاری رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ : انی فرطکم علی الحوض، من مر علی شرب، ومن شرب لم یظماء ابدا لیردن علی اقواما اعرفہم ویعرفونی، ثم یحال بینی وبینہم . (اخرجہ البخاری : ٦٥٨٩)

رسول اللہ ﷺ کی شفاعت

عقیدہ ٤١: الشفاعة التی ادخرھا لہم حق کما روی فی الاخبار۔

ترجمہ: امت کیلئے رسول اللہ ﷺ کی شفاعت بھی برحق ہے جیسا کہ متعدد احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

تشریح: شفاعت کا معنیٰ لغت میں ملانا، سفارش کرنے والا اپنے نفس کو مشفوع لہ کے ساتھ ملاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے دربار میں سفارش کا حاصل بھی یہی ہے، گناہگاروں اور اصحاب الکبائر کے ساتھ اپنے کو ملا کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش کی درخواست کرتا ہے۔

شفاعت کے اقسام

اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن گناہ گار بندوں کے حق میں سفارش کرنے کیلئے انبیاء، صلحاء، شہداء، وغیرہ کو موقع دیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے سفارش کریں اور ان کی سفارش قبول فرما کر اللہ تعالیٰ گناہ گاروں کے مختلف طبقہ کو مختلف اوقات میں معاف فرمائیں گے، مگر شفاعت عظمیٰ صرف آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے، یعنی قیامت کے روز جہاں سارے انبیاء نفسی نفسی کریں گے سوائے آپ ﷺ کی ذات اقدس کے اور کوئی شفاعت کیلئے

تیار نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی شفاعت قبول فرما کر حساب وکتاب شروع فرمائیں گے۔ یہ شفاعت کی پہلی قسم ہے، شفاعت کبریٰ والی روایت بخاری ومسلم میں موجود ہے۔

(۲،۳) شفاعت کی دوسری اور تیسری قسم ان مسلمانوں کے حق میں ہوگی جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہونگی، تاکہ وہ جنت میں داخل کردیئے جائیں اور کچھ ایسے لوگ ہونگے جنکے متعلق جہنم میں دخول کا حکم ہوگا تو ان کے متعلق شفاعت فرمائیں گے تاکہ جہنم میں داخل نہ ہوں۔

(۴) چوتھی اہل جنت کے رفع درجات کے لئے شفاعت فرمائیں گے وہ اپنے اعمال کی بدولت جس مقام کے مستحق ہیں اس سے اوپر کے درجات ان کو اپنے فضل سے عطاء کئے جائیں گے۔ اس شفاعت کو معتزلہ بھی مانتے ہیں۔

(۵) آپ علیہ السلام کی شفاعت تاکہ بعض مؤمنین کو بلاحساب جنت میں داخلہ مل جائے۔ دلیل عکاشہ بن محص کی روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو امت کے ان ستر ہزار افراد میں داخل فرمائے جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونگے۔ (بخاری ومسلم)

(٦) تخفیف عذاب کی سفارش،

کشفاعتہ فی عمہ ابی طالب ان یخفف عنہ عذابہ .

(رواہ مسلم عن ابی سعید خدری رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ)

(۷) رسول اللہ ﷺ کی سفارش تمام مؤمنین کے حق میں کہ سب کو اللہ تعالیٰ جنت کا داخلہ عنایت فرمادے۔

انا اول شفیع فی الجنة۔ ای لدخول الناس فی الجنة . (مسلم)

(۸) اہل کبائر کے حق میں آپ ﷺ کی سفارش کہ جو لوگ جہنم میں داخل ہو چکے ہیں ان کو جہنم سے نجات مل جائے۔

کما قال رسول اللّٰہ ﷺ شفاعتی لاہل الکبائر من امتی

(رواہ امام احمد)

معتزلہ اور خوارج شفاعت کی اس قسم کے منکر ہیں۔

عہد "الست" پر ایمان

عقیدہ ۴۲: والمیثاق الذی اخذہ اللّٰہ تعالیٰ من ادم وذریتہ حق۔

ترجمہ: آدم علیہ السلام اور اولادِ آدم سے اللہ تعالیٰ نے جو میثاق لیا وہ برحق ہے۔

تشریح: یعنی اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے اپنی ربوبیت اور وحدانیت کے متعلق جو عہد لیا ہے وہ حق اور سچ ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر دی ہے کہ اولادِ آدم کو ان کی پشت سے نکالا اور ان کو اپنے اوپر گواہ بنایا اس بات کا اقرار لیا کہ اللہ تعالیٰ ان کا رب ہے، بادشاہ ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

کقولہ تعالیٰ: ﴿ واذ اخذ ربك من بنی ادم من ظهورهم ذريتهم واشهدهم علی انفسهم الست بربكم قالوا بلی شهدنا ان تقولوا يوم القيامة انا كنا عن هذا غافلين ﴾ (اعراف: ۱۷۲)

ترجمہ: اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے ان کی پیٹھوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان کے مقابلے میں اقرار کرلیا (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) (یہ اقرار اس لئے کروایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی۔

وقولہ ﷺ: "ان اللّٰہ اخذ المیثاق من ظهر ادم بنعمان يوم عرفة، فاخرج من صلبه كل ذرية ذراها فنشرها بين يديه ثم كلمهم قبلا، قال الست بربكم، قالوا بلی شهدنا۔"

(اخرجه احمد عن ابن عباس)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عرفہ کے دن نعمان کے مقام پر

اولادِ آدم سے عہد لیا، آدم علیہ السلام کی پشت سے تمام اولاد کو نکالا پھر سب کو ان کے سامنے پھیلایا پھر ان سے سامنے ہی بات کی، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب نے یک زبان ہو کر کہا آپ ضرور ہمارے رب ہیں ہم اس پر گواہ ہیں۔

عقیدہ ۴۳: وقد علم اللّٰہ تعالیٰ فیما لم یزل عدد من یدخل الجنة وعدد من یدخل النار، جملة واحدة، فلایزاد فی ذلك العدد ولاینقص منه.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو ازل سے ان لوگوں کا یکمشت علم ہے جو جنت میں جائیں گے اور ان کا بھی جو جہنم واصل ہوں گے اس میں نہ کسی کا اضافہ ہوگا اور نہ کمی ہوگی۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کو ازل سے ابد تک ہر چیز کا علم ہے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم سے باہر نہیں اللہ تعالیٰ کو ازل میں ہی یکدم تمام اہل جنت اور تمام اہل جہنم کا علم ہے اب ایسا نہیں ہوسکتا کہ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں جنتی ہیں ان میں سے کوئی جہنم چلا جائے یا جو اللہ تعالیٰ کے علم میں جہنمی ہیں ان میں سے کوئی فرد جنت چلا جائے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ هو الذی خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن واللّٰہ بما تعملون بصير ﴾ (التغابن: ۲)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مؤمن اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اسے دیکھتا ہے۔

وقولہ ﷺ: "ما من نفس منفوسة الا كتب اللّٰہ مكانها من الجنة والنار، والا قد كتبت شقية أو سعيدة، فقال رجل يارسول اللّٰہ افلانمكث علی كتابنا، وندع العمل؟ فقال من كان من اهل السعادة فسيصير الی عمل اهل السعادة۔ ومن كان من اهل الشقاوة فسيصير الی عمل اهل الشقاوة۔ الحديث (متفق عليه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو بھی انسان دنیا میں آیا اس کے متعلق دنیا میں آنے سے پہلے ہی لکھ دیا کہ جنتی ہے یا جہنمی۔ اسی طرح، بد بخت ہے یا نیک بخت، ایک شخص نے سوال کیا یا رسول کیا ہم تقدیر پر اعتماد کر کے عمل نہ چھوڑ دیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جو اہل سعادت میں سے ہوگا اس کو عنقریب سعادت والے اعمال کی توفیق ہوگی اور جو اہل شقاوت میں سے ہوگا۔ عنقریب شقاوت والے اعمال اس کے لئے آسان بنا دیئے جائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

عقیدہ ٤٤: وكذلك افعالهم فيما علم منهم ان يفعلوه وكل ميسر لما خلق له والاعمال بالخواتيم، والسعيد من سعد بقضاء الله، والشقي من شقي بقضاء الله۔

ترجمہ: اسی طرح لوگوں کے وہ اعمال بھی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں جو ان کو مستقبل میں سرانجام دینے ہیں، ہر آدمی کو اسی کام کی توفیق دیجاتی ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا، اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے، نیک بخت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے مطابق نیک بخت ہو اور بد بخت وہ ہے جو قضاء الٰہی سے بد بخت ہو۔

تشریح: یعنی ہر انسان نے پیدائش کے بعد سے موت تک کون کون سے افعال انجام دینا ہے یہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے پیدا ہونے کے بعد ہر ایک کو اسی فعل کی توفیق ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تقدیر میں لکھ دیا گویا کہ اس انسان کو انہی اعمال کیلئے پیدا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے وہ اعمال اس کے لئے آسان کر دیئے۔ اعمال کا مدار خاتمہ پر ہے لہذا اگر آخری عمر میں جنتی اعمال کرے خاتمہ جنتی اعمال پر ہو تو وہ اہل جنت میں سے ہے، اور اگر جہنمی اعمال پر خاتمہ ہو تو وہ جہنمی ہے۔

شقاوت وسعادت اللہ تعالیٰ کے قضاء وقدر کے مطابق ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ انسان پیدا ہونے کے بعد اس قسم کے اعمال سرانجام دے گا۔

قوله تعالى: ﴿يوم يأت لا تكلم نفس الا باذنه فمنهم شقي وسعيد﴾ (هود: ١٠٥)

ترجمہ: جس روز وہ آ جائیگا تو کوئی متنفس خدا کے حکم کے بغیر بول بھی نہیں سکے گا پھر ان میں سے کچھ بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

وقال ﷺ: "اعملوا فكل ميسر لما خلق له۔" (رواه مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عمل کرتے جاؤ ہر ایک کو اسی عمل کی توفیق ہوگی جسکے لئے وہ پیدا کیا گیا۔

مسئلہ تقدیر پر ایمان

عقیدہ ٤٥: واصل القدر سر الله تعالىٰ في خلقه، لم يطلع على ذالك ملك مقرب ولا نبي مرسل، والتعمق والنظر في ذلك، ذريعة الخذلان، وسلم الحرمان، ودرجة الطغيان، فالحذر كل الحذر، من ذلك نظرا وفكرا ووسوسة فان الله تعالىٰ طوى علم القدر عن انامه، ونهاهم عن مرامه كما قال تعالىٰ في كتابه: ﴿لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون﴾ (الانبياء ٢٣) فمن سال لم فعل؟ فقد رد حكم الكتاب، ومن رد حكم الكتاب كان من الكافرين.

ترجمہ: تقدیر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ مخلوق میں اللہ تعالیٰ کا ایک راز ہے، اس سے نہ تو کوئی مقرب فرشتہ آگاہ ہے نہ نبی مرسل، تقدیر میں غور وفکر کرنا ناکامی، محرومی اور سرکشی کا ذریعہ بنتا ہے، لہذا مسئلہ تقدیر میں غور کرنے سے نظر فکر اور وسوسہ ہر اعتبار سے مکمل اجتناب کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تقدیر کا علم اپنی مخلوق سے سمیٹ رکھا ہے اور اس کے پیچھے پڑنے سے منع کر دیا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے جو کام وہ اللہ تعالیٰ کرے اس سے باز

پرس نہیں کی جاسکتی اور لوگوں سے باز پرس ہوگی (الانبیاء:۲۳) اور جس نے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیوں کیا؟ تو اس نے کتاب اللہ کے حکم کو رد کر دیا وہ زمرہ کفار میں شامل ہوگیا۔

تشریح: ماقبل میں مسئلہ تقدیر پر گفتگو ہو رہی تھی اسی کو مصنف نے بڑے دلنشین انداز میں بیان فرمایا ہے کہ تقدیر یہ اللہ کا ایک راز ہے۔ جس پر نہ کوئی مقرب فرشتہ مطلع ہے اور نہ کوئی نبی اور رسول اس سے واقف ہے جب راز ٹھہرا تو اس میں گھسنا خطرناک ہے اور اس راز کی جستجو اور تتبع انسان کے بس میں نہیں ہے البتہ وہ اس کے چکر میں پھنس کر حرمان وطغیاں تک تو پہنچ سکتا ہے مقصد کی کامیابی تک رسائی نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ نے نہ مخلوق کو اس کا علم دیا اور نہ اس میں جستجو کی اجازت دی بلکہ اس نے جو کچھ کیا وہی جانتا ہے اور کیوں کیا اس کی حکمت ومصلحت وہی جانتا ہے دوسرے کو اس سے باز پرس کا استحقاق نہیں بلکہ وہی سب سے باز پرس کرے گا۔ لہٰذا جس نے ازراہ اعتراض حکم خداوندی پر یہ کہا کہ یہ کیوں کیا اور یہ کیوں نہ کیا تو اس نے کتاب کے حکم کو رد کر دیا اور جو کتاب کے حکم کو رد کرے وہ کافر ہے جو حضرات راسخ فی العلم ہیں انکا کام تسلیم وانقیاد ہے اور ماننا ہے اور اوامر ونواہی کی پیروی ہے اور جس چیز کی جستجو سے منع کر دیا ہے اس سے باز رہنا ہے اس لئے کہ علم دو قسم کے ہیں ایک وہ ہے جو مخلوق کو دیا گیا اور دوسرا وہ ہے جو مخلوق کو نہیں دیا گیا بلکہ اس کو صیغۂ راز میں رکھا گیا تو علم موجود کا انکار کفر ہے اور علم مفقود کا دعویٰ بھی کفر ہے ایمان کے پختہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ علم موجود کو قبول کرے اور تسلیم وانقیاد اختیار کرے اور علم مفقود کی طلب کو چھوڑ دے اور اپنی جہالت اور خالق حقیقی کے علم لامتناہی کا یقین رکھے اسی سے ایمان بالقدر کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ معاملہ جو دنیا میں انسان کے ساتھ پیش آیا یا آسکتا ہے خیر، شر، مصیبت، راحت، خوشی، غمی، موت وحیاۃ، کفر وایمان، فقر وغناء، ہدایت وگمراہی یا عالم آخرت میں جو کچھ پیش آئے گا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی تقدیر علم اور ارادہ سے ہی ہوتا ہے۔

تقدیر کے مسئلہ میں گھسنا خطرناک ہے

جب تقدیر کی حکمت کسی کو معلوم نہیں اور نہ معلوم ہوسکتی ہے تو اب اس کو معلوم کرنے کے درپے رہنا ایمان کیلئے انتہائی خطرناک ہے، اگر ایسا وسوسہ آئے تو ان وساوس کو دور کرنے کی فکر اور کوشش کرے، دل کو خطاب کر کے کہے

دور باش افکار باطل دور باش اغیار دل   سج رہا ہے ماہ خوباں کیلئے دربار دل

رسول اللہ ﷺ نے دفع وساوس کیلئے یہ دعا بھی تعلیم فرمائی ہے:

" اللهم لا يأت بالحسنات الا انت ولا يدفع السيئات الا انت ."

(ابن ماجه)

ترجمہ: اے اللہ حسنات کو بجالانا اور سیئات سے بچنا آپ ہی کی توفیق سے ممکن ہے۔

وسوسہ آنا تو یہ انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ ہاں ان وساوس پر خیالات پختہ کر لینا اعتقاد جمالینا یہ برا ہے۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال جاء ناس من اصحاب النبی ﷺ الی رسول الله ﷺ، فسألوه انا نجد في انفسنا ما يتعاظم احدنا ان يتكلم به قال وقد وجدتموه، قالوا نعم قال ذلك صريح الايمان . (رواه مسلم)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے آکر رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہمارے دل میں ایسے ایسے برے وسوسے آتے ہیں کہ ہم ان کو زبان سے ادا کرنے پر قادر ہی نہیں ہیں تو آپ علیہ السلام نے پوچھا کیا تمہیں یقیناً ایسے خیالات آئے ہیں کہ جن کو ظاہر کرنے کو تم اس قدر برا سمجھتے ہو صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ یہی تو صریح ایمان کی علامت ہے۔ (مسلم)

تو حاصل یہ ہے کہ شیطانی وساوس کا آنا، اور ان کی مدافعت کرنا، اس طرف دھیان نہ

دنیاان پر اعتقاد نہ جمالینا یہ ایمان کی علامت ہے، اور صحابہ کرامؓ کا یہی طریقہ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے کسی کام پر اعتراض کرنا گمراہی ہے

قوله فمن سأل لم فعل فقد رد حكم الكتاب الخ .

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے کائنات میں جو کچھ امور پیش آتے ہیں کبھی سردی کبھی گرمی کسی کے ہاں ولادت کی خوشی کسی کے ہاں موت کی غمی کسی کے لئے مال و دولت کی فروانی کسی کے ہاں بھوک پیاس بیماریاں وغیرہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار سے ہو رہا ہے اب کسی بندہ کو یہ حق نہیں کہ یہ اعتراض کرلے وہ فلاں کو کیوں موت دیدی کچھ عرصہ اور زندہ رہتا تو دنیا کو کتنا فائدہ ہوتا ارے اس وقت بارش کی کیا ضرورت پیش آئی ابھی تو کھیتی پکنے کا وقت ہے اس وقت تو دھوپ کی ضرورت تھی وغیرہ ذلک اس قسم کا اعتراض انسان کو دائرہ اسلام سے نکال کر کفر کے زمرہ میں داخل کردیتا ہے اس لئے اس قسم کی باتوں سے ہر مسلمان کو بچنا لازم ہے۔ نہ زبان سے ایسی باتیں کرے نہ دل میں ایسے خیالات جمائے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ من يشا الله يضلله و من يشا يجعله على صراط مستقيم ﴾ (الانعام: ٣٩)

ترجمہ: جس کو خدا چاہے گمراہ کردے اور جسے چاہے سیدھے راستے پر چلادے۔

قوله تعالىٰ : ﴿ فمن يرد الله ان يهديه يشرح صدره للاسلام و من يرد ان يضله يجعل صدره ضيقا كانما يصعد فى السماء ﴾

(الانعام:١٢٥)

ترجمہ: جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اس کام کیلئے کھول دیتا ہے اور جسکے لئے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کردیتا ہے۔

علم غیب کا دعویٰ کفر ہے

عقیدہ ٤٦: فهذا جملة ما يحتاج اليه من هو منور قلبه من اولياء

الله تعالىٰ، وهى درجة الراسخين فى العلم . لان العلم علمان، علم فى الخلق موجود و علم فى الخلق مفقود، فانكار العلم الموجود كفر، وادعاء العلم المفقود كفر، و لايثبت الايمان الابقبول العلم الموجود، وترك طلب العلم المفقود .

ترجمہ: پس یہ تمام وہ باتیں ہیں جن کو ان اولیاء اللہ نے عملاً اور اعتقاداً قبول کیا جن کے دل نور ایمانی سے منور تھے۔ یہ مقام راسخین فی العلم کو نصیب ہوتا ہے علم دو طرح کا ہے ایک علم مخلوق میں موجود ہے اور دوسرا علم مخلوق میں ناپید ہے، موجود علم کا انکار اور مفقود علم کا دعویٰ کفر ہے، موجود علم کے قبول کرنے اور مفقود علم کے ترک کرنے سے ایمان مضبوط ہوتا ہے۔

تشریح: قولہ ھذا......الخ: اس سے اشارہ ہے، منزل میں اللہ شریعت کی طرف جس کو اعتقاداً اور عملاً تسلیم کرنا واجب ہے۔ **"علم المفقود"** سے مراد تقدیر کا وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے مخفی رکھا اس کو حاصل کرنے کے درپے ہونے سے روک دیا۔

"علم الموجود" سے مراد شریعت کے اصول اور فروع کا علم ہے جس کو حاصل کرنے اور اس سے اراستہ ہونے کا حکم دیا۔

شریعت کے کسی علم کا انکار کفر ہے، نیز علم غیب کا دعویٰ بھی کفر ہے۔

قوله تعالىٰ :﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهٖٓ أَحَداً إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِن رَّسُولٍ ﴾ (الجن :٢٦،٢٧)

ترجمہ: (وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا، ہاں! جس پیغمبر کو پسند فرمائے۔

وقوله تعالىٰ :﴿ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما فى الارحام وما تدرى نفس ماذا تكسب غدا، وماتدرى نفس بأى ارض تموت إن الله عليم خبير ﴾ (لقمان :٣٤)

ترجمہ: بے شک خدا ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ کس جگہ اسے موت آئے گی۔ بے شک خدا جاننے والا اور خبردار ہے۔

اگر ہم تقدیر الٰہی کی حکمت سے واقف نہیں تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نفس الامر میں بھی اس میں کوئی حکمت نہ ہو مثلاً سانپ، بچھو، چوہے اور دیگر موذی حشرات الارض جو بظاہر مضر ہونے کے علاوہ اس میں کوئی بات نظر نہیں آتی اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی تخلیق کسی حکمت سے خالی ہو، ضرور کوئی مخفی حکمت ہے جو ہمارے علم میں نہیں، یا اس حکمت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیں نہیں دیا گیا۔

لوحِ محفوظ اور قلم پر ایمان

عقیدہ ٤٧: ونؤمن باللوح والقلم وبجميع مافيه قد رقم۔ فلو اجتمع الخلق كلهم على شيء كتبه اللّٰه تعالىٰ فيه انه كائن، ليجعلوه غير كائن۔ لم يقدروا عليه۔ ولو اجتمعوا كلهم على شيء لم يكتبه اللّٰه تعالىٰ فيه، ليجعلوه كائنا۔ لم يقدروا عليه۔ جف القلم بما هو كائن الى يوم القيامة، وما أخطا العبد لم يكن ليصيبه وما أصابه لم يكن ليخطئه .

ترجمہ: ہم لوح و قلم اور ان تمام چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں جو اس میں لکھ دی گئی ہیں، اگر تمام مخلوق مل کر اس کام کو روکنے کی کوشش کرے جس کام کا ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے تو بہر صورت ہو کر رہے گا اور اگر تمام مخلوق اس کام کو سرانجام دینا چاہے جس کام کا نہ ہونا اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے تو وہ ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔ قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے لکھ دیا گیا ہے اور تقدیر کا فیصلہ مٹ نہیں سکتا۔ بندہ سے ٹلنے والی چیز اسے پیش نہیں آسکتی اور پیش آنے والی چیز ٹلے گی نہیں۔

تشریح: یہاں "لوح" سے مراد وہ تختی ہے جس پر مخلوق کی تقدیر لکھی گئی ہے، اور "قلم" سے مراد وہ قلم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اور اس سے لوح مذکور میں تقدیر لکھی، تو لوح، قلم اور قلم نے تقدیر کے جو فیصلے لکھے ہیں ان سب پر ایمان لانا لازم ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿بل هو قرآن مجيد في لوح محفوظ﴾

(البروج: ٢٢)

ترجمہ: بلکہ یہ قرآن عظیم الشان ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

قوله ﷺ: "ان اول ما خلق اللّٰه القلم فقال له اكتب۔ قال: يارب وماذا اكتب؟ قال: اكتب مقادير كل شيء حتى تقوم الساعة۔" (رواه ابو داؤد عن عبادة بن الصامت)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا، اور اس سے فرمایا لکھو پوچھا اے رب کیا لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت تک ہر چیز کی تقدیر لکھ دو۔

وقوله ﷺ: "ان اللّٰه كتب مقادير الخلائق قبل ان يخلق السمٰوات والارض بخمسين الف سنة .وكان عرشه على الماء." (صحيح مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوق کی تقدیر لکھ دی گئی۔

قلم کی پانچ قسمیں:

(١) وہ قلم جسکو پیدا فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اكتب" یہ قلموں میں سب سے افضل ہے جس قلم کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿ن والقلم وما يسطرون﴾

(۲) وہ قلم جس سے انبیاء اور رسولوں کی طرف بھیجی جانے والی وحی کو لکھا جاتا ہے۔

(۳) وہ قلم جس سے بنی آدم کی تقدیر لکھی جاتی ہے۔ان کے اعمال، ارزاق، مدت عمر، سعادت وشقاوت جیسے احادیث میں اسکا تذکرہ موجود ہے۔

(۴) "قلم ملک" جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اور اس میں روح پھونکی جاتی ہے تو اس کے متعلق چار باتیں لکھ دی جاتی ہیں:

۱- رزق ۲- موت کا وقت

۳- زندگی کے اعمال ۴- سعید ہے یا شقی

(۵) "قلم الكرام الكاتبين" جب بندہ حد بلوغ کو پہنچ جاتا ہے۔تو "كراما كاتبين" کو اس کے اچھے برے اعمال لکھنے کا حکم مل جاتا ہے۔

قوله تعالى: ﴿وان عليكم لحافظين كراما كاتبين يعلمون ماتفعلون﴾ قوله فلو اجتمع الخلق كلهم على شيء الخ

یہ سابقہ عبارت کی مزید تشریح ہے کہ ہر چیز کی تقدیر لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اب اگر لوح محفوظ میں کسی کام کے ہونے کے متعلق لکھا ہوا ہو اور پوری کائنات مل کر اس کو روکنا چاہیں تو نہیں روک سکتے اور اگر کسی چیز کے متعلق نہ ہونے کا لکھ دیا ہو تو پوری کائنات مل کر اس کو وجود بخشنا چاہے تو وجود نہیں بخش سکتے۔اس بارے میں جو اللہ تعالی کا فیصلہ ہے وہ اٹل ہے۔

قوله تعالى: ﴿ما يفتح الله للناس من رحمة فلاممسك لها وما يمسك فلامرسل له من بعده﴾ (الفاطر: ۲)

ترجمہ: خدا جو اپنی رحمت کا دروازہ کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں اور جو بند کردے تو کوئی اسے کھولنے والا نہیں۔

وقوله ﷺ: فيما علم ابن عباس رضى الله عنهما، احفظ الله يحفظك احفظ الله، تجد تجاهك، واذا سالت فاسئل الله، واذا

استعنت فاستعن بالله، واعلم ان الامة لو اجتمعت على ان ينفعوك بشيء لم ينفعوك الا بشيء قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشيء لم يضروك الا بشيء قد كتبه عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف. (رواه الترمذي)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا تم اللہ (کے دین) کی حفاظت کرو اللہ تمہاری حفاظت کرے گا۔تم اللہ کے احکام کی پابندی کرو اللہ تعالی کو اپنے سامنے پاؤ گے، جب کسی چیز کا سوال کرنا ہو تو محض اللہ تعالی سے سوال کرو، جب مدد طلب کرنا ہو تو محض اللہ تعالی سے مدد طلب کرو، اور اس بات کا یقین پختہ کرلو، کہ اگر پوری امت مل کر تمہیں کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں اگر اللہ تعالی نہ چاہے تو وہ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور اگر پوری کائنات مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نقصان نہیں پہنچا سکتے، مگر اتنا جو اللہ تعالی کو منظور ہو، اب تقدیر کا قلم تقدیر لکھنے سے فارغ ہو گیا ہے اور صحیفۂ تقدیر خشک ہو چکا ہے، یعنی اب اسمیں تبدیلی ممکن نہیں (ترمذی)

قوله ما اخطاء العبد الخ.

یہ پہلی بات کی مزید وضاحت ہے کہ اللہ تعالی اگر کسی پر کوئی مصیبت لانا چاہے تو کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا اور اگر اللہ تعالی کسی کو کسی مصیبت سے بچانا چاہے تو کوئی طاقت واقع نہیں کرسکتی مثل مشہور ہے جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔

قوله تعالى: ﴿ما أصاب من مصيبة إلا باذن الله﴾ (التغابن: ۱۱)

ترجمہ: کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر خدا کے حکم سے۔

اللہ تعالی کو ما کان و ما یکون کا علم ہے

عقیدہ ۴۸: وعلى العبد ان يعلم، ان الله قد سبق علمه فى كل كائن من خلقه، فقدر ذلك تقديرا محكما مبرما، ليس فيه ناقض،

ولامعقب ولامزيل ولامغير۔

ولاناقص ولازائد من خلقه فی سماواته وأرضه، وذلك من عقد الايمان، وأصول المعرفة، والاعتراف بتوحيد الله تعالیٰ وربوبيته، كما قال تعالیٰ فی كتابه ﴿وخلق كل شیء فقدره تقديراً﴾ (الفرقان :٢) وقال تعالیٰ : ﴿وكان أمر الله قدرا مقدورا﴾ (الأحزاب :٣٨) فويل لمن صار لله تعالیٰ فی القدر خصيماً، وأحضر للنظر فيه قلباً سقيما، لقد التمس بوهمه فی فحص الغيب سرا كتيما وعاد بما قال فيه افاكا اثيما .

ترجمہ: بندہ کیلئے لازم ہے کہ وہ اس حقیقت کو اچھی طرح جان لے کہ جو کچھ کائنات میں ہو رہا ہے وہ پہلے سے اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اس کے متعلق مستحکم اور نہ بدلنے والا فیصلہ کیا ہوا ہے، آسمان وزمین کی مخلوقات میں سے اس فیصلے کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی اس کے فیصلوں کو رد کر سکتا ہے، اور نہ ان فیصلوں کو کوئی زائل کر سکتا ہے اور نہ ہی ان کو بدل سکتا ہے۔ نہ ان میں کوئی کمی کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی ان میں اضافے کی استطاعت رکھتا ہے۔ ان حقائق کو تسلیم کرنا ایمان کی پختگی، معرفت کی بنیاد، توحید باری تعالیٰ اور اس کی ربوبیت کا اعتراف ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ارشاد فرمایا۔ ''اور خدا کا حکم مقدر ہو چکا تھا۔'' (الفرقان :٢) ''اور خدا کا حکم مقدر ہو چکا تھا۔'' (الاحزاب :٣٨) لہٰذا اس انسان کے لئے ہلاکت ہے جو تقدیر الٰہی کے مسائل میں جھگڑالو بنا اور بیمار دل کے ساتھ تقدیر کے مسائل میں غور وخوض کرنے لگا۔ وہ اپنے وہم کی بنیاد پر غیب کی بحث وتمحیص میں چھپے ہوئے رازہائے خداوندی کو تلاش کرنے لگا اس طرح وہ تقدیر کے مسائل کو بیان کرنے میں افتراء پرداز اور گنہگار ٹھہرا۔

تشریح: قوله وعلى العبد الخ .

یہ اوپر کی عبارت کی مزید تشریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے کائنات کے "ما کان ومایکون" کا علم ہے، اور مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ان کی تقدیر لکھ دی ہے۔

قوله تعالیٰ : ﴿الایعلم من خلق وهو اللطيف الخبير﴾

(الملك : ١٤)

ترجمہ: بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔

قوله : ذالك من عقد الايمان الخ .

ذلک سے ایمان بالقدر کی طرف اشارہ ہے کہ ایمان اسی وقت مکمل ہوگا جب وہ تقدیر کو تسلیم کرے، اور اس بات کو تسلیم کرے تخلیق کائنات سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو کائنات کی تمام چیزوں کا علم ہے۔ اسی طرح، توحید اور اقرار ربوبیت مکمل نہیں ہو سکتی مگر اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان کے بعد۔

وقوله ﷺ فی جواب سوال جبرائيل عن الايمان :ان تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله، واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره .

(متفق عليه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ سے ایمان کی حقیقت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور کتابوں پر، رسولوں پر، یوم آخرت پر ایمان لانا، اور یہ کہ ہر اچھی اور بری بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش آنے پر ایمان لانا۔

(بخاری ومسلم)

قوله : فويل لمن صار لله تعالیٰ فی القدر خصيماً الخ .

یعنی ہلاکت اور تباہی ہو ہر اس شخص کیلئے جو تقدیر کے مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑے، مقابلہ اور معارضہ کرے، اور اس بارے میں شکوک وشبہات کے ساتھ بحث

ومباحثہ کرے، تو یہ اس کے حق میں غلط ہے۔ اس لئے وہ اس خطرناک بحث میں گھس رہا ہے جسکی تہ تک پہنچنا مخلوق کے اختیار میں نہیں۔ یہ تو ایک پوشیدہ راز ہے، جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مخفی رکھا، اب جبکہ وہ غیب جانتا نہیں اس لئے اس بارے میں جو کچھ کہے گا وہ محض جھوٹ اور افتراء ہوگا، بڑے اور زیادہ گناہ کا سبب ہوگا۔

یہ بات بھی جاننا چاہئے کہ جس طرح انسان کیلئے ظاہری حیات وموت، اور صحت وبیماری ہے، اسی طرح باطنی طور پر بھی حیات وموت اور صحت وبیماری دل کو لاحق ہوتی ہے، باطنی بیماری ظاہری بیماری سے زیادہ خطرناک ہے، یہ شکوک وشبہات بھی، تقدیر کے متعلق اعتراض، یا اس کے متعلق بحث ومباحثہ یہ بھی باطنی بیماری ہے جو کہ ایمان کے لئے خطرناک ہے، اگر کوئی اس بیماری میں مبتلاء ہو تو فوری طور پر اس سے توبہ کر کے، بلاشک وشبہ اللہ تعالیٰ کو تمام صفات کے ساتھ مان لینا ضروری ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿ او من كان ميتا فاحييناه وجعلناله نورًا يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها ﴾

(الانعام: ۱۲۲)

یعنی جو کفر کی موت مرا ہوا تھا ہم نے اس کو حیاۃ ایمان کے ساتھ زندہ کیا، کیا وہ اس کے برابر ہوسکتا ہے جو ابھی تک کفر وشرک کے ظلمات میں ہے اس سے نہ نکل سکا۔

عرش وکرسی پر ایمان

عقیدہ ۴۹: والعرش والكرسي حق.

ترجمہ: عرش الٰہی اور کرسی برحق ہے۔

تشریح: عرش لغت میں شاہی تخت کو کہا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ملکہ سبا کی حکایت بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

وہ کوئی آسمان نہیں جیسا کہ جاہل فلاسفہ نے اسکا نام نواں آسمان رکھا ہے۔ بلکہ وہ ایک

تخت ہے جسکے پائے ہیں فرشتوں نے اس تخت کو اٹھایا ہے۔

كما في قوله تعالى: ﴿ الذين يحملون العرش ومن حوله يسبحون بحمد ربهم ويؤمنون به ويستغفرون للذين امنوا ﴾

(المومن: ۷)

ترجمہ: جو لوگ عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرد گرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں وہ اپنے پروردگار کی تعریف کیساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

وقوله ﷺ: "فان الناس يصعقون، فاكون اول من يفيق، فاذا انا بموسىٰ اخذ بقائمة من قوائم العرش فلا ادري أفاق قبلي ام جوزي بصعقة الطور." (متفق عليه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز تمام لوگ بیہوش ہونگے میں سب سے پہلے ہوش میں آؤنگا، تو اس وقت موسیٰ علیہ السلام عرش کا پایہ پکڑ کر کھڑے ہونگے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ مجھ سے پہلے ہوش میں آئیں گے، یا یہ کہ وہ طور پر جو بیہوشی طاری ہوئی تھی اس کے بدلہ میں قیامت کی بیہوشی سے بچالیا گیا۔

قوله الكرسي الخ: کرسی اور عرش ایک چیز ہے یا الگ اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے، صحیح بات یہ ہے کہ دونوں الگ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کرسی لغت میں قدم رکھنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے اور عرش کے طول وعرض اور وسعت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو علم نہیں۔

قوله تعالى: ﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴾

قال السيوطي رحمه الله: قيل احاط علمه بهما وقيل ملكه وقيل

الكرسي بعينه مشتمل عليها لعظمته لحديث ما السموٰت والارض في الكرسي الا كدراهم سبعة القيت في قوس جلائين. روى ابن جرير عن ابي ذر رضي الله عنه انه قال سمعت رسول الله ﷺ يقول، ماالكرسي في العرش الا كحلقه من حديد القيت بين ظهري فلاة من الارض.

کرسی کی حیثیت عرش کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے لوہے کا ایک کڑھا ہے جسکو صحراء میں ڈالدیا گیا۔

عقيدة ۵۰: وهو مستغن عن العرش ومادونه.

ترجمہ: حق تعالیٰ عرش وغیرہ سے بے نیاز ہے۔

عقيده ۵۱: محيط بكل شيء، وفوقه، وقد أعجز عن الاحاطة خلقه.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو احاطہ کئے ہوئے ہیں، اور ہر چیز پر فوقیت رکھتا ہے اور اس نے مخلوق کو اپنے احاطہ سے عاجز کر دیا ہے۔

تشریح: عرش اور کرسی کا ذکر قرآن وحدیث کے متعدد نصوص میں آیا ہے لہذا ہم دونوں کو حق سمجھتے ہیں اور ان کے ثبوت پر ایمان رکھتے ہیں مگر کسی کو اس پر شبہ نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کرسی پر اور عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں، کیونکہ یہ تو محتاجوں کا کام ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔ سب چیزیں اسکی محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، اور سب چیزوں کا محیط ہے اور سب سے اوپر ہے مخلوق سے کوئی اسکا احاطہ نہیں کر سکتا ہے۔

قرآن میں استوا علی العرش کا ذکر ہے اور یہاں کہا گیا ہے کہ وہ عرش سے مستغنی ہے تو اولاً یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی صفات وافعال کے متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ نصوص قرآن وحدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے

لئے اختیار کئے جاتے ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جن کا مخلوق کی صفات میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً حی، سمیع، بصیر، متکلم وغیرہ صفات اللہ نے اپنے لئے بیان کی ہیں اور انسان کے لئے بھی یہ الفاظ بولے جاتے ہیں اور نصوص کے اندر بھی اطلاق ہے تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے، کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں، اب اس میں دو چیزیں ہوئیں، ایک وہ آلہ جسے آنکھ کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا ذریعہ اور مبدأ بنتا ہے، دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض وغایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رویت بصری سے حاصل ہوا مخلوق کو جب بصیر کہا گیا تو یہ مبدأ اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں، اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کرلیں، لیکن جب یہی لفظ خدا کی نسبت استعمال کیا گیا، تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہوسکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہے، البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدأ کیسا ہے، اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے تو بجز اس بات کے کہ اس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ ليس كمثله شيء۔

نہ صرف سمع وبصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدأ اور غایت کے ثابت ہے، مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی، اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی اور عقل حقائق میں غور وخوض کر کے پریشان ہو اسی طرح استواء على العرش کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھنا چاہئے، عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے استقرار وتمکن سے کیا ہے گویا یہ لفظ تخت حکومت پر اسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ واقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے سب کام اور انتظام برابر ہو اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدأ اور ظاہری صورت ہوتی ہے، اور ایک حقیقت یا غرض وغایت یعنی ملک پر پورا تسلط واقتدار اور نفوذ

وتصرف کی قدرت حاصل ہونا ہے حق تعالیٰ کے استواء علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض وغایت بدرجۂ کمال موجود ہے یعنی آسمان وزمین (کل علویات وسفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد ان پر کامل قبضہ واقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ وشہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے۔ (درس عقیدۃ الطحاویہ)

عقیدہ ۵۲: ونقول :ان اللّٰہ اتخذ ابراھیم خلیلا و کلم موسیٰ تکلیما، ایمانا وتصدیقا وتسلیما .

ترجمہ: پورے ایمان صدق دل اور تسلیم ورضاء سے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل اور موسیٰ علیہ السلام کو کلیم کے درجے پر فائز کیا۔

تشریح: جہمیہ اور معتزلہ کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور بندوں میں جانبین سے محبت کا رشتہ قائم نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ محبوب اور محب میں مناسبت ضروری ہے جبکہ حدیث اور قدیم کے درمیان کوئی مناسبت نہیں، اسی طرح انہوں نے حقیقت ؒ تکلم کا بھی انکار کیا، جبکہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اور موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا ذکر موجود ہے لہٰذا ہم ابراہیم علیہ السلام کے خلیل اللہ اور موسیٰ علیہ السلام کے کلیم اللہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ : ﴿ واتخذ اللّٰہ ابراھیم خلیلا ﴾ (النساء :۱۲۵)

ترجمہ: اور خدا نے ابراہیم کو اپنا دوست بنایا تھا۔

وقولہ تعالیٰ :﴿ و کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما ﴾ (النساءَ : ۲۶٤)

ترجمہ: اور موسیٰ سے تو خدا نے باتیں بھی کیں۔

وقولہ ﷺ : "ان اللّٰہ اتخذنی خلیلا کما اتخذ ابراھیم خلیلا."

(بخاری)

ترجمہ: اللہ نے مجھے خلیل بنایا جس طرح کے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ (بخاری)

اصول ایمان کا بیان

عقیدہ ۵۳ : ونؤمن بالملائکۃ والنبیین والکتب المنزلۃ علی المرسلین ونشھد انھم کانوا علی الحق المبین.

ترجمہ؛ ہم ملائکہ، انبیاء علیہم السلام اور رسولوں پر نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام واضح حق پر تھے۔

فرشتوں پر ایمان

قولہ نؤمن بالملائکۃ الخ .

تشریح: فرشتوں پر ایمان لانا فرض ہے، فرشتوں کا انکار کرنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں نور سے پیدا کیے گئے ہیں ان میں توالد وتناسل کا سلسلہ نہیں ہے، نر و مادہ سے پاک ہیں لطیف جسم والے ہیں جو کہ نظر نہیں آتا، مختلف شکلوں میں ظاہر ہوسکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے تکوینی امور ان کے ذمہ لگا رکھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے مختلف کاموں پر مقرر ہیں اور ان کاموں کی بجا آوری میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً بعض فرشتے انسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے انسانوں کی حفاظت پر مقرر ہیں، بعض فرشتے دن رات اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مشغول ہیں بعض فرشتے اللہ تعالیٰ کے عرش کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہیں بعض فرشتے بیت المعمور کا طواف کر رہے ہیں، بعض فرشتے امت کی طرف سے پڑھا جانے والا درود وسلام نبی کریم ﷺ پر پیش کرنے پر مقرر ہیں، بعض فرشتے قبر میں میت سے سوالات کرنے پر مقرر ہیں بعض فرشتوں کے دو، بعض کے تین اور بعض کے چار چار پر ہیں، بعض فرشتے لوگوں کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں، بعض فرشتے مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوتے رہتے ہیں، جیسا کہ غزوۂ بدر وغیرہ میں ہوا، بعض فرشتے نافرمان لوگوں کو عذاب دینے کے لئے بھی آسمانوں سے نازل ہوتے رہتے ہیں، جیسے قوم لوط، قوم عاد اور قوم ثمود وغیرہ پر عذاب کے

لئے آسمانوں سے فرشتے نازل ہوئے بعض فرشتے جنت کے اندر جنتیوں کی خدمت کے لئے مقرر ہوں گے اور بعض فرشتے جہنم میں جہنمیوں کو طرح طرح کا عذاب دینے کیلئے مقرر ہونگے ان میں سے بڑے فرشتے انیس ہیں۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ بل عباد مكرمون لايسبقونه بالقول وهم بامره يعملون ﴾ (الانبياء: ٢٦)

ترجمہ: وہ اس کے عزت والے بندے ہیں، اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

وقولہ تعالیٰ: ﴿ يخافون ربهم من فوقهم ويفعلون مايؤمرون ﴾ (النحل: ٥٠)

ترجمہ: اور اپنے پروردگار سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو ان کو ارشاد ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں۔

انبیاء پر ایمان

قولہ والنبيين الخ: ہم پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جن انبیاء اور رسولوں کا نام لیا۔ ان سب کو رسول برحق تسلیم کرنا، نیز اس بات پر ایمان لانا کہ قرآن میں مذکور انبیاء کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سے انبیاء اور رسول مبعوث فرمائے ہیں ان کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو معلوم نہیں۔

وقولہ تعالیٰ: ﴿ ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ﴾ (المؤمن: ٧٨)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے پیغمبر بھیجے ان میں کچھ تو ایسے ہیں جن کے حالات تم سے بیان کر دیئے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات بیان نہیں کئے۔

اسی طرح یہ ایمان لانا کہ تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کا پیغام کما حقہ امت تک پہنچایا کسی

رسول و نبی نے اپنے فریضۂ منصبی میں کوتاہی نہیں کی۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

قوله والكتب المنزلة على المرسلين الخ.

(۱) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں اپنے پیغمبروں پر نازل فرمائیں تاکہ لوگوں کے عقائد و اعمال درست ہوں اور وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق رہیں۔ جن کتابوں اور صحیفوں کا ثبوت دلائل قطعیہ سے ہے ان پر ایمان لانا ضروری ہے، ان کے انکار سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل فرمائی۔

(۳) اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور صحیفے آسمانوں سے نازل فرمائے بعض روایات کے مطابق ان کی تعداد ایک سو چار ہے۔ ان میں سے دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر، دس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر، تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل فرمائے۔

(۴) آسمان سے اترنے والی تمام کتابیں اور صحیفے حق اور سچے تھے، بعد میں لوگوں نے ان میں تحریف کی۔ چنانچہ اب سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب اپنی اصلی اور صحیح حالت میں موجود نہیں ہے۔

(۵) قرآن مجید تحریف سے محفوظ ہے اور قیامت تک تحریف سے محفوظ رہے گا، اس میں تحریف کا قائل ہونا کفر ہے۔

(۶) قرآن مجید سب سے آخری آسمانی کتاب ہے اور پہلی تمام آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابوں میں سب سے افضل کتاب ہے۔

(۷) موجودہ تورات، انجیل اور زبور اصلی آسمانی کتابیں نہیں ہیں لہٰذا ان کے متعلق یہ

عقیدہ رکھنا کہ یہ اصل آسمانی کتابیں ہیں، غلط ہے اور کفر ہے۔

(۸) پہلی آسمانی کتابیں اکٹھی نازل ہوئیں اور قرآن مجید ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا تیئیس برس میں نازل ہوا۔

﴿ والَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ ﴾ (البقرة : ٤) ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَ هُمْ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ ○ لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْد﴾ (فصلت : ٤١، ٤٢). ﴿ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ (البقرة :٧٩) ﴿ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرة : ٧٥)

اہل قبلہ کے مسلمان ہونے کا مطلب

عقیدہ ٥٤: ونسمّي اهل قبلتنا مسلمين مؤمنين، ماداموا بما جاء به النبی ﷺ معترفين، وله بكل ماقاله وأخبر مصدقين۔

ترجمہ: ہم اہل قبلہ کو اس صورت میں مسلمان ومؤمن سمجھتے ہیں جب وہ ان تمام باتوں کے معترف رہیں جن کو رسول اکرم ﷺ لے کر آئے اور آپ کے تمام اقوال واخبار کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں۔

تشریح: اہل قبلہ اور مؤول کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل قبلہ ان لوگوں کو نہیں کہا جاتا جو قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہوں، بلکہ اہل قبلہ ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتے ہوں، کسی ایک امر ضروری کا انکار نہ کرتے ہوں۔ اگر کسی ایک امر ضروری کا انکار کر دیں تو وہ اہل قبلہ نہ ہوں گے۔ اسی طرح مؤول سے مراد وہ شخص ہے جس کی تاویل سے قطعیات، امور مسلمہ فی الدین یا ضروریات دین پر زد نہ

پڑتی ہو اس طرح کے مؤول کو کافر نہیں کہنا چاہئے، لیکن اگر مؤول، تاویل کرتے ہوئے قطعیات کا انکار کر دے یا ضروریات دین کا انکار کر دے تو ایسا مؤول امر ضروری کے انکار کی بنا پر کافر ہو جائے گا، اور ایسی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچا سکے گی۔

فقہاء نے کہا کہ اگر ایک شخص کے کلام میں ننانوے احتمالات کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اسے کافر نہیں کہنا چاہئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جس نے ایسا مبہم کلام کیا، اور اس کی وضاحت سے پہلے پہلے فوت ہو گیا تو اس کو کافر نہیں کہا جائے گا، اور اگر اس کو وضاحت کرنے کا موقع ملا، اور اس نے ایسی وضاحت کی جس سے ضروریات دین کا انکار لازم آتا ہو، تو ایسا شخص یقیناً کافر ہے۔

یا فقہاء کا یہ قول اس شخص کے بارے میں ہے جس کے اس مبہم کلام کے علاوہ کوئی اور کلام یا قرائن کفر کی تائید میں یا امور ضروریہ کے انکار کے بارے میں موجود نہ ہوں اگر اس شخص کا کوئی اور کلام یا قرائن کفر کی تائید میں یا امور ضروریہ کے انکار میں موجود ہوں تو ایسا شخص بلاشبہ کافر ہے۔

﴿ أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ (البقرة : ٨٥)، وان اعترف به ظاهرا أو باطنا لكنه يفسر بعض ما ثبت بالدين ضرورة بخلاف مافسره الصحابة والتابعون وأجمعت عليه الامة فهو (الزنديق) ...... كما اذا اعترف بان القرآن حق، وما فيه من ذكر الجنة والنار حق لكن المراد بالجنة الابتهاج الذی يحصل بسبب الملكات المحمودة . والمراد بالنار هی الندامة التی تحصل بسبب الملكات المذمومة . وليس فی الخارج جنة ولانار . (فيض الباری : ١/ ٧١)

ثم اعلم أن المراد بأهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من

ضرورات الدين كحدوث العالم وحشر الأجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وما أشبه ذلك من المسائل . فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم أو نفي الحشر أو نفي علمه سبحانه بالجزئيات لايكون من أهل القبلة ، وأن المراد بعدم تكفير أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لايكفر مالم يوجد شيء من أمارات الكفر وعلاماته . ولم يصدر عنه شيء من موجباته . (شرح فقه اكبر : ١٥٤)

١ ـ وفي الخلاصة وغيرها اذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي أن يميل الى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد في البزازية الا اذا صرح بارادته موجب الكفر فلاينفعه التاويل حينئذ . (بحر الرائق : ٥/٢٥) ، ونقل صاحب المضمرات عن الذخيرة : أن في المسئلة اذا كان وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنع التكفير ، فعلى المفتي أن يميل الى الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم . ثم ان كان نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير فهو مسلم ، وان كان نية الوجه الذي يوجب التكفير لاينفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته . (شرح فقه اكبر : ١٩٢)

دین کے بارے میں جھگڑنے کی ممانعت

عقيده ٥٥: ولانخوض في الله، ولانماري في دين الله .

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کے بارے میں غور وخوض نہیں کرتے، اور نہ ہی

اللہ کے دین میں جھگڑتے ہیں۔

تشریح: اس عقیدہ کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت معلوم کرنے کیلئے غور وخوض نہیں کرتے نہ ہی اس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں کیونکہ یہ ماوراء العقول ہونے کی بناء پر انسان کو گمراہ کرسکتا ہے اس کے لئے حقیقت تک پہنچنا ممکن نہیں۔

وعن ابي حنيفة رحمه الله تعالى : انه قال : لاينبغي لاحد ان ينطق في ذات الله بشيء بل يصفه بما وصف به نفسه . (مهذب)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کے بارے میں گفتگو کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کو صرف ان اوصاف کے ساتھ یاد کرے، جنکا اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ذکر فرمایا "رحمٰن، رحیم، رب، خالق، مالک وغیرہ۔

قرآن کلام اللہ غیر مخلوق ہے

عقيده ٥٦: ولا نجادل في القرآن، ونشهد انه كلام رب العالمين، نزل به الروح الأمين، فعلمه سيد المرسلين محمدا ﷺ وهو كلام الله تعالى لايساويه شيء من كلام المخلوقين، ولانقول بخلقه ولانخالف جماعة المسلمين .

ترجمہ: ہم قرآن کے بارے میں جھگڑا نہیں کرتے بلکہ اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ پروردگار عالم کا کلام ہے۔ جبرئیل علیہ السلام اسے لے کر نازل ہوئے اور سید المرسلین ﷺ کو یہ کلام سکھلایا، بلاشبہ یہ کلام الٰہی ہے۔ مخلوق کا کوئی کلام اس کے مساوی نہیں، اور نہ ہی ہم کلام الٰہی کو مخلوق کہتے ہیں ہم کسی بھی مسئلہ میں مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے۔

تشریح: اس میں چند باتیں ہیں:

(۱) کہ جس طرح معتزلہ نے قرآن کریم کے بارے میں جھگڑا کھڑا کیا اور فتنہ برپا کیا ہم قرآن کریم کے بارے میں بالکل نہیں جھگڑتے۔

(۲) ہم گواہی دیتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

(۳) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبرائیل علیہ السلام لیکر آئے ہیں۔

(۴) سید المرسلین محمد ﷺ کو جبرائیل علیہ السلام نے سکھایا ہے۔

(۵) فصاحت، بلاغت، اعجاز، عدل اور صداقت میں مخلوق کا کلام اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۶) ہم قرآن کریم کو مخلوق کہہ کر مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے، کیونکہ سوائے معتزلہ کے مسلمانوں میں سلفا، خلفا کوئی قرآن کریم کے مخلوق ہونے کے قائل نہیں ہے، لہٰذا ہم بھی اس کو مخلوق نہیں کہتے۔

قوله و نشهد أنه كلام رب العلمين . الخ .

اس کے متعلق تفصیلی گفتگو "وان القرآن کلام اللہ" کے ضمن میں گذر چکی ہیں۔

قولـه تـعـالـى: ﴿نزل به الروح الامين على قلبك لتكون من المنذرين بلسان عربي مبين﴾ (الشعراء: ۱۹۳)

ترجمہ: اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے (یعنی اس نے) تمہارے دل پر (القا کیا ہے) تاکہ (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو۔ (اور القا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے)

مرتکب کبیرہ کافر نہیں ہے

عقیدہ ۵۷: ولا نكفر احدا من اهل القبلة بذنب، مالم يستحله .

ترجمہ: ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی بناء پر کافر قرار نہیں دیتے تاوقتیکہ وہ اس گناہ کو اعتقادی اعتبار سے جائز اور حلال سمجھنے لگے۔

عقیدہ ۵۸: ولا نقول: لايضر مع الايمان ذنب لمن عمله .

ترجمہ: اور نہ ہی ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کے مرتکب کو گناہ کوئی نقصان نہیں دیتا۔

تشریح: اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں، جو اس پوری شریعت کو تسلیم کرے جو رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لیکر آئے۔ ضروریات دین اور اصول دین میں سے کسی بات کا انکار نہ کرے۔

اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ کسی مؤمن کو ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے کافر نہیں کہیں گے، ہاں البتہ اگر ضروریات دین میں کسی بات کا انکار کرے، یا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ کسی بات کو حلال سمجھے یا کسی حلال کو حرام سمجھے تو اس کو کافر کہا جائے گا، جبکہ خوارج اور معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے آگے خوارج کہتے ہیں کہ وہ کافر ہو جائے گا، جبکہ معتزلہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ ایمان سے تو جائے گا لیکن کفر میں پورا داخل نہ ہوگا بلکہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان میں ہوگا۔ منزلة بين منزلتين.

قوله ولا نقول: لايضر مع الايمان ذنب عن عمله الخ .

یہ فرقۂ مرجیہ پر رد ہے۔ جو اس بات کے قائل ہیں کہ جس طرح کافر کو طاعت فائدہ نہیں دیتی۔ اسی طرح مسلمان کو گناہ نقصان نہیں دیتا۔ لہٰذا وہ اعمال کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں۔ یعنی اوامر کو بجالانا یا نواہی سے اجتناب کرنا ضروری نہیں کیونکہ فرائض کو ترک کرنا، حرام کا ارتکاب کرنا یہ گناہ ہے اور گناہ ایمان کے ساتھ نقصان دہ نہیں ہے تو گویا کہ مرجیہ کا عقیدہ خوارج اور معتزلہ کے بالکل ضد ہے۔ وہ تو کہتے ہیں، ہر گناہ انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔ جبکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ یہ ٹھہرا کہ گناہ کے ارتکاب سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔ کافر نہیں ہوتا جب تک اس گناہ کو حلال نہ سمجھ لے، ہاں گناہ کو اگر حلال سمجھ کر انجام دیا تو وہ ہمارے نزدیک بھی کافر ہو جائے گا۔

اشکال وجواب: ہمارے اہل السنۃ والجماعۃ پر ایک اشکال یہ وارد ہوتا ہے کہ شریعت نے خود بعض گناہوں کو کفر قرار دیا ہے۔ لہٰذا مطلقاً یہ کہنا صحیح نہ ہوگا۔ لا نكفر احدا من اهل القبلة بذنب . مثلاً شرعی قوانین کے خلاف فیصلہ کرنے کو کفر کہا ہے۔

﴿ومن لم یحکم بما انزل اللّٰہ فاولئك هم الکافرون﴾ قوله ﷺ:
"سباب المسلم فسوق وقتاله کفر." (متفق علیه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں کا آپس میں گلم گلوچ کرنا فسق ہے اور قتال کرنا کفر ہے۔ (بخاری ومسلم)

وقوله علیه السلام: بین المسلم وبین الکفر ترك الصلوٰة.
(رواہ مسلم)

ترجمہ: مسلم اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی بات نماز کا ترک کرنا ہے۔

وقوله ﷺ: "من حلف بغیر اللّٰہ فقد کفر." (رواہ الحاکم)

ترجمہ: جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی، اس نے کفر کیا۔ (حاکم)

اس کے علاوہ بھی دلائل ہیں جن سے خوارج اور معتزلہ استدلال کرتے ہیں مرتکب کبیرہ کے کفر پر۔

جواب: جواب کا حاصل یہ ہے کہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ مرتکب کبیرہ کو ایسا کافر نہیں قرار دیا جائے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے نکل کر کفار کے زمرے میں داخل ہوگیا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ مرتد اور واجب القتل ہوتا اس کے حق میں حدود وقصاص وغیرہ بیکار ہوتا جبکہ شریعت نے ان گناہوں پر حدود وقصاص وغیرہ کی سزائیں مقرر فرمائی ہیں جہاں تک ان افعال پر لفظ کفر کے اطلاق کا تعلق ہے۔

ان سے مراد کفر عملی ہے نہ کہ کفر اعتقادی یعنی کافروں جیسا عمل کیا، جسطرح کافر نماز نہیں پڑھتے اس نے مسلمان ہوتے ہوئے نماز نہیں پڑھی۔ جس طرح کفار مسلمانوں سے لڑتے ہیں۔ اس نے مسلمان ہوکر دوسرے مسلمان بھائی سے لڑائی کی۔ ہاں البتہ کبھی یہ افعال مسلمانوں کے آپس کا قتل وقتال، نماز کا ترک کرنا وغیرہ حقیقی کفر بھی بن جاتے ہیں جب اس طرح کرنے کو حلال سمجھ لیا جائے یا ان افعال کی تحقیر اور اہانت کی جائے۔

دنیا میں کسی کے بارے میں جنتی یا جہنمی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگایا جائے گا

عقیدہ ۵۹: ترجو للمحسنین من المؤمنین ان یعفو عنهم ویدخلهم الجنة برحمته ولا نأمن علیهم، ولا نشهد لهم بالجنة، ونستغفر لمسیئهم ونخاف علیهم، ولا نقنطهم.

ترجمہ: ہم مؤمنین میں سے مخلصین کے متعلق امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائے گا اور انہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے گا۔ لیکن ہمیں ان کے بارے میں مکمل اطمینان نہیں لہٰذا جنت میں یقینی داخلے کی ہم گواہی نہیں دیتے۔ ہم گناہ گاروں کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں ہمیں ان کے متعلق ڈر ہے لیکن ہم انہیں مایوس نہیں کرتے۔

تشریح: جو شخص ایمان کے بعد اعمال صالحہ کو اپنائے اس کے متعلق امید کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت اور فضل وکرم سے جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ہم کسی کو یقینی طور پر جنتی نہیں قرار دے سکتے۔ سوائے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے جن کے جنتی ہونے کی رسول اللہ ﷺ نے بشارت دی جیسے آگے تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا اور جو شخص ایمان دار ہوتے ہوئے گناہ گار ہوگا۔ ہم اس کے متعلق جہنمی ہونے کا یقینی حکم نہیں لگا سکتے، اس لئے اس کے حق میں دعاء مغفرت کرتے رہیں گے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس بھی نہیں کریں گے۔ البتہ عذاب کا خوف دل میں رکھیں گے۔

قوله تعالیٰ: ﴿اولئك الذین یدعون یبتغون الی ربهم الوسیلة ایهم اقرب ویرجون رحمته ویخافون عذابه، ان عذاب ربك کان محذورًا﴾ (بنی اسرائیل: ۵۷)

ترجمہ: یہ لوگ جن کو پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون ان میں (خدا کا) زیادہ مقرب ہوتا ہے اور اس کی رحمت کے

امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں، بے شک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

بے خوفی ناامیدی کفر ہے

عقیدہ ٦٠: والامن والایاس ینقلان عن ملة الاسلام و سبیل الحق بینهما لاهل القبلة .

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا آدمی کو ملت اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اہل قبلہ کیلئے حق کا راستہ ان دونوں کے درمیان ہے۔

تشریح: آدمی نہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوفی کی زندگی بسر کرے نہ ہی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی کی بلکہ ہر مسلمان کی زندگی میں دو نوں پہلو ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اجر وثواب کی امید سے اعمال صالحہ انجام دیتا رہے نیز اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے نافرمانیوں سے مکمل اجتناب کرتا رہے۔ یہی حق کا راستہ ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ امن هو قانت اناء اللیل ساجدا او قائما یحذر الاخرة ویرجو رحمة ربه ﴾ (الزمر: ٩)

ایمان سے خارج ہونا

عقیدة ٦١: ولا یخرج العبد من الایمان الا بجحود ما ادخله اللّٰه فیه.

ترجمہ: بندۂ مؤمن دائرہ ایمان سے اس وقت تک خارج نہیں ہوتا جب تک ان حقائق سے انکار نہ کر دے جن کی بناء پر وہ ایمان میں داخل ہوا تھا۔

تشریح: اس میں خوارج اور معتزلہ پر رد ہے جو مرتکب کبیرہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیتے ہیں۔ اس میں پہلے قول کی مزید وضاحت ہے۔

" لا نکفر احدا من اهل القبلة بذنب مالم یستحله "

اس کی تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔

ایمان کے بارے میں تفصیلات

عقیدہ ٦٢: والایمان: هو الاقرار باللسان، والتصدیق بالجنان.

ترجمہ: ایمان اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

تشریح: ایمان کے لغوی معنیٰ:

ایمان امن سے ماخوذ ہے جو خوف کی ضد ہے؛ امن مجرد میں "سمع" سے لازمی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے یعنی بے خوف ہونا اور افعال سے متعدی معنی میں مستعمل ہوتا ہے یعنی دوسروں کو بے خوف بنانا باب افعال میں یہ متعدی بیک مفعول اور متعدی بدو مفعول دونوں طرح مستعمل ہے "امنت زیدا وعمروا" بولا جاتا ہے جسکے معنیٰ یہ ہیں کہ میں نے زید کو عمرو سے بے خوف بنا دیا۔

پھر اسکا استعمال کبھی متعدی بنفسہ کے طور پر ہوتا ہے اور کبھی متعدی بالصلہ کے طور پر جس وقت متعدی بنفسہ کے طور پر مستعمل ہو تو اس کے معنیٰ فقط مامون اور بے خوف بنانے کے آتے ہیں اور متعدی بالصلہ کے طور پر دو صورتیں ہیں۔ کبھی متعدی بحرف الباء ہوتا ہے جیسے "کل امن باللّٰه ورسوله" اور کبھی متعدی بحرف اللام ہوتا ہے متعدی بحرف الباء کی صورت میں کبھی مدخول باء من قبیل ذوات ہوتا ہے جیسے "کل امن باللّٰه وملائکته" اور کبھی مدخول باء من قبیل احکام ہوتا ہے جیسے "امن الرسول بما انزل الیه من ربه" ہیں۔

متعدی بحرف اللام ہونے کی صورت میں ایمان کے معنیٰ کبھی اذعان اور تصدیق کے ہوتے ہیں جیسے ﴿ لن نؤمن لک حتی نری اللّٰه جهرة وما انت بمؤمن لنا ولو کنا صادقین ﴾ ہیں اور کبھی محض انقیاد اور اطاعت کے ہوتے ہیں جیسے "انؤمن لک واتبعک الارذلون" ہیں۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لغوی معنیٰ اس طرح بیان فرمایا ہے "الایمان هو التصدیق لغة" جب کسی شخص کی تصدیق کر دی جاتی ہے تو اس کو تکذیب سے مامون

اور بے خوف بنادیا جاتا ہے۔

علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایمان کے لغوی معنیٰ تصدیق کے ہیں اور یہ بعینہ تصدیق منطقی ہے انکے نزدیک تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی دونوں کا ایک ہی حاصل ہے البتہ صدر الشریعۃ نے تصدیق لغوی اور تصدیق منطقی کے درمیان تغایر کا قول کیا ہے۔

ایمان کے اصطلاحی معنیٰ:

" الایمان فی الاصطلاح هو التصديق ما علم بداهة مجيء الرسول به تفصيلاً في ما علم تفصيلاً واجمالاً في ما علم اجمالاً "

مراد یہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی تصدیق تفصیلاً کرنا ضروری ہے جن کو حضور اقدس ﷺ کا لیکر آنا تفصیلی طور پر تواتر سے معلوم ہوا ہے اور جو چیزیں اجمالی طور پر معلوم ہوئی ہیں انکے لئے تصدیق اجمالی کافی ہے مثلاً احوال برزخ جو حضور علیہ السلام سے اجمالی صورت پر منقول ہیں ان پر ایمان اجمالی اور تصدیق اجمالی کافی ہے چونکہ احوال برزخ کی تفصیلات اور جزئیات تواتر سے ثابت نہیں بلکہ اخبار سے ثابت ہیں لیکن احوال برزخ کا اجمالی حال تواتر سے ثابت ہے اسی طرح حضور اقدس ﷺ سے جو خوارق عادات ثابت ہیں انکی تصدیق اجمالی کافی ہے چونکہ خوارق عادات کی تفصیلات صرف اخبار آحاد سے ثابت ہیں البتہ خوارق عادات کا اجمالی ثبوت متواتر سے ثابت ہے اور جو چیزیں حضور ﷺ سے تفصیلاً منقول ہیں ان کی تصدیق بھی تفصیلی ضروری ہے مثلاً بیان صلوٰۃ خمس بعدد رکعات اور دیگر ارکان عبادات یا مثلاً حضرات انبیاء علیہم السلام جن کو نام بنام قرآن کریم یا حدیث میں ذکر کیا گیا ان سب پر ایمان تفصیلی ضروری ہے۔

یہاں پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ علماء نے جو یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی امر تواتر یا ما ثبت بداهة کا على سبيل التاويل انکار کردے تو وہ کفر نہیں مثلاً مرزا غلام احمد قادیانی حضور اقدس ﷺ کے ختم نبوت کا متاولاً انکار کرتا ہے تو وہ بھی کافر نہ ہونا چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح قرآن حکیم جمیعًا تواتر ہے اسی طرح مضامین قرآن بھی بعض متواتر بعض غیر متواتر ہیں جو مضامین متواتر ثابت ہیں انکا انکار خواہ تاویلاً ہو یا بلا تاویل دونوں حالت میں کفر ہے اور حضور اکرم ﷺ کا ختم نبوت کا مضمون جو ﴿ولكن رسول الله وخاتم النبيين﴾ سے ظاہر ہے متواتر ہے اسلئے اسکا انکار تاویلاً بھی کفر ہوگا ہاں البتہ ایسے مضامین جو متواتر نہیں ہیں اگرچہ انکے الفاظ متواتر ہیں انکا تاویلاً انکار کفر نہیں ہے۔

فقہاء نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اگر کسی شخص کے کلام میں ننانوے احتمالات کفر ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہوں تو اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔ پھر غلام احمد قادیانی جیسے کاذب مدعیان نبوت کے کلام میں بہرحال ایک یا اس سے زائد احتمال ایمان نکل سکتے ہیں تو اس پر حکم کفر کیوں لگایا گیا۔

اس کا جواب اول یہ ہے کہ دراصل فقہاء کا قاعدہ اس شخص کے بارے میں ہے جو کلام مبہم بول کر بیان مراد سے پہلے فوت ہوگیا ہو یہاں تو غلام احمد قادیانی نے انکار ختم نبوت کے کلام کی جابجا خود مراد بیان کی ہے جو صراحۃً کفر ہے اسلئے یہ قاعدہ یہاں جاری نہیں کیا جاسکتا۔

جواب ثانی یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قاعدہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ متکلم کا اس کلام کے علاوہ دوسرے قرائن اس کے کفر کی تائید نہ کرتے ہوں۔

اور اگر دوسرے قرائن سے اس کی کفریہ مراد واضح ہو جاتی ہے تو اس پر کفر ہی کا حکم لگایا جائے گا، چنانچہ غلام احمد قادیانی کا تمام کلام جو مجموعہ خرافات ہے اس بات کی تائید کرتا ہے کہ اس کی انکار ختم نبوت سے مراد وہی ہے جو باعث صد تکفیر ہے۔

المذاهب في حقيقة الايمان

ایمان شرعی کے بارے میں مختلف مذاہب ہیں قطع نظر اس کے کہ فرقہ ضالہ کا اس پر اختلاف ہے خود اہل حق بھی اس کی حقیقت کے تعین میں مختلف ہیں۔

المذهب الاول: الايمان الشرعي هو التصديق بالجنان فقط

والاقرار باللسان والعمل بالاركان ليس بشطرين بل هما شرطان.

مذکورہ مذہب کے مطابق ایمان صرف تصدیق قلبی کا نام ہے اور اقرار باللسان اجراء احکام کیلئے شرط ہوگا عمل بالارکان ثمرات ایمان میں سے ہوگا یہ دونوں چیزیں اجزائے ایمان نہیں اس وجہ سے اس مذہب کے مطابق ایمان بسیط ہے یہ جمہور متکلمین احناف شیخ ابو المنصور ماتریدی اور امام نسفی اور ایک قول کے مطابق امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔

المذهب الثاني : الايمان هو التصديق بالجنان والاقرار باللسان.

اس مذہب کے مطابق ایمان مرکب من الشیئین ہے، شمس الائمہ سرخسی، حافظ ابن تیمیہ کا یہی مذہب ہے۔

المذهب الثالث : الايمان هو التصديق بالجنان والاقرار باللسان ركن ان طولب به والا فلا.

مراد یہ ہے کہ اگر تصدیق بالجنان کے بعد کسی شخص نے اس سے اقرار باللسان کا مطالبہ کیا تو اب اقرار بھی ایمان کا رکن اور جزء ضروری ہوگا اور اگر اس سے کسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا تو صرف تصدیق بالجنان ہی ایمان کیلئے کافی ہے۔

ذكره علامه تفتازاني في شرح المقاصد والشيخ ابن همام في المسائرة .

المذهب الرابع : الايمان هو التصديق بالجنان والاقرار باللسان والعمل بالاركان.

اس مذہب کے مطابق ایمان مرکب من اشیاء الثلثۃ ہے۔

یہ جمہور شوافع اور جمہور محدثین اور بعض متکلمین کا مذہب ہے۔

المذهب الخامس: الايمان هو المعرفه القلبي فقط .

اس مذہب کے مطابق ایمان کیلئے صرف قلب میں معرفت کا پایا جانا ضروری ہے اور

یہی کافی ہے۔

تصدیق قلبی اور اقرار وغیرہ کوئی چیز ضروری نہیں یہ مذہب جہمیہ کا ہے جو جہم بن صفوان کی طرف منسوب ہے یہ مذہب بالکل باطل اور غلط ہے اسلئے کہ اگر نفس معرفت ایمان کیلئے کافی ہوتا تو ابو طالب اور ہرقل رومؑ جیسے لوگ بھی صاحب ایمان کہلائیں گے اسلئے کہ ابوطالب کو حضور اقدس ﷺ کی صداقت کی معرفت قلبی حاصل تھی چنانچہ انہوں نے "لقد علمت بان دين محمد خير من اديان البرية ۔ کہہ کر اپنے معرفت کا اظہار دنیا میں کر دیا تھا اسی طرح صحیح بخاری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہرقل روم صاحب معرفت تھا نیز اہل کتاب کے بارے میں خود قرآن حکیم میں ﴿يعرفونه كما يعرفون ابنائهم﴾ فرمایا گیا تو کیا یہ لوگ صاحب ایمان ہیں حالانکہ اہل حق کا انکے کفر پر اتفاق اور اجماع ہے۔

المذهب السادس: الايمان هو التصديق القلبي فقط۔ ولايضر به العمل الشيء .

مراد یہ ہے کہ ایمان کیلئے تصدیق قلبی کافی ہے اور حالت ایمان میں کوئی گناہ ومعصیت مضر نہیں ہوتی جبکہ حالت کفر میں کوئی حسنہ مفید نہیں ہوتی یہ مرجیہ کا مذہب ہے انکے نزدیک ایمان کے ساتھ اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت نہیں چونکہ وہ اعمال سیئہ کو ایمان کیلئے مضر نہیں سمجھتے اس لئے یہ مذہب بھی باطل ہے قرآن کریم میں جا بجا اہل ایمان کو اعمال حسنہ کی ترغیب دی گئی اور اعمال سیئہ سے احتراز کا حکم دیا گیا ہے اگر اعمال حسنہ غیر ضروری اور اعمال سیئہ غیر مضر ہوتے تو ﴿ان الذين امنوا و عملوا الصالحات﴾ جا بجا قرآن حکیم میں مربوط طریقے پر بیان نہ کیا جاتا۔

المذهب السابع : الايمان هو التصديق بالجنان والاقرار باللسان والعمل بالاركان كما هو مذهب المحدثين والشوافع ولكن يخرج المؤمن من الايمان بالاعمال السئية الكبيرة ولايبقىٰ مؤمنا

ولايكون كافرا فيكون منزلة بين منزلتين هذا هو مذهب المعتزله .

ان کے نزدیک ایمان کی حقیقت اگر چہ وہی ہے جو حضرات شوافع اور محدثین عظام کے نزدیک ہے لیکن اس کے ساتھ انکے نزدیک گناہ کبیرہ کیوجہ سے دائرہ ایمان سے نکل جاتا ہے اگر چہ وہ کافر بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ شخص انکی اصطلاح میں فاسق کہلاتا ہے جو مخلد فی النار ہوتا ہے اس فاسق سے مراد فاسق اصطلاحی معروف کے علاوہ ہے فاسق معروف اصطلاحی تو وہی کہلاتا ہے جو معاصی میں مبتلاء ہو لیکن دائرہ ایمان میں داخل ہو اور اس کے لئے خلود فی النار بھی نہیں ہے۔

المذهب الثامن:الايمان هو التصديق بالجنان والاقرار باللسان والعمل بالاركان كما هو مذهب المحدثين والشوافع لكن يكون كافرا وخارجا عن الايمان بالمعصية الكبيرة هذا هو مذهب الخوارج .

معتزلہ اور خوارج کے درمیان اتنا فرق ہے کہ معتزلہ معصیت کبیرہ کیوجہ سے انکو فی منزلۃ بین المنزلتین مانتے ہیں اور خوارج اس کو کافر کہتے ہیں اور خلود فی النار دونوں کیلئے یہ مذہب بھی باطل ہے۔ حضرات محدثین اور خوارج اور معتزلہ کے درمیان یہ بھی فرق ہے کہ حضرات محدثین اعمال کو اجزاء تزیینیہ قرار دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان اسوقت تک مزین اور کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ اعمال نہ پائے جائیں اور معتزلہ وخوارج کے نزدیک اعمال کی حیثیت اجزاء ترکیبیہ جیسی ہے گویا کہ اعمال حسنہ کے بغیر مطلق ایمان موجود ہی نہیں ہے۔

معتزلہ وخوارج کا یہ مذہب بھی باطل ہے کیوں کہ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ان الذين اٰمنوا وعملوا الصالحات﴾ الأية اس میں اعمال کا عطف ایمان پر کیا گیا ہے اور عطف مغایرت کو چاہتا ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اعمال کے بغیر بھی نفس ایمان کا تحقق ہو جائیگا لہذا اعمال سیئہ کی وجہ سے ایمان باطل نہیں ہوگا۔

نیز حدیث میں حضرت ابوذر غفار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا "من قال لااله الا الله دخل الجنة" حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوال کیا" وان زنى وسرق " تو آپ ﷺ نے فرمایا "وان زنى وسرق على رغم انف ابى ذر۔ رضى الله تعالىٰ عنه" حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین مرتبہ سوال کرنے پر آخری مرتبہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے مقصود یہ بتلانا تھا کہ جس شخص کے دل میں تصدیق قلبی موجود ہے اگر چہ وہ زانی اور سارق ہی کیوں نہ ہو انجام کار جنت میں داخل ہوگا خواہ اب توبہ کریں یا نہ کریں معلوم ہوا کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر نہیں ہوجاتا جیسا کہ معتزلہ وخوارج کا گمان ہے۔

المذهب التاسع : الايمان هو الاقرار باللسان فقط وان لم يحصل التصديق والمعرفة بالقلب .

یہ مذہب کرامیہ کا ہے اس مذہب میں ایمان صرف اقرار باللسان کا نام ہے اور یہ مذہب بھی ظاہر البطلان ہے اس لئے کہ اگر ایمان کیلئے اقرار لسانی کافی ہوتا تو تمام منافقین مومن کہلاتے حالانکہ قرآن میں انہیں ایک الگ طائفہ کے طور پر مسلمانوں سے جدا کر کے بیان کیا ہے باوجودیکہ وہ لوگ اقرار باللسان کیا کرتے تھے قرآن نے انکے متعلق فرمایا۔ ﴿ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الأخر وما هم بمؤمنين﴾ نیز اس مذہب کے ماننے سے وہ تمام لوگ جو استہزاء اور تمسخراً اقرار لسانی کیا کرتے تھے اور کہا کرتے ہیں وہ صاحب ایمان بن جائیں گے۔

ماقبل میں جو جہمیہ کے مذہب میں یہ بات ذکر ہوئی کہ نفس معرفت ایمان کے واسطے کافی نہیں اسی وجہ سے ابو طالب اور ہرقل روم بالاتفاق کافر ہیں تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وجود معرفت کے باوجود ان لوگوں کو کافر کہنا کیسے صحیح ہوگا حالانکہ غیر صاحب معرفت بھی کافر ہوتا ہے اس میں اور اُس میں کچھ فرق ہونا ہی چاہئے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں:

(۱) **کفر جحود:** ایسا کفر ہے جس میں قلب میں تو تصدیق موجود ہو لیکن زبان سے مسلسل انکار ہو۔

(۲) **کفر عناد:** ایسا کفر ہے کہ قلب میں نفس معرفت موجود ہو اور زبان میں کبھی اسکا اظہار اور کبھی انکار ہو۔

(۳) **کفر نفاق:** ایسا کفر ہے کہ جس کے قلب میں تو تصدیق و معرفت موجود نہ ہو لیکن زبان سے مسلسل اقرار ہو۔

(۴) **کفر انکاری:** ایسا کفر ہے جس میں قلب ولسان دونوں انکار ہو۔

ابوطالب اور ہرقل روم کا کفر ''کفر عناد'' تھا جو دوسری قسم میں بیان ہوا لہٰذا انہیں کافر کہنا صحیح ہوا۔

مرجیہ کے نزدیک اعمال حسنہ کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ انکے مذہب کے بیان میں اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اور انکو مرجیہ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ جو ''ارجاء بهم التاخير'' سے ماخوذ ہے۔ ''كان هم يوخرون الاعمال عن الايمان''۔

یہاں پر ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ کو فرقہ مرجیہ میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ''غنیۃ الطالبین'' میں ذکر کیا ہے تو کیا امام صاحب کا اس فرقہ ضالہ سے کچھ تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ''كتاب الملل والنحل للشهرستانی'' اور اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''کتاب الایمان'' میں مرجیہ کی دو قسمیں بیان کی گئی ہے:

(۱) مرجیہ فی الاعتقاد یہ وہی فرقہ ضالہ ہے جو ماقبل میں بیان ہو چکا۔

(۲) مرجیہ فقہاء سے مراد وہ فقہاء ہیں جو ایمان کو بسیط مانتے ہیں اور صرف تصدیق قلبی کا نام ایمان رکھتے ہیں چونکہ ان حضرات کے نزدیک عمل جزء ایمان نہیں بلکہ ثمرات ایمان میں سے ہیں اسلئے ان کو مرجیہ فقہاء کہا جاتا ہے تو امام صاحب کو جن لوگوں نے مرجیہ

میں سے کہا ہے اس سے مراد یہی قسم ثانی ہے اور اس میں تنہا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ ہی داخل نہیں بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ اور امام الحرمین اور جمہور متکلمین تمام شامل ہیں۔

اہل سنت کے مابین ایمان کی تعریف میں اختلاف نزاع لفظی ہے

یہ بات اچھی طرح جاننا چاہئے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور دیگر ائمہ کے مابین ایمان کی تعریف اور حقیقت کے بارے میں جو اختلاف ہے یہ حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ نزاع لفظی ہے۔ کیونکہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اگرچہ اعمال کو ایمان کا جزء نہیں مانتے لیکن ایمان قلبی کیلئے اعمال کو لازم قرار دیتے ہیں اور ائمہ ثلاثہ، اعمال کو ایمان قلبی کا جز قرار دیتے ہیں۔ جبکہ دونوں ہی جماعتیں اس بات پر متفق ہیں۔ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا ہے۔ تو یہ تعبیر کا اختلاف ہے اس پر کوئی فساد عقیدہ مرتب نہیں ہوتا۔ ایمان کے بسیط ہونے اور صرف تصدیق قلبی ہونے پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل۔

قوله تعالىٰ: ﴿ الا من اكره وقلبه مطمئن بالايمان ﴾

(النحل: ۱۰۶)

ترجمہ: وہ نہیں جو (کفر پر زبردستی) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو۔ اس میں صرف ایمان قلبی کا ذکر ہوا۔ جوارح اور زبان کا ذکر نہیں فرمایا۔

وقوله تعالىٰ: ﴿ ولما يدخل الايمان فى قلوبكم ﴾

(الحجرات: ۱۴)

ترجمہ: اور ایمان تو بالکل تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔

وقوله تعالىٰ: ﴿ اولئك كتب فى قلوبهم الايمان ﴾ (مجادلة: ۲)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو (پتھر کی لکیر کی طرح) تحریر فرمادیا۔

رسول اللہ ﷺ کا قول وفعل حجت ہے

عقیده: (۶۳) وجميع ما صح عن رسول الله ﷺ من الشرع

والبیان کلہ حق۔

ترجمہ: جو کچھ شرع اور بیان رسول اللہ ﷺ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ سب حق ہے۔

تشریح: امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ، معتزلہ، روافض نیز معطلہ اور جہمیہ وغیرہ پر رد کرنا چاہتے ہیں۔ جو قرآن وحدیث کو مفید یقین نہیں کہتے۔

وہ یہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم اور احادیث متواترہ اگر چہ قطعی الثبوت ہیں لیکن قطعی الدلالۃ نہیں۔ اسی وجہ آیات قرآنیہ جو صفات باری تعالیٰ پر دلالت کرتی ہیں ان کا انکار کیا اور ان آیات میں تاویلات فاسدہ سے کام لیا۔

احادیث میں سے خبر واحد، یہ قطعی الثبوت نہ ہونے کے ساتھ قطعی الدلالۃ بھی نہیں ہے۔ اس طرح انہوں نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کو اسماء اور صفات کے ذریعہ پہچاننے کا راستہ ہی بند کر دیا اور لوگوں کو عجیب وغریب قسم کے وہم میں مبتلاء کر دیا اور راہ حق سے ہٹا کر خیالات فاسدہ اور مخمصوں میں ڈالدیا۔ تو علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابتدائی طور پر جو شریعت بیان کی یا کتاب اللہ کی شرح میں جو کچھ بیان فرمایا سب برحق اور واجب الاتباع ہے۔ ان کا انکار یا ان سے انحراف جائز نہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے قول اور فعل بیان اور تشریح سب امت کے لئے حجت ہے۔ ان کی اطاعت واجب اور لازم ہے۔

اصل ایمان میں کوئی تفاوت نہیں

عقیدہ ۔ ٦٤: والایمان واحد۔ واھلہ فی اصلہ سواء، والتفاضل بینھم بالخشیۃ والتقی، ومخالفۃ الھویٰ۔ وملازمۃ الاولیٰ۔

ترجمہ: ایمان ایک وحدت ہے اور اہل ایمان اس کی بنیاد میں برابر ہیں لیکن ایک دوسرے پر فضیلت خشیت الٰہی، تقویٰ، خواہشات نفسانی کی مخالفت، اور افضل حکم پر مواظبت کے ساتھ عمل کرنے کی بنیاد پر نصیب ہوتی ہے۔

تشریح: تمام مؤمنین نفس ایمان میں سب برابر ہیں۔ جو بھی اللہ تعالیٰ کی واحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ۔ ضروریات دین کو تسلیم کرے وہ مسلمان ہے۔ باقی ان میں تفاضل، تقویٰ اخلاص کی زیادتی، اعمال میں زیادتی وغیرہ دیگر عوامل کی بناء پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حقیقت ایمانی کمی وزیادتی کو قبول نہیں کرتی، البتہ متعلقات ایمان، یعنی اعمال کی کمی زیادتی سے ایمان کی کیفیات میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ (الحجرات: ۱۳)

ترجمہ: خدا کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔

ولی کا مقام

عقیدہ ٦٥: والمؤمنون کلھم اولیاء الرحمن واکرمھم عند اللہ۔ اطوعھم واتبعھم للقرآن۔

ترجمہ: تمام مؤمن اولیاء الرحمٰن (اللہ کے دوست) ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو (اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا) زیادہ فرمانبردار اور قرآن مجید کا تابع ہو۔

تشریح: قولہ اولیاء، جمع ہے ولی کی، ولی ماخوذ ہے ولایۃ سے، ولایۃ بفتح الواو یہ عداوت کی ضد ہے۔ کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿مالکم من ولایتھم من شیء﴾

ترجمہ: تو جب تک وہ ہجرت نہ کریں تم کو ان کی رفاقت سے کچھ سروکار نہیں۔

پس مؤمنین اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دوست ہیں اور ولی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں سے محبت کرتے ہیں، ان کو پسند کرتے ہیں مؤمن اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے ہیں۔

ولی کی تعریف:

لہٰذا ولی وہ مؤمن بندہ ہے جو کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے اور رسول

اللہ ﷺ کی مکمل اطاعت کرتا ہے، بدعات ورسومات سے بچتا ہے۔ ہر قسم کی نافرمانی سے دور رہتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿الا ان اولیاء اللّٰہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون، الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ لھم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ﴾ (یونس: ٦٢)

ترجمہ: سن رکھو کہ جو خدا کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔ یعنی وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے۔ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیوی زندگانی میں اور آخرت میں۔

قولہ: **واکرمھم الخ**: اس سے شیخ کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعات اور فرمانبرداری میں جس حد تک کوشش کرے گا قرآن وسنت کی اتباع میں جس قدر آگے بڑھے گا اسی قدر اسکا مرتبہ ومقام بلند ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔ اسی قدر متقی اور پرہیزگار کہلائے گا۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ: "لافضل لعربی علی عجمی ولالعجمی علی عربی ولا لابیض علی اسود، ولا لاسود علی ابیض، الا بالتقویٰ." (رواہ احمد فی مسندہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر یا کسی عجمی کو عربی پر سفید کو کالے پر یا کالے کو گورے پر فوقیت حاصل نہیں مگر تقویٰ کی برکت سے۔ (احمد)

جن باتوں پر ایمان ضروری ہے

عقیدۃ ٦٦: والایمان ھو الایمان باللّٰہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر والقدر خیرہ وشرہ وحلوہ ومرہ من اللّٰہ تعالیٰ.

ترجمہ: ایمان اللہ تعالیٰ، ملائکہ، کتب سماویہ، رسول، یوم آخرت اور اللہ تعالیٰ کی طرف

سے تقدیر کے خیر وشر اور موافق ومخالف ہونے پر تہہ دل سے یقین کا نام ہے۔

تشریح: پہلے ایمان کی حقیقت، لوازمات اور آثار کو بیان فرمایا اب دین کے اصول اور ضروریات کو ایک ساتھ بیان فرمادیا کیونکہ ان باتوں پر ایمان کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا ہے ان باتوں کی تفصیلات عقیدہ ۵۳ کے تحت گذر چکی ہیں۔

عقیدہ ٦٧: ونحن مؤمنون بذلك کلہ، لانفرق بین احد من رسلہ ونصدقھم، کلھم علی ماجاؤوا بہ.

ترجمہ: ہم مذکورہ تمام حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے اور جو وہ پیغام لائے تھے اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

تشریح: یہ اوپر والے عقیدہ کی مزید تشریح اور توضیح ہے قولہ لانفرق بین احد الخ یعنی تمام رسول ونبی برحق ہیں ان میں اس طرح تفریق نہیں کرتے کہ بعض پر ایمان لائیں اور بعض کا انکار کردیں اور تفریق کرنے والا کافر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض، ویریدون ان یتخذوا بین ذلك سبیلا، اولئك ھم الکافرون حقا﴾ (النساء: ١٥٠)

ترجمہ: اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور ایمان اور کفر کے بیچ میں ایک راہ نکالنی چاہتے ہیں۔

اہل کبائر جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہیں گے

عقیدہ ٦٨: وأھل الکبائر من أمۃ محمد ﷺ فی النار لایخلدون اذا ماتوا وھم موحدون، وان لم یکونوا تائبین بعد ان لقوا اللّٰہ عارفین مؤمنین وھم فی مشیتہ وحکمہ ان شاء غفر عنھم بفضلہ، کما ذکر عزوجل فی کتابہ: ﴿ویغفر ما دون ذلك لمن

یشاء ﴾ (النساء : ۱۱٦) وان شاء عذبهم فی النار بعدله، ثم یخرجهم منها برحمته وشفاعة الشافعين من اهل طاعته، ثم يبعثهم الى جنته، وذلك بأن الله تعالىٰ تولى أهل معرفته، ولم يجعلهم فی الدارين كأهل نكرته، الذين خابوا من هدايته، ولم ينالوا من ولايته، اللهم ياولی الاسلام وأهله، ثبتنا على الاسلام حتى نلقاك به.

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔لیکن وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ بشرطیکہ موت کے وقت توحید کے قائل ہوں اگرچہ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کی ہو لیکن اللہ سے جب ملے ہوں عارف اور مؤمن ہونے کی حالت میں ملے ہوں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم کے تحت ہوں گے۔ اگر وہ چاہے تو ان کو بخش دے اور انہیں اپنے فضل وکرم سے معاف کردے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ فرمایا: ”(شرک) کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے۔“ (النساء: ۴۸۔۱۱۶) اور اگر وہ چاہے تو انہیں جہنم میں اپنے عدل وانصاف کے مطابق سزا دے، پھر انہیں اس سے اپنی رحمت اور اپنے فرمانبردار بندوں کی سفارش کی بناء پر نکال دے اور انہیں جنت میں داخل کردے۔ یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دوست بنایا ہے اور انہیں دنیا وآخرت میں منکرین کے برابر قرار نہیں دیا جو ہدایت الٰہی سے محروم رہے اور اس کی دوستی کو نہ پاسکے۔ اے اللہ! اے اسلام اور اہل اسلام کے دوست! ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ حتیٰ کہ تجھ سے اسی حالت پر آملیں۔

تشریح: جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی بھر کبیرہ گناہوں کا مرتکب رہا، لیکن موت اس کی ایمان کی حالت میں آئی ہو۔ اگرچہ اس نے گناہوں سے توبہ تو نہ کی تب بھی وہ ایمان کی بدولت جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

وفضل سے نکال لے، یا انبیاء شہداء صالحین کی سفارش قبول فرما کر نکال لے جہنم سے نکالنے کے بعد پاک وصاف کر کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دوست ومددگار ہیں۔ مؤمنین کو آخرت میں کفار کے برابر جہنم میں نہیں رکھیں گے۔ کفار تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ گناہ گار مؤمن کو ان کے گناہوں کی سزاء دے کر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس عقیدہ کو بیان فرما کر معتزلہ اور خوارج پر رد فرما رہے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان کے قول کا باطل ہونا۔ ”ولا نكفر احدا من اهل القبلة“ کے تحت گذر چکا ہے۔ باقی اہل کبائر امت محمدیہ ﷺ کے عدم خلود کے قول سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ صرف امت محمدیہ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بموجب جو مؤمن بھی جہنم میں ہوگا۔ اگرچہ ذرہ برابر ایمان ہو وہ بھی ایمان کی بدولت ضرور ایک دن جہنم سے نجات پائے گا چاہے اسکا تعلق امت محمدیہ ﷺ سے ہو یا کسی اور نبی کی امت سے ہو ہر مؤمن کو یہ نعمت حاصل ہوگی۔ ایمان بڑی دولت ہے۔

قوله ﷺ ”يخرج من النار من كان فی قلبه مثقال ذرة من ايمان.“

(متفق علیه)

گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، مختلف تعریفیں علماء سے منقول ہیں۔

گناہِ کبیرہ کی تعریف:

جس گناہ پر قرآن وحدیث میں وعید آئی ہو یا لعنت کی گئی ہو، یا جس گناہ کے مرتکب کو قرآن وحدیث میں فاسق فاجر قرار دیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح جو گناہ وسیلہ اور ذریعہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ خود بالذات مقصود ہو وہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

(الزواجر : ۱/۱۲،۱۵)

يشاء﴾ (النساء : ١١٦) وان شاء عذبهم فی النار بعدله، ثم يخرجهم منها برحمته وشفاعة الشافعين من اهل طاعته، ثم يبعثهم الی جنته، وذلك بأن الله تعالىٰ تولی أهل معرفته، ولم يجعلهم فی الدارين كأهل نكرته، الذين خابوا من هدايته، ولم ينالوا من ولايته، اللهم ياولی الاسلام وأهله، ثبتنا علی الاسلام حتی نلقاك به.

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ کی امت میں سے کبیرہ گناہ کے ارتکاب کرنے والے جہنم میں جائیں گے۔ لیکن وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے۔ بشرطیکہ موت کے وقت توحید کے قائل ہوں اگر چہ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کی ہو لیکن اللہ سے جب ملے ہوں عارف اور مؤمن ہونے کی حالت میں ملے ہوں ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکم کے تحت ہوں گے۔ اگر وہ چاہے تو ان کو بخش دے اور انہیں اپنے فضل وکرم سے معاف کردے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تذکرہ فرمایا: ”(شرک) کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے۔“ (النساء: ۴۸۔۱۱۶) اور اگر وہ چاہے تو انہیں جہنم میں اپنے عدل وانصاف کے مطابق سزا دے، پھر انہیں اس سے اپنی رحمت اور اپنے فرمانبردار بندوں کی سفارش کی بناء پر نکال دے اور انہیں جنت میں داخل کردے۔ یہ اس لئے ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دوست بنایا ہے اور انہیں دنیا وآخرت میں منکرین کے برابر قرار نہیں دیا جو ہدایت الٰہی سے محروم رہے اور اس کی دوستی کو نہ پاسکے۔ اے اللہ! اے اسلام اور اہل اسلام کے دوست! ہمیں اسلام پر ثابت قدم رکھ حتیٰ کہ تجھ سے اسی حالت پر آملیں۔

تشریح: جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص زندگی بھر کبیرہ گناہوں کا مرتکب رہا، لیکن موت اس کی ایمان کی حالت میں آئی ہو۔ اگر چہ اس نے گناہوں سے توبہ تو نہ کی تب بھی وہ ایمان کی بدولت جہنم سے نکال لیا جائے گا۔ چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت

وفضل سے نکال لے، یا انبیاء شہداء صالحین کی سفارش قبول فرما کر نکال لے جہنم سے نکالنے کے بعد پاک وصاف کر کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے دوست ومددگار ہیں۔ مؤمنین کو آخرت میں کفار کے برابر جہنم میں نہیں رکھیں گے۔ کفار تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ گناہ گار مؤمن کو ان کے گناہوں کی سزاء دے کر جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس عقیدہ کو بیان فرما کر معتزلہ اور خوارج پر رد فرما رہے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ مرتکب کبیرہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے ان کے قول کا باطل ہونا۔ "ولا نكفر احدا من اهل القبلة" کے تحت گذر چکا ہے۔ باقی اہل کبائر امت محمدیہ ﷺ کے عدم خلود کے قول سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ صرف امت محمدیہ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے بموجب جو مؤمن بھی جہنم میں ہوگا۔ اگر چہ ذرہ برابر ایمان ہو وہ بھی ایمان کی بدولت ضرور ایک دن جہنم سے نجات پائے گا چاہے اسکا تعلق امت محمدیہ ﷺ سے ہو یا کسی اور نبی کی امت سے ہو ہر مؤمن کو یہ نعمت حاصل ہوگی۔ ایمان بڑی دولت ہے۔

قوله ﷺ "يخرج من النار من كان فی قلبه مثقال ذرة من ايمان."

(متفق عليه)

گناہِ صغیرہ اور گناہِ کبیرہ

گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تعریف میں علماء کا اختلاف ہے، مختلف تعریفیں علماء سے منقول ہیں۔

گناہِ کبیرہ کی تعریف:

جس گناہ پر قرآن وحدیث میں وعید آئی ہو یا لعنت کی گئی ہو، یا جس گناہ کے مرتکب کو قرآن وحدیث میں فاسق فاجر قرار دیا ہو وہ گناہ کبیرہ ہے۔ اسی طرح جو گناہ وسیلہ اور ذریعہ کی حیثیت نہ رکھتا ہو بلکہ خود بالذات مقصود ہو وہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

(الزواجر : ١/١٢، ١٥)

صغیرہ گناہ بھی اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے اسی طرح جو گناہ بھی انسان قصداً اللہ تعالیٰ سے نڈر ہوکر انجام دیتا ہے وہ کبیرہ بن جاتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ ان تجتنبوا کبائر ما تنهون عنه نکفر عنکم سیئاتکم و ندخلکم مدخلا کریما ﴾ (النساء: ٣١)

ترجمہ: اگر تم بڑے گناہوں سے جن تم کو منع کیا جاتا ہے اجتناب رکھو گے تو تمہارے چھوٹے گناہ معاف کردیں گے اور تمہیں عزت کے مکانوں میں داخل کریں گے۔

صغیرہ گناہ کی تعریف:

یعنی جس گناہ پر دنیا میں لعنت یا آخرت میں کوئی وعید شدید بیان نہ کی ہو وہ صغیرہ ہے۔

کبیرہ گناہ کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ سات، سترہ، ستر تک مختلف اقوال ہیں تفصیلی فہرست کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قولہ بعد ان لقوا اللہ تعالیٰ عارفین الخ .

اگر مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ عارفین کے بجائے مؤمنین فرماتے تو زیادہ مناسب ہوتا اس لئے کہ جس کو معرفت ہو حقیقت ایمان فقدان ہو وہ کافر ہے۔ ابلیس بھی عارف ہے مگر سب سے بڑا کافر ہے اہل کتاب کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی معرفت حاصل تھی مگر رسول اللہ ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کو نہ ماننے کی وجہ سے کافر ہیں۔

قولہ وهم فی مشیة الله وحکمه الخ .

یعنی اہل کبائر کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے۔ چاہے ان کو بلا عذاب کے معاف فرمادے۔ چاہے تو جہنم میں سزادے کر معاف کرے باقی مشرک کی مغفرت نہ ہوگی۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ ان الله لایغفر ان یشرك به و یغفر ما دون ذلك لمن یشاء ﴾ (النساء: ٤٨)

ترجمہ: بے شک خدا اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے

سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کردے۔

قولہ: ذلك ان الله مولیٰ اهل معرفته الخ.

یعنی اہل ایمان کو بالآخر جہنم سے خلاصی ملنا اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا ولی اور رفیق و مددگار ہے۔ کفار کا نہیں۔

کما فی قوله تعالیٰ: ﴿ ذلك بان الله مولی الذین امنوا و ان الکافرین لا مولیٰ لهم ﴾ (محمد: ١١)

ترجمہ: یہ اسلئے کہ جو مؤمن ہیں ان کا خدا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

فاسق وفاجر کی اقتداء میں نماز

عقیدہ ٦٩: و نری الصلاة خلف کل بر و فاجر من أهل القبلة، وعلی من مات منهم .

ترجمہ: ہم اہل قبلہ میں سے ہر نیک وفاجر امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو درست سمجھتے ہیں اور اسی طرح ہر نیک وبد کی نماز جنازہ پڑھنا شرعاً جائز سمجھتے ہیں۔

تشریح: اہل حق کے عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ ہم ہر مسلمان کے پیچھے نماز کو جائز سمجھتے ہیں۔ خواہ وہ نیک وصالح ہو، یا فاسق وفاجر ہو ہر فاسق کی اقتداء میں نماز کا مکروہ تحریمی ہونا جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے وہ الگ مسئلہ ہے، یہاں گفتگو نفس جواز میں ہے۔ لہٰذا اگر مسلمان فاسق وفاجر کی اقتداء میں نماز پڑھی گئی تو نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ صحیح ہوگی۔

کما فی قوله علیه السلام: صلوا خلف کل بر وفاجر.

(رواه دار قطنی)

ہر نیک وبد (مسلمان) کے پیچھے نماز پڑھو، لہٰذا ہم ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اور ہر مسلمان میت پر نماز جنازہ کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام بھی ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے جو فاسق وفاجر

تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حجاج بن یوسف کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ اسی طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی حجاج کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے جبکہ حجاج فاسق اور ظالم تھے۔

"وروی الاوزاعی عن عمیر بن هانی رحمه اللّٰه تعالیٰ قال : شهدت ابن عمر و الحجاج محاصر ابن الزبیر فکان منزل ابن عمر بینهما فکان ربما حضر الصلاة مع هولاء۔ وربما حضر الصلاة مع هولاء وهذا سند صحیح۔ مصنف ابن ابی شیبه ۲ / ۳۷۸ واخرجه البیهقی فی السنن الکبری من طریق اخر." (۳ / ۱۲۲)

بدعتی کی اقتداء میں نماز کا حکم

جو بدعتی ایسا ہو کہ رسول اللہ ﷺ کو عالم الغیب، حاضر و ناظر، مختار کل، نور، مانتا ہو یا ان میں سے کوئی ایک شرکیہ عقیدہ رکھتا ہو، چونکہ اسکا عقیدہ حد شرک کو پہنچا ہوا ہے اس لئے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوگی، لیکن جو بدعتی ایسے شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو، بلکہ موحد ہو البتہ تیجہ، چالیسواں اور دیگر خلاف شرع رسومات و بدعات کا ارتکاب کرتا ہو، تو اس کی امامت مکروہ ہے اگر کوئی صحیح العقیدہ امام مل جائے تو بدعتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے، ورنہ اسی کے پیچھے پڑھ لے جماعت نہ چھوڑے۔ بدعتی کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اگرچہ مکروہ تحریمی ہے مگر واجب الاعادہ نہیں۔

" قال العلامة الحلبی رحمه اللّٰه تعالیٰ : بعدما حرره من أن کراهة تقدیم الفاسق کراهة تحریم ویکره تقدیم المبتدع ایضا۔ لانه فاسق من حیث الاعتقاد وهو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانه فاسق، ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد علیٰ خلاف

مایعتقده اهل السنة والجماعة، وانما یجوز الاقتداء به مع الکراهة، اذا لم یکن ما یعتقده یؤدی الی الکفر عند اهل السنة اما لو کان مؤدیا الی الکفر فلا یجوز اصلاً." (غنیة : صـ ٤٨٠)

شافعی اور اہل حدیث کی امامت

حنفی مسلک والے کی نماز اہل حدیث یا شافعی امام کے پیچھے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔ کہ اگر یہ یقین ہو کہ امام نماز کے ارکان اور شرائط میں دوسرے مذاہب کی رعایت کرتا ہے۔ تو اس کی اقتداء میں نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر رعایت نہ کرنے کا یقین ہو تو اس کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز صحیح نہ ہوگی۔ (مثلاً خون نکلنے سے احناف کے ہاں وضو ٹوٹ جاتا ہے، شوافع کے ہاں نہیں ٹوٹتا۔ تو امام احناف کی رعایت کرتے ہوئے خون نکلنے پر وضو کا اہتمام کرے، اب اگر خون نکلا مقتدی نے دیکھ لیا شافعی امام نے پھر بھی وضو نہیں کیا اور نماز شروع کردی اب حنفی کے لئے ایسی صورت میں اس امام کی اقتداء صحیح نہیں ہے) اور جس امام کا حال معلوم نہ ہو کہ رعایت کرتا ہے یا نہیں اس کی اقتداء مکروہ ہے۔ آج کل کے غیر مقلدین کی اکثریت صرف یہی نہیں کہ رعایت مذاہب کا خیال نہیں رکھتی بلکہ اس کو غلط سمجھتی ہے اور عملاً اس کے خلاف کا اہتمام کرتی ہے۔ اس لئے اس کی اقتداء سے حتی الامکان احتراز لازم ہے مگر بوقت ضرورت ان کے پیچھے نماز پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے۔

قال فی العلائیه عن البحر ان تیقن المراعاة لم یکره او عدمها لم یصح وان شك کره. (رد المحتار : ۱/٥٢٦)

یہ تفصیل اس وقت ہے جب امام صحیح العقیدہ ہو اگر اس کا عقیدہ فاسد ہے مقلدین کو مشرک جانتا ہے اور سلف صالحین اور ائمہ دین کو سب و شتم کرتا ہے تو اس کی امامت بہرحال مکروہ تحریمی ہے۔ (ماخوذ از احسن الفتاویٰ : ۳ / ۲۸۲)

نعم يجوز للرجل ان يصلي خلف من لم يعلم منه بدعة ولافسقا باتفاق الائمة۔ وليس من شرط الاقتداء ان يعلم المأموم اعتقاد امامه، ولاان يمتحنه فيقول ماذا تعتقد ؟ بل يصلي خلف مستور الحال . (تلخيص شرح عقيده الطحاويه لابن العز حنفی)

کسی مسلمان کا جنتی یا جہنمی ہونا

عقیده ۷۰ : ولا ننزل أحدًا منهم جنة ولانارًا، ولانشهد عليهم بالكفر ولابشرك ولابنفاق، مالم يظهر منهم شيء من ذلك، ونذر سرائرهم الى الله تعالىٰ .

ترجمہ: ہم کسی فرد کو جنتی یا جہنمی قرار نہیں دیتے اور نہ ہی کسی پر کفر، شرک یا نفاق کی گواہی دیتے ہیں تاوقتیکہ ان چیزوں کا اس سے ظہور نہ ہو جائے۔ لوگوں کی پوشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔

تشریح: قوله ولاننزل احدا منهم الخ .

مطلب کسی مسلمان کے متعلق جنتی ہونے کا یا جہنمی ہونے کا قطعی فیصلہ ہم نہیں کریں گے۔ کہ فلاں صاحب جنتی ہے۔ فلاں جہنمی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر چھوڑ دیا جائے اس لئے وہ بہتر جانتے ہیں کون جنتی ہے اور کون جہنمی ہے البتہ ہم صالحین کے بارے میں اچھا گمان رکھیں گے وہ ان شاء اللہ جنت میں داخل ہونگے، اور گناہگاروں کے متعلق استغفار کریں گے باقی ان کا عمل تو جہنم میں لے جانے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے ویسے معاف فرمادیں یا جہنم میں سزاء دیگر معاف فرمادے۔

قوله ولانشهد عليهم بكفر الخ .

اسی طرح کسی مسلمان کے متعلق کافر، مشرک یا منافق ہونے کا حکم نہیں لگائیں گے کہ فلاں کافر ہوگیا۔ مشرک یا منافق ہوگیا ہے۔ کیونکہ جب وہ ظاہر میں مسلمان ہونے کا

دعویدار ہے اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا الّا یہ کہ ضروریات دین میں سے کسی بات کا صراحت کے ساتھ انکار کرے۔ یا ایسی تاویلات فاسدہ کرے جو دین کے کسی قاعدہ میں داخل نہ ہو۔

قوله تعالىٰ : ﴿ يأيها الذين اٰمنوا لايسخر قوم من قوم عسى ان يكون خيرا منهم ﴾ (الحجرات : ۱۱)

ترجمہ: مؤمنو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے ممکن ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں۔

وقوله تعالىٰ : ﴿ يأيها الذين اٰمنوا اجتنبوا كثيرا من الظن۔ ان بعض الظن اثم ﴾ (الحجرات : ۱۲)

ترجمہ: اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے احتراز کرو کہ بعض گمان گناہ ہیں۔

ناحق خون بہانا حرام ہے

عقيده ۷۱ ولانرى السيف على احد من امة محمد ﷺ الا من وجب عليه السيف .

ترجمہ: ہم امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے کسی فرد پر تلوار نکالنا جائز نہیں سمجھتے، مگر جس پر تلوار واجب ہو جائے۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی کلمہ گو مسلمان کا قتل شرعاً حرام ہے۔ ہاں تین مواقع ایسے ہیں کہ مسلمان کا قتل حلال ہو جاتا ہے:

(۱) قصاص (۲) رجم (۳) مرتد کا قتل

قوله تعالىٰ: ﴿ ومن يقتل مؤمنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فيها وغضب الله عليه ولعنه وأعدله عذابًا عظيمًا ﴾ (النساء :۹۳)

ترجمہ: اور جو شخص مسلمانوں کو قصداً مار ڈالے گا تو اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس پر خدا غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کریگا اور ایسے شخص کیلئے اس نے بڑا

سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قوله عليه السلام : لايحل دم امرئ مسلم يشهد أن لااله الا الله وانى رسول الله الا باحد ثلاث، الثيب الزانى، والنفس بالنفس، والتارك لدينه المفارق للجماعة . (متفق عليه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی ایسے شخص کا قتل حلال نہیں جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ مگر تین باتوں میں سے کوئی ایک بات پائی جائے۔ (۱) شادی شدہ مرد یا عورت سے زنا کا صدور ہو ان کو سنگسار کیا جائے گا۔ (۲) کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا ہو تو قاتل کو قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ (۳) دین اسلام اور مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرلیا ہو یعنی مرتد ہو گیا۔ تو اگر سمجھانے کے باوجود توبہ نہ کرے تو اس کو بھی قتل کیا جائے گا۔

ائمۃ المسلمین کے خلاف بغاوت کرنا حرام ہے

عقیدہ ۷۲ : ولانرى الخروج على ائمتنا وولاة أمورنا، وان جاروا، ولاندعوا عليهم، ولاننزع يدا من طاعتهم، ونرى طاعتهم من طاعة الله عز وجل فريضة، مالم يأمروا بمعصية، وندعوا لهم بالصلاح والمعافاة .

ترجمہ: ہم مسلمان حکمران کے خلاف بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے اگر چہ وہ ظلم کریں اور نہ ہی ہم انہیں بددعا دیتے ہیں اور نہ ہی ان کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچتے ہیں جب تک وہ کسی معصیت کا حکم نہ دیں۔ ہم ان کی اطاعت کو اللہ کی اطاعت اور فرض سمجھتے ہیں اور ہم ان کے لئے بہتری اور عافیت کی دعا کرتے ہیں۔

حاکم بننے کی تین صورتیں

تشریح: قوله ائمتنا الخ حاکم بننے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) پہلا خلیفہ کسی کو اپنا جانشین مقرر کرے اس کے بعد قوم کے سردار اور بڑے لوگ اس کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

(۲) جانشینی کے بغیر قوم کے زعماء اس کو اپنا حاکم تسلیم کر کے رسم سلطانی ادا کرنے کے لئے اس کی، بیعت کرلیں۔

(۳) وہ زبردستی سلطنت پر قابض ہو جائے اس کے پاس اتنی فوجی قوت ہو کہ وہ بزور طاقت اپنا حکم رعایا پر نافذ کر سکے۔

ان تینوں صورتوں میں جب اس کو حکومت چلانے پر قدرت حاصل ہو جائے۔ کہ وہ رعایا کو انصاف فراہم کر سکتا ہے اور اپنا حکم رعایا پر زبردستی نافذ کر سکتا ہے اور اپنی سلطنت کے حدود کی حفاظت کر سکتا ہے تو اس کو حاکم تسلیم کرلیا جائے گا اور جائز امور میں اس کی اطاعت کرنا واجب ہو جائے گی۔

قال ابن عابدين رحمه الله :قوله يصير اماما بالمبايعة، وكذا باستخلاف امام قبله، وكذا بالتغلب والقهر كما فى شرح المقاصد، قال فى المسايره : ويثبت عقد الامامة اما باستخلاف الخليفة اياه كما فعل ابو بكر رضى الله عنه۔ واما ببيعة جماعة من العلماء او من اهل الرأى والتدبير، الى قوله وتجب طاعة الامام عادلا كان أو جائرا اذا لم يخالف الشرع ......الخ.

(ردالمختار ٤ /٢٦٢ باب البغاة)

امام کی اطاعت کا حکم

قوله تعالىٰ : ﴿ يـأيها الذين امنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولى الامر منكم ﴾ (النساء : ٥٩)

ترجمہ: مؤمنو! خدا اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ : من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن اطاع الامیر فقد اطاعنی ومن عصی الامیر فقد عصانی . (اخرجہ البخاری ۲۹۵۷ فی الجھاد، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے یقیناً اللہ کی نافرمانی کی جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے یقیناً میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے یقیناً میری نافرمانی کی۔ (بخاری)

وقال رسول اللہ ﷺ : علی المرء المسلم السمع والطاعۃ فیما احب و کرہ، الا أن یومر بمعصیۃ اللہ فلا سمع ولا طاعۃ.

(رواہ البخاری ومسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان پر فرض ہے کہ وہ امیر کے حکم کو توجہ سے سنے اور اس کی اطاعت کرے (حکم امیر) اس کی طبیعت کے موافق ہو یا مخالف، الا یہ کہ امیر گناہ کا حکم دے۔ کیونکہ پھر نہ سننا جائز ہے نہ اطاعت یعنی اطاعت امیر اس وقت تک ہے کہ وہ کسی غیر شرعی چیز کا حکم نہ کرے۔

وقال رسول اللہ ﷺ : خیر ائمتکم الذین تحبونھم، ویحبونکم، وتصلون علیھم، ویصلون علیکم، وشرائمتکم الذین تبغضونھم ویبغضونکم وتلعنونھم ویلعنونکم، فقلنا یارسول اللہ افلا ننابذھم بالسیف عند ذلک ؟ قال : لا ما اقاموا فیکم الصلاۃ، الامن

ولی علیہ والی، فرأہ یاتی شیئا من معصیۃ اللہ فلیکرہ ما یاتی من معصیۃ اللہ، ولا ینزعن یدا من طاعۃ اللہ . (رواہ مسلم)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ، تمہارے بہترین حاکم وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرو وہ تم سے محبت کرے۔ تم ان کے لئے دعا کرو وہ تمہارے لئے دعا کریں، اور تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں کہ تم ان کو ناپسند کرو (ان سے بغض رکھو) وہ تمہیں ناپسند کریں (تم سے بغض رکھیں) تم ان پر لعنت بھیجو وہ تم پر لعنت ۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا تلوار لیکر ایسے حکام کی گردن نہ اڑا دیں؟ تو ارشاد فرمایا "نہیں" جب تک وہ تمہارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں خبردار سن لو، جس پر کوئی حاکم مقرر کیا گیا پھر کوئی بات اس میں گناہ کی دیکھے۔ تو اس گناہ کے کام کو ناپسند کرے۔ لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔ یعنی اطاعت کرتا رہے۔

اختلاف اور فرقہ واریت سے اجتناب کرنا

عقیدہ ۷۳ : ونتبع السنۃ والجماعۃ، ونجتنب الشذوذ والخلاف والفرقۃ .

ترجمہ: ہم سنت اور جماعت کی پیروی کرتے ہیں اور علیحدگی اختلاف اور افتراق سے اجتناب کرتے ہیں۔

تشریح: قولہ السنۃ الخ: سنت سے مراد رسول اللہ ﷺ کا طریقہ اسی طرح خلفاء راشدین کا طریقہ مراد ہے۔

قولہ الجماعۃ، جماعت سے صحابہ، تابعین اور قیامت تک انکے پیروکاروں کی جماعت مراد ہے۔ ان کی اتباع صراط مستقیم پر چلنا ہے ان کی مخالفت گمراہی ہے لہٰذا ہم رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین اور صحابہ وتابعین کی جماعت کی پیروی کرتے ہیں ان کے طریقہ پر چلتے ہیں انکی مخالفت نہیں کرتے، نیز کسی شاذ قول پر عمل نہیں کرتے بلکہ اہل سنت والجماعت کی متفق علیہ باتوں پر عمل کرتے ہیں۔ جو عقائد، اعمال، معاملات، اخلاق میں رسول اللہ

ﷺ اور صحابۂ کرامؓ کے طریقہ کی پابندی نہ کرے وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ماتولیٰ ونصلہ جھنم وساءت مصیرا﴾ (النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: اور جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستے پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم اسے ادھر ہی چلنے دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

وقال رسول اللہ ﷺ: فی حدیث طویل، فانہ من یعش منکم بعدی فسیریٰ اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین من بعدی، تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ۔ (اخرجہ اصحاب السنن وصححہ الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا تم میری سنت اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اور اس کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ (ترمذی)

اہل اللہ سے محبت کرنا

عقیدہ ۷۴: ونحب اھل العدل والامانۃ، ونبغض اھل الجور والخیانۃ.

ترجمہ: ہم اہل عدل وامامت سے محبت کرتے ہیں ظالموں اور خیانت کا ارتکاب کرنے والوں سے بغض رکھتے ہیں۔

تشریح: کمال عبودیت کا یہی تقاضا ہے کہ اہل عدل واہل تقویٰ سے محبت ہو، کیونکہ اہل تقویٰ اللہ تعالیٰ کے دوست اور محبوب ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی محبت اس وقت کامل ہوگی

جب اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے مطیع اور فرمانبردار بندوں سے محبت کیجائے اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان، فساق وفجار ظالم وجابر سے بغض وعداوت رکھی جائے۔ صالحین کی صحبت اختیار کی جائے فاسقین کی صحبت سے اجتناب کیا جائے۔ یعنی نیک صالح عادل بندوں سے اس لئے محبت ہو کہ یہ اللہ والے لوگ ہیں عدل وانصاف کو قائم کرنے والے ہیں اور گناہگار فاسق اور ظالم لوگوں سے اس لئے عداوت ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ: من احب للہ وابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان. (رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کی اللہ کے لئے بغض رکھا۔ اللہ کیلئے کسی کو دیا اور اللہ کیلئے منع کیا اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

قال رسول اللہ ﷺ: ثلاث من کنا فیہ وجد حلاوۃ الایمان۔ من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما، ومن کان یحب المرء لایحبہ الا للہ، ومن کان یکرہ، أن یرجع فی الکفر بعد أن انقذہ اللہ کما یکرہ ان یلقی فی النار۔ (بخاری: ۶۰۴، مسلم: ۴۳)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص میں تین خصلتیں پائی جائیں گی اس کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوگی۔ (۱) جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو ہر چیز سے زیادہ محبوب رکھتا ہو۔ (۲) جو دوسرے مسلمان سے محض اللہ کی خاطر محبت رکھتا ہو۔ (۳) وہ ایمان کے بعد کفر کی طرف لوٹنے کو اس قدر ناپسند کرتا ہو۔ جس طرح آگ میں ڈالے جانے کو۔ (بخاری ومسلم) اس حدیث میں اللہ کیلئے کسی مسلمان سے محبت رکھنے کی خاص فضیلت کا ذکر ہے اور اس کو حلاوت ایمانی نصیب ہونے کا ذریعہ بتلایا گیا ہے۔

متشابہات کے علم کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا

عقیدہ ۷۵: ونقول اللہ اعلم فیما اشتبہ علینا علمہ.

ترجمہ: اگر کسی چیز کے علم میں ہمیں شبہ ہوجائے تو ہم اس مقام پر "اللہ اعلم" (اللہ ہی بہتر جانتا ہے) کہتے ہیں۔

تشریح: یعنی متشابہات کے متعلق ہم کوئی رائے زنی کرنے کے بجائے، اللہ اعلم بمراد ذلک، کہہ کر اس کے علم کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردیتے ہیں۔ یہی راسخین فی العلم کا طریقہ ہے یہ مضمون ماقبل میں گذر چکا ہے جہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

ماسلم فی دینه الا من سلم لله ولرسوله ورد علم ماشبه علیه الی عالمه .

موزوں پر مسح کا جائز ہونا

عقیدہ ٧٦: ونری المسح علی الخفین فی السفر والحضر کما جاء فی الاثر .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے مطابق سفر وحضر میں ہم موزوں پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں۔

تشریح: جمہور اہل سنت کے نزدیک خفین (چمڑے کے موزوں) پر مسح کرنا جائز ہے اگر موزے پہنے ہوئے نہ ہوں تو وضو میں دونوں پاؤں کو ٹخنے سمیت دھونا فرض ہے شیعہ دونوں باتوں میں اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں کہ موزے پر مسح کو ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ مسح رجلین کے قائل ہیں ہم سلف صالحین کی مخالفت نہیں کرتے، قرآن وحدیث کے احکام کو حق قرار دیتے ہیں مسح علی الخفین کے جواز کے سلسلہ میں جو روایات وارد ہیں وہ تو حد تواتر کو پہنچتی ہیں۔ تقریباً ستر صحابہ کرامؓ سے اس کی روایات منقول ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے مسح علی الخفین کی روایات جب تک روز روشن کی طرح واضح نہیں ہوئیں اس وقت تک میں اس کے جواز کا قائل نہ ہوا۔ امام کرخی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو مسح علی الخفین کو جائز نہ سمجھے مجھے اس پر کفر کا اندیشہ ہے اسلئے کہ اس بات کی روایات متواتر

کی طرح ہیں بعض اسلاف نے مسح علی الخفین کے جواز کو اہل سنت کی علامت قرار دی ہے چنانچہ فرمایا "نفضل الشخین، ونحب الختنین، ونری المسح علی الخفین ۔" ہم اہل سنت حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام امت پر فوقیت دیتے ہیں اور دونوں داماد (حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے محبت کرتے ہیں اور موزوں پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں۔

حج وجہاد فاسق کی قیادت میں ادا ہوسکتا ہے

عقیدہ ٧٧: والحج والجهاد ماضیان مع أولی الامر من المسلمین، برهم وفاجرهم الی قیام الساعة، لایبطلهما شیء ولاینقضهما .

ترجمہ: مسلمانوں میں سے نیک وبد حکمرانوں کے ساتھ حج اور جہاد قیامت تک جاری رہیں گے ان کو کوئی چیز نہ تو ختم کرسکتی ہے اور نہ توڑ سکتی ہے۔

تشریح: اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن حج ہے۔ نیز فرائض اسلام میں سے ایک جہاد ہے۔ دونوں احکام قیامت تک کیلئے ہیں دونوں کی ادائیگی کیلئے اہل انتظام امیر اور حاکم کی ضرورت ہے جن کی ماتحتی میں یہ فرائض ادا کیے جائیں اب سوال یہ ہے کہ امیر حج اور سپہ سالار جہاد کا نیک صالح ہونا ضروری ہے یا اگر فاسق وفاجر ہو تو ان کی ماتحتی میں یہ افعال انجام دیئے جاسکتے ہیں تو روافض کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کے لئے امام معصوم مہدی منتظر کی ضرورت ہے، جب تک وہ ظاہر نہیں ہوتے اس وقت تک جہاد منسوخ ہے، علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے روافض پر رد فرمایا کہ دونوں کام قیامت تک منسوخ نہیں ہونگے بلکہ قیامت تک جاری رہیں گے اگر صالح حاکم نہ ملے تو فاسق وفاجر امیر کی قیادت میں بھی یہ امور انجام دیئے جاسکتے ہیں، کیونکہ امیر سپہ سالار کا کام تو انتظام کرنا ہے اور دشمنوں سے مقابلہ کرنا ہے جو نیک صالح اور فاسق وفاجر دونوں ہی انتظام سنبھال سکتے ہیں اس لئے

فاسق کی قیادت میں بھی دونوں افعال انجام دیئے جاسکتے ہیں۔اس کو علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ عبارت میں ذکر فرمایا ہے۔

عن ابی ذر رضی اللّٰہ عنہ قال :ان خلیلی اوصانی ان اسمع واطیع وان کان عبدا حبشیا، مجدع الاطراف،اخرجہ مسلم ٦٤٨ ۔ وعند البخاری ولو لحبشی کان راسہ زبیبہ، اخرجہ البخاری ٦٩٦

کراماً کاتبین پر ایمان

عقیدہ ٧٨: نومن بالکرام الکاتبین، فان اللّٰہ قد جعلھم علینا حافظین .

ترجمہ: ہم کراماً کاتبین کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ہمارا محافظ بنایا ہے۔

تشریح: ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ ہر انسان کے ساتھ چار فرشتے ہوتے ہیں ایک دائیں ایک بائیں، وہ انسان کے حسنات اور سیئات کو لکھتے ہیں اور انسان کے اچھے برے اعمال سے باخبر ہوتے ہیں اور دو فرشتے اس لئے مقرر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے انسان کو حوادث آفات اور مصائب سے بچاتے ہیں۔ان فرشتوں کو کراماً کاتبین سے تعبیر کرتے ہیں۔ جسکے معنی ہیں عزت والے پھر فجر اور عصر کی نماز میں ان کی ڈیوٹی بدل جاتی ہے۔دو دن میں ہوتے ہیں وہ فجر کی نماز میں آتے ہیں عصر میں چلے جاتے ہیں اور دو رات میں ہوتے وہ عصر میں آتے ہیں، اور فجر میں چلے جاتے ہیں، لہٰذا ہم کراماً کاتبین پر ایمان رکھتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ :﴿وان علیکم لحافظین کراماً کاتبین یعلمون ماتفعلون ﴾ (انفطار :١٠_١٢)

ترجمہ: حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں عالی قدر لکھنے والے جو کچھ تم کرتے ہو وہ اسے جانتے ہیں۔

ملک الموت کی ذمہ داری

عقیدہ ٧٩: ونؤمن بملک المؤکل بقبض ارواح العٰلمین .

ترجمہ: اور ہم ملک الموت پر بھی ایمان رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے تمام عالم کی روحوں کو قبض کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے۔

تشریح: ارواح کو قبض کرنے پر متعدد فرشتے مقرر ہیں۔

کما قال تعالیٰ :﴿حتی اذا جاء احدکم الموت توفتہ رسلنا وھم لایفرطون ﴾ (انعام :٦١)

ترجمہ: یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

البتہ ذمہ دار ایک فرشتہ ہے "ملک الموت" جس کو عرف میں "عزرائیل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔وہ روح قبض کر لیتا ہے پھر ان سے ملائکہ رحمت یا ملائکہ عذاب لے لیتے ہیں پھر اس کی روح کو اس کے مستقر تک لیجاتے ہیں ابرار کو نعیم میں، اشرار کو سجین میں یہ سب اللہ تعالیٰ کے حکم قضاء وقدر سے ہوتا ہے لہٰذا ملک الموت کی طرف نسبت اس کی ذمہ داری کی حیثیت سے ہے۔

کما فی قولہ تعالیٰ:﴿قل یتوفاکم ملک الموت الذی وکل بکم ثم الی ربکم ترجعون ﴾ (السجدہ :١١)

ترجمہ: کہہ دو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

عذابِ قبر کا عقیدہ برحق ہے

عقیدہ ٨٠: وبعذاب القبر لمن کان لہ أھلا، وسؤال منکر ونکیر فی قبرہ عن ربہ ودینہ ونبیہ علی ماجاءت بہ الأخبار عن رسول اللّٰہ ﷺ وعن الصحابۃ رضوان اللّٰہ علیھم اجمعین .

ترجمہ: ہم عذاب قبر پر بھی یقین رکھتے ہیں یعنی اس شخص کو عذاب ہوگا جو اس کا مستحق

ہو جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے۔ ہم قبر میں منکر ونکیر کے سوالات کو بھی برحق مانتے ہیں جو اللہ عزوجل، دین اور رسول اکرم ﷺ کے متعلق کریں گے۔

تشریح: بندہ دنیا سے جانے کے بعد قیامت سے پہلے جس مقام پر ہوتا ہے، اس کو عالم برزخ کہا جاتا ہے، عام طور پر انسان کو مرنے کے بعد قبر میں دفن کیا جاتا ہے اس لئے برزخ کے احوال کو قبر کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ ورنہ مقصد عالم دنیا اور حیاۃ اخرویہ کے درمیانی مدت کے احوال بیان کرنا ہے۔ اس میں نیک لوگوں کے اچھے احوال ہونگے، اور جو برے لوگ ہیں ان کے احوال برا ہونگے ان کو عذاب دیا جائے گا اور وہاں دو فرشتے جن کو ''منکر نکیر'' کہا جاتا ہے۔ وہ حاضر ہو کر میت سے تین سوالات کرتے ہیں:

(۱) تمہارا رب کون؟

(۲) تمہارا دین کیا؟

(۳) تمہارا نبی کون؟

یہ سوال جسم اور روح دونوں سے ہوگا۔ صرف روح یا صرف جسم سے نہیں۔ جن نیک مسلمانوں کو راحت ملے گی وہ جسم وروح دونوں کو ملے گی، یا عذاب ہوگا تو بھی جسم اور روح دونوں کو ہوگا۔

قال تعالیٰ: ﴿وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْہَا غُدُوًّا وَّعَشِیًّا وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اَدْخِلُوْا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (غافر: ٤٥، ٤٦)

ترجمہ: اور فرعون والوں کو برے عذاب نے آگھیرا (یعنی) آتش (جہنم) کہ صبح شام اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو سخت عذاب میں داخل کرو۔

قال رسول اللّٰہ ﷺ: "ان العبد اذا وضع فی قبره وتولی عنه اصحابه۔ انه يسمع قرع نعالهم، فياتيه ملكان، فيقعد انه فيقولان له۔ ما كنت تقول فی هذا الرجل (محمد ﷺ) فاما المؤمن فيقول اشهد انه عبد اللّٰه ورسوله۔ فيقوله له: انظر الی مقعدك من النار ابدلك اللّٰه به مقعدا من الجنة فيراهما جميعا.

(رواه البخاری عن انس رضی اللّٰه عنه :۱۳۳۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میت کو قبر میں رکھا جاتا ہے اور دفن کرنے والے واپس جاتے ہیں تو وہ میت واپس جانے والوں کی جوتی کی آہٹ سنتا ہے اسی وقت دو فرشتے آتے ہیں، اس کو بیٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں تم اس شخص (محمد ﷺ) کے متعلق کیا کہتے ہو، تو مؤمن بندہ کہتا ہے میں گواہی دیتا ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے بندہ اور رسول ہیں۔ تو فرشتے کہتے ہیں، اپنا جہنم کا ٹھکانہ دیکھو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے بدلے جنت میں ٹھکانہ دیا ہے۔ وہ شخص اکٹھا دونوں ٹھکانوں کو دیکھے گا۔ (بخاری)

وقال رسول اللّٰہ ﷺ: اذا اقبر احدكم او لا نسان اتاه ملكان اسودان، ازرقان، يقال لاحدهما منكر وللاخر النكير.

(اخرجه الترمذی)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے جب تم میں سے کسی کو یا کسی انسان کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو سیاہ اور ازرق رنگ کے ہیں ایک کا نام منکر ہے دوسرے کا نکیر۔ (ترمذی)

روح انسانی کے بدن سے تعلق کے مدارج

روح کے بدن سے پانچ طرح کے تعلق ہوتے ہیں۔

(۱) جب انسان ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے۔

(۲) جب بچہ پیدا ہوتا ہے۔

(۳) نیند کی حالت ہے، ایک گنا تعلق رہتا ہے اور ایک گنا منقطع ہوتا ہے۔

(۴) برزخ میں موت کے بعد روح کا تعلق جسم سے بالکلیہ منقطع نہیں ہوتا بلکہ کسی قدر تعلق رہتا ہے، جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ میت پر کوئی سلام کرے تو روح جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور وہ سلام کا جواب دیتی ہے۔ اسی طرح میت دفن سے واپس جانے والوں کی جوتی کی آہٹ سنتی ہے، لیکن وہ دنیوی حیات کی طرح حیات نہیں ہے بلکہ برزخی حیات ہے، جسکی کیفیت کا ہمیں صحیح علم نہیں ہے۔

(۵) قیامت کے روز تعلق قائم ہوگا وہ کامل تعلق ہوگا یہ پہلے چار قسم کے تعلقات کے مقابلہ میں قوی تعلق ہے کیونکہ قیامت کے دن تعلق ہونے کے بعد موت، نیند یا کسی اور شکل میں روح جسم سے جدا نہیں ہوگی۔ (مہذب شرح عقیدۃ الطحاویہ)

قبر کی زندگی

عقیدہ ۸۱ : القبر روضة من رياض الجنة، أو حفرة من حفر النيران.

ترجمہ: قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے، یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

تشریح: قبر میں پہنچنے کے بعد آگے دو حالتیں ہوں گی اگر نیک وصالح شخص ہے تو قبر کی زندگی اس کے لئے جنت کے باغ کی طرح ہوگی یعنی وہ امن واطمینان اور خوشی میں ہوگا۔ گویا کہ وہ جنت میں پہنچ گیا۔ اگر وہ شخص فاسق وفاجر ہے عذاب قبر کا مستحق ہے تو قبر اس کے حق میں جہنم کی طرح ہوگی یعنی اس کو قبر میں عذاب دیا جائے گا، جو کہ جہنم کے عذاب کا نمونہ ہوگا۔ (اللہ تعالیٰ عذاب سے ہر مسلمان کی حفاظت فرمائے) تو ہم قبر کے متعلق مذکورہ بالا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کی روایات میں تفصیل گذر چکی ہے۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان

عقیدہ ۸۲: ونؤمن بالبعث وجزاء الأعمال يوم القيامة، والعرض والحساب وقــراءة الكتاب، والثواب والعقاب، والصراط والميزان.

ترجمہ: ہم موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے، قیامت کے روز اعمال کی جزاء، حساب وکتاب، اعمال نامے کی قراءت، ثواب وعقاب، پل صراط اور میزان جیسے حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔

تشریح: قیامت کے دن پیش آنے والے چند امور پر ایمان لانا یہ بھی ایمان بالبعث کا حصہ ہے اس لئے ہم ان باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔

(۱) تمام انسان اور جنات کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

كما في قوله تعالىٰ: ﴿ثم يحييكم ثم اليه ترجعون﴾

(۲) تمام اچھے برے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔

كمـا فـي قـولـه تعالىٰ: ﴿من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها وهم لا يظلمون﴾

ترجمہ: جو کوئی نیکی لے کر آئے اسے ویسی ہی دس نیکیاں ملیں گی اور جو برائی لے کر آئے گا اسے ویسی ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے دربار میں سب کی پیشی ہوگی۔

كما في قوله تعالىٰ: ﴿يومئذ تعرضون لا تخفى منكم خافية﴾

(الحاقه:۱۸)

ترجمہ: اس روز پیش کئے جاؤ گے اور تمہاری کوئی پوشیدہ بات چھپی نہ رہے گی۔

(۴) تمام اعمال کا حساب وکتاب ہوگا۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿انهم كانوا لا يرجون حسابا و كذبوا بأيٰتنا كذابا﴾ (النباء: ۲۷،۲۸)

ترجمہ: یہ لوگ حساب کی امید ہی نہیں رکھتے اور ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔

(۵) ہرایک اپنا نامۂ اعمال کو پڑھے گا۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿اقرأ كتابك كفى بنفسك اليوم عليك حسيبا﴾ (بنی اسرائیل: ۱٤)

ترجمہ: اپنی کتاب پڑھ لے۔ تو آج اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

(۶) اچھے اعمال کا اچھا بدلہ برے اعمال کا برا بدلہ۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره و من يعمل مثقال ذرة شرا يره﴾ (الزلزال: ۷،۸)

ترجمہ: تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔

(۷) ہرایک کو پل صراط پر سے ضرور گذرنا ہوگا جو جہنم کے اوپر رکھا گیا ہے۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿وان منكم الا واردها كان على ربك حتما مقضيا﴾ (مریم: ۷۱)

ترجمہ: اور تم میں کوئی (شخص) نہیں مگر اسے اس پر گذرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

اس آیت میں جہنم میں وارد ہونے سے مراد جہنم پر گذرنا ہے۔

(۸) اعمال کا وزن ہوگا تاکہ اعمال صالحہ اور اعمال سیئہ کی مقدار میں فرق ظاہر ہوجائے۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿ونضع الموازين القسط ليوم القيمة فلا تظلم نفس شيئا و ان كان مثقال حبة من خردل اتينا بها و كفى

بنا حسبين﴾ (الانبیاء: ٤٧)

ترجمہ: اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو کھڑے کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لاموجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔

جنت اور جہنم بالفعل موجود ہیں

عقیدہ ۸۳: والجنة والنار مخلوقتان، لا تفنيان أبدا ولا تبيدان، وان الله تعالىٰ خلق الجنة والنار قبل الخلق، وخلق لهما أهلا فمن شاء منهم الى الجنة فضلا منه، ومن شاء منهم الى النار عدلا منه، وكل يعمل لما قد فرغ له، وصائر الى ما خلق له.

ترجمہ: جنت اور دوزخ اللہ کی مخلوق ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ کو دوسری مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے بنایا اور ان دونوں کے لئے اہل بھی پیدا کیا۔ ان میں سے جسے چاہے گا اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کردے گا اور جسے چاہے گا اپنے عدل وانصاف کے ساتھ جہنم رسید کردے گا۔ ہر انسان وہی کام سرانجام دیتا ہے جس کیلئے وہ فارغ ہوگیا اور ہر شخص اسی طرف لوٹنے والا ہے جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا۔

تشریح: جنت اور جہنم کو اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کو پیدا کرنے سے پہلے پیدا فرمایا وہ ہماری نظر سے اوجھل ہیں۔ لیکن کائنات کے نقشہ میں موجود ہیں۔ دونوں نہ خود فنا ہونگی نہ ہی اللہ تعالیٰ ان کو فناء فرمائیں گے۔ بلکہ ابد الآباد تک باقی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کیلئے اہل پیدا فرمائے جس کو اللہ تعالیٰ جنت والے اعمال کی ہدایت دے یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ جہنم کے راستہ پر چھوڑ دے جنت کی طرف رہنمائی نہ فرمائے یہ اسکا عدل ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ جنت وجہنم موجود ہیں اور کبھی فناء

نہیں ہوں گی۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿ واعدت للذین امنوا باللّٰہ ورسلہ ﴾
(الحدید: ۲۱)

ترجمہ: اور تیار کی گئی ہے وہ ان لوگوں کیلئے جو اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے۔

وقال رسول اللّٰہ ﷺ: ان احدکم اذا مات عرض علیه مقعده بالغداة والعشی، ان کان من اهل الجنة فمن اهل الجنة وان کان من اهل النار فمن اهل النار یقال هذا مقعدک حتی یبعثک اللّٰہ یوم القیامة. (متفق علیه من حدیث ابن عمر رضی اللّٰہ عنه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی انتقال کرجاتا ہے تو صبح وشام اس کو اسکا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اگر وہ اہل جنت میں سے ہو تو جنت میں اسکا ٹھکانہ اس کو دکھایا جاتا ہے اگر وہ اہل جہنم میں سے ہے تو جہنم میں اس کو اسکا ٹھکانہ دکھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے یہ تمہارا ٹھکانہ ہے یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ (بخاری ومسلم)

وقوله ﷺ: والذی نفسی بیده، لو رأیتم ما رایت لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا، قالوا وما رائت یارسول اللّٰہ؟ قال رایت الجنة والنار. (رواه مسلم من حدیث انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو منظر میں نے دیکھا اگر تم بھی دیکھتے تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔ تو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے کیا دیکھا؟ تو ارشاد فرمایا۔ جنت اور جہنم کو دیکھا۔ (مسلم)

قوله لاتفنیان ابدا ولاتبیدان ......الخ.

یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے کہ جنت وجہنم کبھی فنا نہ ہوں گی، جبکہ جہم بن صفوان امام

معطلہ کا قول ہے کہ دونوں پر فناء طاری ہوگی لیکن سلف وخلف صحابہ وتابعین اور ائمہ دین میں سے کوئی بھی اس کے قول کی تائید کرنے والا نہیں۔ قرآن وحدیث کے مذکورہ بالا دلائل کی وجہ سے اسکا یہ قول باطل ہے، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿واما الذین سعدوا ففی الجنة خالدین فیها مادامت السموات والارض الا ما شاء ربک عطاء غیر مجذوذ﴾ (هود: ۱۰۸)

ترجمہ: اور جو نیک بخت ہوں گے وہ بہشت میں (داخل کئے جائیں گے اور جب) تک آسمان اور زمین ہیں ہمیشہ اسی میں رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے بے شک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کردیتا ہے۔

خیر وشر اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وجود میں آتا ہے

عقیدہ ۸۴: والخیر والشر مقدران علی العباد.

ترجمہ: خیر وشر بندوں کے لئے فیصلہ کردیا گیا ہے۔

تشریح: بندہ کو دین اور دنیا کے سلسلہ میں جو بھی امور پیش آتے ہیں سب پہلے سے تقدیر میں لکھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ امور ان کے اوقات اور پیش آنے کے طریقے مقام سب متعین ہے۔ اس میں خطاء اور غلطی واقع نہیں ہوسکتی اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بچانا ہے، وہ پیش نہیں آسکتے۔ ان باتوں پر ہمارا پختہ ایمان ہے۔

کما فی حدیث جبرائیل "ونومن بالقدر خیره وشره"

وقوله تعالیٰ: ﴿لن یصیبنا الا ما کتب اللّٰہ لنا﴾ (التوبہ: ۵۱)

ترجمہ: کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی بجز اس کے جو خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہے۔

"والقدر خیره وشره وحلوه ومره من اللّٰہ تعالیٰ."

اس کی پوری تفصیل اس عقیدہ کے ضمن میں گذر چکی ہے۔

قدرت ممکنہ مدارِ تکلیف ہے

عقیدہ ۸۵: والاستطاعة التی یجب بہا الفعل، من نحو التوفیق الذی لایجوز ان یوصف المخلوق بہ فہی مع الفعل واما الاستطاعة من جہة الصحة والوسع، والتمکن وسلامة الآلات فہی قبل الفعل، وبہا یتعلق الخطاب، وہو کما قال تعالیٰ ﴿لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا﴾ (البقرة:۲۸٦)

ترجمہ: وہ استطاعت جس سے عمل واجب ہوجاتا ہے جیسے توفیق ہے جس سے کوئی مخلوق متصف نہیں ہوسکتی وہ عمل کے ساتھ ساتھ ہے اور وہ استطاعت جو صحت، وسعت، قدرت اور موافق اسباب کی صورت میں مہیا ہوتی ہے اس کا وجود عمل سے پہلے ہوتا ہے۔ خطاب اسی استطاعت سے متعلق ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔'' (البقرة:۲۸٦)

تشریح: استطاعت طاقت، قدرت، وسعت یہ سب قریب المعنیٰ الفاظ ہیں ہر ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہے سب الفاظ قرآن مجید میں وارد ہوئے ہیں۔

کقولہ تعالیٰ: ﴿وعلی الذین یطیقونہ فدیة طعام مسکین﴾ (البقرة: ۱۸٤)

ترجمہ: اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن رکھیں نہیں) وہ روزے کے بدلے محتاج کو کھانا کھلا دیں۔

وقولہ تعالیٰ: ﴿لا یکلف اللّٰہ نفسا الا وسعہا﴾ (البقرة:۲۸٦)

خدا کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

استطاعت کی دو قسمیں

(۱) فعل کو انجام دینے سے پہلے فعل انجام دینے کی استطاعت اسکا مطلب ہے، جسمانی صحت، وسعت، اعضا، جوارح کی سلامتی وغیرہ شریعت نے انسان کو اوامر بجالانے اور منہیات سے بچنے کا جو مکلف بنایا ہے اسکا مدار اسی قدرت پر ہے جس کو اصول فقہ والے قدرت میسرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا﴾ (ال عمران: ۹۷)

ترجمہ: اور لوگوں پر خدا کا حق ہے کہ جو اس کے گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ اس کا حج کرے۔

یہاں وجوب حج کو جس قدرت کے ساتھ معلق کیا ہے وہ ادا حج سے پہلے کی قدرت ہی ہے۔

وقولہ ﷺ لعمران بن حصین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ "صل قائما فان لم تستطع فقاعدا، فان لم تستطع فعلی جنب۔" (رواہ البخاری)

اس حدیث میں استطاعت سے مراد، آلات کی سلامتی اور اسباب کا مہیا ہونا ہے۔

وقولہ تعالیٰ: ﴿ومن لم یستطع منکم طولا أن ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت أیمانکم﴾ (النساء: ۲۵)

ترجمہ: اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھے تو مومن لونڈیوں میں سے جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (نکاح کرلے)

قدرت ممکنہ:

(۲) قدرت کی ایک دوسری قسم ہے، جس کو اصول فقہ میں قدرت ممکنہ سے تعبیر کرتے ہیں یہ فعل کے ساتھ ہوتی ہے کہ بندہ ایک فعل کا ارادہ کرتا ہے اس کے لئے اسباب اختیار کرتا ہے اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال ہو تو وہ کام وجود میں آتا ہے ورنہ نہیں، تو یہ توفیق اللہ کا وصف ہے، مخلوق کا نہیں۔ یہ قدرت فعل کے ساتھ ہوتی ہے پہلے نہیں،

تو گویا کہ جمہور اہل سنت کے نزدیک قدرت کی دو قسمیں ہو گئیں۔ بندہ کے مکلّف ہونے کا دار و مدار پہلی قسم پر ہے۔ یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کا حکم اسی کو ہوگا جو کھڑے ہونے پر قادر ہو۔ ورنہ بیٹھ کر پڑھے گا۔ وضو میں ہاتھ دھونے کا حکم اسی کو ہوگا جس کا ہاتھ موجود ہو اگر کسی کا ہاتھ کٹا ہوا ہو اس کی طرف یہ خطاب متوجہ نہ ہوگا۔

کما فی قوله تعالیٰ: ﴿یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر﴾

(البقرة: ۱۸۵)

خدا تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔

وقوله تعالیٰ: ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾

(الحج: ۷۸)

ترجمہ: اور تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

معتزلہ اور قدریہ اس تقسیم کو نہیں مانتے، بلکہ وہ کہتے ہیں کہ قدرت تو فعل سے پہلے ہی ہوتی ہے، قرآن و سنت کے مذکورہ بالا دلائل سے ان کے قول کا بطلان ظاہر ہے، ان کے رد کے لئے الگ سے دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کا حاصل جمہور کے قول کی تائید اور ترجمانی ہے۔

بندوں کے افعال مخلوق ہیں

عقیدہ ۸۶: وافعال العباد خلق الله وکسب من العباد.

ترجمہ: بندگان خدا کے افعال اللہ کی مخلوق اور بندوں کا کسب ہیں۔

تشریح: جمہور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں سے صادر ہونے والے افعال مخلوق ہیں یعنی بندوں نے کسب کیا تو اللہ تعالیٰ نے خلق فرمایا۔

جبریہ کا عقیدہ:

جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے وجود میں آتے ہیں، بندہ مجبور محض ہے، مضطر ہے، بندہ کے اختیار کا کوئی دخل نہیں جیسے مرتعش کی حرکات، یا درختوں کی حرکات، افعال کی نسبت بندوں کی طرف مجازا ہے۔ جیسے کسی فعل کی نسبت اس کے محل کی طرف کرنا نہ کہ اس کام کے کرنے والے فاعل کی طرف۔

معتزلہ کا عقیدہ:

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ بندوں کے تمام افعال اختیاریہ بندوں کے اختیار میں ہیں، بندے خود مختار ہیں ان افعال کا اللہ تعالیٰ کے خلق کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ:

جمہور اہل سنت کا عقیدہ جسکو علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہاں بیان فرمایا اس کا حاصل یہی ہے کہ بندوں کے تمام افعال بندوں کے ارادے اور اللہ تعالیٰ کے خلق سے وجود میں آتے ہیں بندہ کے اسی قصد اور ارادے ہی کی وجہ سے، وہ مطیع یا عاصی کہلائے گا لہٰذا طاعات اور عصیان بندہ کے کسب اور ارادہ کی وجہ سے، جسکا بندہ کو اختیار ہے گویا کہ جبریہ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت ثابت کرنے میں غلو کیا جبکہ معتزلہ اور قدریہ نے افعال بندہ کو اللہ تعالیٰ سے نفی کرنے میں غلو کیا حتی کہ بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ خالق ٹھہرا لیا، جبکہ اہل سنت نے دونوں کے درمیان معتدل راستہ اختیار کیا کہ نہ تو بندہ اپنے افعال کا خالق ہے، نہ مجبور محض ہے، بلکہ بندہ اپنے افعال انجام دینے کے قصد اور ارادے میں آزاد ہے۔ وہ جب ارادہ کرتا ہے خیر یا شر کا تو اللہ تعالیٰ اس کا خلق فرماتے ہیں، اور بندہ سے فعل صادر ہوتا ہے تو اسی ارادہ اور صدور فعل کی وجہ سے وہ فرمانبردار یا گناہ گار شمار ہوتا ہے۔ اجر و ثواب یا عقاب و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

جبریہ کے دلائل:

جبریہ اپنے نظریہ کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ قوله تعالیٰ: ﴿وما رمیت إذ رمیت ولکن الله رمی﴾ (الأنفال: ۱۷) (اے محمد) جس وقت تم

نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں قدریہ کہتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے رمی احجار کی نفی کی اور فعل رمی کو اپنی طرف منسوب فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ افعال کے صدور میں بندہ کا دخل نہیں ہے۔ وقولہ ﷺ: "لن یدخل احد الجنة بعمله۔قالوا ولا انت یا رسول اللّٰہ ؟ قال: ولا انا الاان یتغمدنی اللّٰہ برحمة منه وفضل۔" (رواہ مسلم ۲۸۱۶)

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص اپنے عمل کی بنیاد پر جنت میں داخل نہ ہوگا۔صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی عمل کی بنیاد پر داخل نہیں ہوں گے؟ تو ارشاد فرمایا کہ ہاں میں بھی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت اور فضل سے مجھے ڈھانپ لے۔ (مسلم) تو قدریہ کا کہنا یہ ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جزاء اعمال پر مرتب نہیں ہوگی، کیونکہ اعمال بندہ کے اختیار میں نہیں ہیں۔

جمہور کی طرف سے جواب:

جمہور اہل سنت کی طرف سے پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت تو ہماری دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں فعل کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہے "اذ رمیت" دونوں فعل الگ الگ ہیں کہ فعل رمی جو آپ ﷺ سے صادر ہوا وہ تو آپ کا فعل تھا اس کو کافروں تک پہنچانا یہ اللہ کا فعل ہے، گویا کہ جس فعل کی نفی کی گئی وہ الگ فعل ہے۔جسکو ثابت کیا گیا وہ الگ ہے لہٰذا اس آیت سے جبریہ کے نظریہ کی تائید نہیں ہوئی اور حدیث "لن یدخل احد الجنة بعمله" جزاء کا اعمال پر مرتب نہ ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ اعمال صالحہ جنت کا ایسا بدلہ نہیں ہے کہ وہ جنت کی قیمت بن جائے کہ جس نے اعمال صالحہ انجام دیا اس نے جنت کو خرید لیا ہو اللہ تعالیٰ پر اس کو جنت میں داخل کرنا گویا واجب ہوگیا ہو جبکہ اللہ تعالیٰ پر کوئی فعل واجب نہیں اللہ تعالیٰ جسکو جو چیز عطاء فرماتے ہیں اپنے فضل سے عطاء فرماتے ہیں۔البتہ اعمال صالحہ جنت میں داخل ہونے کے اسباب ہیں۔اسباب کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے ان

اسباب کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں مسبب یعنی جنت کا حصول اس کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے تو اعمال کی توفیق، اور اعمال کو اپنے دربار میں قبول فرمانا اور اس کے سبب سے جنت میں داخل فرمانا سب اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت سے ہوا۔ بندہ کا عمل ان افعال کو اپنے ارادہ سے اختیار کر کے انجام دینا ہوا اسی اختیار اور فعل کی انجام دہی پر وہ اچھے بدلہ کا مستحق قرار پائے گا۔

معتزلہ (قدریہ) کی دلیل:

قدریہ اپنے نظریہ کی تائید میں اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

﴿فتبارك اللّٰه احسن الخالقين﴾ (المؤمنون: ۱۴)

ترجمہ: تو خدا سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔

قدریہ کہتے ہیں کہ خالقین جمع ہے، ایک خالق اللہ تعالیٰ جو بہترین خلق فرماتے ہیں۔ بقیہ اعمال کے خالق بندے ہیں۔اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ تعالیٰ ہے:

﴿جزاء بما كانوا يعملون﴾ ( )

ترجمہ: بدلہ ہے اس کا جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

اس آیت میں جزاء کو اعمال پر مرتب فرمایا جس طرح عوض معوض پر مرتب ہوتا ہے۔

جمہور کا جواب:

جمہور اہل سنت کی طرف پہلی آیت کا یہ جواب دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ بہترین صورت گری فرمانے والے اور بہتر تقدیریں مقرر فرمانے والے ہیں۔تو اس آیت میں خلق سے مراد تقدیر ہے۔

کما فی قوله تعالیٰ: ﴿اللّٰه خالق كل شیء﴾ (رعد: ۱۶)

کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا فرمانے والے ہیں تمام چیزوں میں مخلوق کے افعال بھی داخل ہیں۔ دوسری آیت "جزاء بما كانوا يعملون" کا جواب یہ ہے اس آیت میں "با" عوض کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ "ب" سببیہ ہے یہ بدلہ ہے۔ان کے اعمال کے سبب سے جنت

میں داخل ہونگے اعمال کے سبب سے نہ کہ اعمال کے عوض میں۔ اللہ تعالیٰ اسباب اور مسبب دونوں کے خالق ہیں۔کمامر تقریرہ اولاً۔

جمہور کے دلائل:

(۱) قولہ تعالیٰ : ﴿واللّٰہ خلقکم وماتعملون﴾ (الصّٰفّٰت :۹۶)

حالانکہ تم کواور جوتم بناتے ہواس کواللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔

(۲) قولہ تعالیٰ :﴿اللّٰہ خالق کل شیء﴾ (الرعد :۱۶)

ترجمہ:اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

(۳)قولہ تعالیٰ ﴿ وماتشاءون الا ان یشاء اللّٰہ﴾

جب مخلوق کی مشیت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے تو دیگر افعال بطریق اولی اللہ تعالیٰ کی مشیت اور خلق پر موقوف ہونگے۔

طاقت سے زیادہ کا اللہ مکلّف نہیں بناتے

عقیدہ ۸۷:ولم یکلفھم اللّٰہ تعالیٰ الا ما یطیقون، ولایطیقون الا ماکلفھم وھو تفسیر : ﴿لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ﴾ نقول لا حیلۃ لأحد، ولا حرکۃ لأحد، ولاتحول لأحد عن معصیۃ اللّٰہ الا بمعونۃ اللّٰہ، ولاقوۃ لأحد علی اقامۃ طاعۃ اللّٰہ والثبات علیھما الا بتوفیق اللّٰہ .

ترجمہ:اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کوانہی کاموں کا مکلّف ٹھہرایا ہے جس کی وہ طاقت رکھتے ہیں وہ صرف اسی بات کی طاقت رکھتے ہیں جس کا ان کو مکلّف بنایا گیا ہے ''لاحول ولاقوۃ الاباللہ'' کا مفہوم بھی یہی ہے۔ہم یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوااس کائنات میں کسی کا کوئی بس نہیں چلتا نہ کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت کرسکتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر نہ کوئی اس کی نافرمانی سے بچ سکتا ہے اور نہ ہی اس کی توفیق کے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر کوئی گامزن ہوسکتا ہے۔

تشریح: اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کوصرف اسی بات کا مکلّف بناتے ہیں جو بندہ کی وسعت اور قدرت میں داخل ہو، جو چیز بندہ کی قدرت میں نہیں اس کا مکلّف نہیں بناتے، چاہے قدرت میں نہ ہونا اس کے فی نفسہ ممتنع ہونے کی بناء پر ہو، یا عادۃً ممتنع ہونے کی بناء پر یا مکلّف کا اس فعل کی انجام دہی عاجز ہونے کی بناء پر۔

قولہ تعالیٰ : ﴿لایکلف اللّٰہ نفسا الا وسعھا﴾ (البقرۃ :۲۸۶)

ترجمہ:اللہ تعالیٰ کسی شخص کواس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

قولہ تعالیٰ : ﴿وما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾ (الحج : ۷۸)

ترجمہ:اورتم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔

ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تکلیف مالایطاق عقلاً جائز ہے لیکن شرعاً اس کا وقوع نہیں ہوا بعض اشاعرہ کا کہنا ہے کہ شرعاً واقع بھی ہوا ہے۔وہ اپنے دعویٰ کے لئے یہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

قولہ تعالیٰ للملائکۃ : ﴿أنبئونی بأسماء ھؤلاء إن کنتم صدقین﴾ (البقرۃ : ۳۱)

ترجمہ:فرمایا کہ اگر تم سچے ہوتو مجھے ان کے نام بتاؤ۔

حالانکہ ملائکہ کوان اسماء کا علم ہی نہیں دیا گیا تھا پھر بھی ان سے مطالبہ کیا گیا کہ ان اشیاء کے نام بتلاؤ۔

(۲) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ ﷺ قال : ان الذین یصنعون ھذہ الصورۃ یعذبون یوم القیامۃ یقال لھم، أحیوا ما خلقتم . (أخرجہ مسلم : ۲۱۰۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جولوگ تصویر سازی کا عمل کرتے ہیں قیامت کے روز ان کو عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ جو صورتیں تم نے بنائی ہیں ان میں روح پھونک کر زندہ کرو۔ لہٰذا معلوم ہوا تکلیف مالا یطاق فی نفسہ جائز ہے۔

(۳) وقوله تعالى في دعا المؤمنين: ﴿ ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به ﴾ (بقرة: ۲۸۶)

اے اللہ ہمیں ایسی بات کا حکم نہ دے جو ہماری طاقت سے باہر ہو۔

ماتریدیہ کی طرف سے جوابات:

(۲،۱) فرشتوں کو جو حکم ہوا یا تصویر سازوں کو جو حکم دیا جائے گا، یہ کوئی ایسا خطاب نہیں ہے کہ جس کے انجام دہی پر اجر و ثواب ملے اور ترک پر سزا ہو مکلف بنایا جانے سے یہی مقصد ہوتا ہے جبکہ اس خطاب کا مقصد یہاں محض مخاطب کے عاجز ہونے کو ظاہر کرنا ہے اس کو خطاب تکلیفی نہیں کہا جاتا ہے۔

(۳) اس آیت میں مقصد تکلیف مالا یطاق سے پناہ مانگنا نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ یا اللہ ایسے احکام سے بچا جن کا بجالانا اگرچہ ہمارے لئے ممکن تو ہو لیکن بہت ہی پُرمشقت ہو۔ (مہذب شرح عقیدۃ الطحاویہ لابی العز)

ہر کام مشیتِ الٰہی سے ہوتا ہے

عقیدہ ۸۸: وكل شيء يجري بمشيئة الله تعالى وعلمه وقضائه وقدره . غلبت مشيئته المشيئات كلها، وغلب قضاؤه الحيل كلها، يفعل مايشاء، وهو غير ظالم أبدا، تقدس عن كل سوء وحين، وتنزه عن كل عيب وشين . ﴿ لا يسئل عما يفعل وهم يسئلون ﴾ (الأنبياء: ۲۳)

ترجمہ: کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی منشا اس کے علم اور قضاء، وقدرت سے جاری

وساری ہے۔ اس کی مشیت تمام مشیتوں پر غالب ہے اور اس کا فیصلہ تمام حیلوں پر غالب ہے۔ جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ ذات کسی پر ظلم نہیں کرتی وہ ہر قسم کی برائی اور ہلاکت سے پاک اور ہر قسم کے عیب اور ناگوار چیزوں سے منزہ ہے۔ ''وہ جو کام کرتا ہے اس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو یہ لوگ کرتے ہیں) ان کی پرسش ہوگی۔''

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے متعلق ازل میں جو فیصلہ فرمایا اسی کا نام تقدیر ہے۔ اب دنیا میں ہر چیز اس ازلی فیصلہ کے مطابق وجود میں آتی ہے اور فنا ہوتی ہے۔ آسمان، زمین، چاند، سورج اور کائنات کی ہر چیز اور ہر ذرہ میں اس کے وجود و بقا اور فنا میں اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی کارفرما ہوتی ہے۔

تقدیر کی دو قسمیں

اوّل تقدیر مبرم:

یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل ہوتی ہے، اس میں کچھ بھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ لوح محفوظ میں ایک ہی بات لکھی ہوتی ہے جو ہو کے رہتی ہے۔

دوم تقدیر معلق:

یہ وہ تقدیر ہے جو اٹل نہیں ہوتی بلکہ اس میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ اس تقدیر کو اللہ تبارک وتعالیٰ کسی دوسرے کام کے ساتھ معلق کر کے لکھتے ہیں کہ اگر فلاں کام ہوا تو فلاں دوسرا کام بھی ہوگا، اور اگر فلاں کام نہ ہوا تو فلاں دوسرا کام بھی نہیں ہوگا، مثلاً زید نے اپنے والدین کی خدمت کی تو اس کی عمر لمبی ہوگی اور اگر خدمت نہ کی تو اس کی عمر لمبی نہیں ہوگی۔

تقدیر مبرم اور تقدیر معلق بندوں کے اعتبار سے ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر تقدیر مبرم ہی ہے، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر کام کے انجام اور خاتمہ کے متعلق ازل سے ہی واقف اور پوری طرح آگاہ ہیں۔

﴿ يمحو الله ما يشاء ويثبت وعنده أم الكتب ﴾ (الرعد: ۳۹)

قال ملا علی القاری رحمہ اللّٰہ (عن عبد اللّٰہ بن عمرو) رضی اللّٰہ عنہما قال قال رسول اللّٰہ ﷺ کتب اللّٰہ مقادیر الخلائق قدروا عین مقادیرھم تعیینا بتا لا یتأتی خلافہ بالنسبۃ لما فی علمہ القدیم المعبر عنہ بأم الکتاب أو معلقا کان یکتب فی اللوح المحفوظ فلان یعیش عشرین سنۃ إن حج و خمسۃ عشر إن لم یحج وھذا ھو الذی یقبل المحو و الاثبات المذکورین فی قولہ إلا ما یوافق ما أبرم فیھا کذا ذکرہ ابن حجر وفی کلامہ خفاء إذا المعلق والمبرم کل منھما مثبت فی اللوح غیر قابل للمحو نعم المعلق فی الحقیقۃ مبرم بالنسبۃ إلی علمہ تعالیٰ فتعبیرہ بالمحو إنما ھو من التردید الواقع فی اللوح إلی تحقیق الأمر المبرم المبھم الذی ھم معلوم فی أم الکتاب أو محو أحد الشقین الذی لیس فی علمہ تعالیٰ فتأمل فإنہ دقیق و بالتحقیق حقیق . (المرقاۃ: ١/١٤٥،١٤٦) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ حجۃ اللّٰہ البالغۃ : ١/١٥٥ .

تقدیر کے پانچ درجات اور مراتب ہیں:

ا. وہ امور جن کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل میں فیصلہ فرمالیا تھا، ان امور سے متعلقہ تقدیر کو تقدیر ازلی کہتے ہیں۔

ب. وہ امور جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرش کو پیدا کرنے کے بعد اور زمین وآسمان کو پیدا کرنے سے پہلے طے فرمایا۔

ج. وہ امور جو صلب آدم علیہ السلام سے ذریت آدم علیہ السلام کو نکالنے کے وقت ''یوم عہد الست'' میں طے کیے گئے۔

د. وہ امور جو بچے کے لئے اس وقت طے کئے جاتے ہیں جب وہ ماں کے پیٹ میں

ہوتا ہے۔

ہ. وہ امور جو دیگر بعض امور پر موقوف کیے گئے ہیں۔

تقدیر کے ان پانچ درجات میں سے پہلے چار درجات تقدیر مبرم کے درجات ہیں جو کہ اٹل ہیں۔ ان میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ آخری درجہ تقدیر معلق کا ہے، اس میں تغیر وتبدل ہوتا رہتا ہے۔

عقیدہ تقدیر کی وجہ سے کسی کو یہ سوچ کر ایمان واعمال ترک نہیں کرنے چاہئیں کہ میرے بارے میں جو کچھ لکھا جا چکا ہے ہو کر رہے گا، میرے ایمان واعمال سے کیا ہوگا، کیونکہ اولاً کسی کو علم نہیں کہ اس کے بارے میں کیا لکھا ہے، جب علم نہیں تو اچھے کام ہی کرنے چاہئیں تا کہ انجام بھی اچھا ہو۔ ثانیاً تقدیر میں جہاں نتائج لکھے ہیں وہاں اسباب وذرائع بھی لکھے ہیں۔ مثلاً اگر تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ فلاں جنتی ہے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جنتی ہے۔ ثالثاً دنیا کے بارے میں کوئی یہ سوچ کر کہ جو کچھ مقدر ہے وہی ملے گا۔ اسبابِ حصول رزق ترک نہیں کرتا آخرت کے بارے میں بھی ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

عن علی رضی اللّٰہ عنہ قال بینما نحن مع رسول اللّٰہ ﷺ وھو ینکت فی الأرض إذ رفع رأسہ إلی السماء ثم قال ما منکم من أحد إلا قد علم قال وکیع إلا قد کتب مقعدہ من النار ومقعدہ من الجنۃ قالوا أفلا نتکل یارسول اللّٰہ قال اعملوا فکل میسر لما خلق لہ . (جامع ترمذی : ٢/ ٤٨٠)

نوٹ: تقدیر کے متعلق بقیہ تفصیلات عقیدہ ۴۵ کے تحت دیکھیں۔

قضاء اور قدر کی اقسام

قولہ "قضائہ وقدرہ الخ" ابی العز رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہاں قضا سے مراد قضا

کونی ہے نہ کہ شرعی کیونکہ قضا کونی بھی ہوتی ہے اور شرعی بھی۔ اسی طرح ارادہ، امر، اذن، کتاب، حکم، تحریم، کلمات وغیرہ ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں: کونی اور شرعی۔

(۱) قضاء کونی کا معنیٰ: جس فیصلہ اور امر کا تعلق کسی چیز کے وجود میں آنے سے متعلق ہو، اس کو کونی کہا جاتا ہے۔

(۲) قضا اور ارادہ شرعی کا معنیٰ: جو بندوں پر کسی حکم کو مشروع اور لازم کرنے سے متعلق ہو، ان کو حکم کے پابند کرنے کے متعلق ہو شرعی اور کونی میں سے ہر ایک کو ایک ایک مثال سے سمجھیں۔

١ ـ أما القضاء الكوني: ففي قوله تعالىٰ: ﴿ فقضاهن سبع سموات في يومين ﴾ (فصلت: ١٢)

والقضاء الشرعي في قوله تعالىٰ: ﴿ وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه ﴾ (الاسراء: ٢٣)

٢ ـ وأما الارادة الكونية ففي قوله تعالىٰ: ﴿ إنما أمره إذا أراد شيئًا أن يقول له كن فيكون ﴾ (يٰس: ٨٢)

والإرادة الشرعية في قوله تعالىٰ: ﴿ يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر ﴾ (البقرة: ١٨٥)

٣ ـ وأما الأمر الكوني ففي قوله تعالىٰ: ﴿ وإذا أردنا أن نهلك قرية أمرنا مترفيها ففسقوا فيها فحق عليها القول فدمرناها تدميرًا ﴾ وفي قوله تعالىٰ: ﴿ إنما أمره إذا أراد شيئًا أن يقول له كن فيكون ﴾ (يٰس: ٨٢)

والأمر الشرعي في قوله تعالىٰ: ﴿ إن الله يأمر بالعدل والإحسان وإيتاء ذي القربىٰ ﴾ (النحل: ٩٠) وفي قوله تعالىٰ: ﴿ إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها ﴾ (النساء: ٥٨)

٤ ـ وأما الاذن الكوني ففي قوله تعالىٰ: ﴿ وما هم بضارين به من أحد إلا بإذن الله ﴾ (البقرة: ١٠٢)

والإذن الشرعي في قوله تعالىٰ: ﴿ ما قطعتم من لينة أو تركتموها قائمة على أصولها فبإذن الله ﴾ (الحشر: ٥)

٥ ـ وأما الكتاب الكوني ففي قوله تعالىٰ: ﴿ وما يعمر من معمر ولا ينقص من عمره إلا في كتاب إن ذلك على الله يسير ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ ولقد كتبنا في الزبور من بعد الذكر أن الأرض يرثها عبادي الصالحون ﴾

والكتاب الشرعي: ﴿ وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس ﴾

٦ ـ وأما الحكم الكوني ففي قوله تعالىٰ حكاية عن ابن يعقوب عليه السلام: ﴿ فلن أبرح الأرض حتى يأذن لي أبي أو يحكم الله لي وهو خير الحاكمين ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ قال رب احكم بالحق وربنا الرحمٰن المستعان على ما تصفون ﴾

والحكم الشرعي في قوله تعالىٰ: ﴿ أحلت لكم بهيمة الأنعام إلا ما يتلى عليكم غير محلي الصيد وأنتم حرم إن الله يحكم ما يريد ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ ذلكم حكم الله يحكم بينكم ﴾

٧ ـ وأما التحريم الكوني ففي قوله تعالىٰ: ﴿ قال فإنها محرمة عليهم أربعين سنة يتيهون في الأرض ﴾ وقوله تعالىٰ: ﴿ وحرام على قرية أهلكناها أنهم لا يرجعون ﴾

والتحريم الشرعي في قوله تعالىٰ: ﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ ﴾ (المائدة: ٣)

٨۔ أما الكلمات الكونية ففي قوله تعالىٰ : ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيٓ إِسْرَآئِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ (الأعراف : ١٣٧) وفي قوله ﷺ : "أعوذ بكلمات الله التامات التي لا يحاوزهن بر ولا فاجر ."

والكلمات الشرعية في قوله تعالىٰ : ﴿ وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ﴾ (البقرة: ١٢٤) (المهذب لابی العز دمشقی)

ایصالِ ثواب

عقیدہ ٨٩ : وفي دعاء الأحياء وصدقاتهم منفعة للاموات .

ترجمہ: زندوں کا مرحومین کے حق میں دعا اور ان کیلئے صدقہ وخیرات کرنا مُردوں کیلئے نفع بخش ہے۔

تشریح: جمہور اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ مردے زندوں کے اعمال سے دوطرح سے منتفع ہوتے ہیں۔

پہلی صورت: مرحوم خود زندوں کے اس فعل کا اپنی زندگی میں سبب بنا ہو۔

كما ثبت عن النبي ﷺ أنه قال : إذا مات ابن ادم، انقطع عمله إلا من ثلاث، صدقة جارية أو ولد صالح يدعوله، أو علم ينتفع به من بعده . (أخرجه مسلم : ١٦٣١)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ابن آدم کا انتقال ہوتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے (یعنی اعمال صالحہ پر اجر وثواب کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے) مگر تین قسم کے اعمال پر ثواب کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

(١) صدقہ جاریہ (مثلاً رفاہی کنواں، مساجد، مدارس)

(٢) نیک اولاد چھوڑ گیا جو ماں باپ کے حق میں دعا کرتی ہو۔

(٣) علم دین کی خدمت کی جس سے بعد میں لوگ فائدہ اٹھاتے رہے۔

دوسری صورت: زندہ مسلمانوں کا مرحوم کے حق میں دعا واستغفار، صدقہ خیرات کرنا یا حج کرنا۔

باقی بدنی عبادات، نماز، روزہ، تلاوت اور ذکر وغیرہ کا ثواب، مردہ کو پہنچایا جائے تو مردہ تک پہنچتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔

امام ابوحنیفہ امام احمد اور جمہور کا قول یہ ہے کہ ہر قسم کی عبادات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اس میں کوئی تخصیص نہیں۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشہور قول کے مطابق وہ بدنی عبادات کے ایصال ثواب کے قائل نہیں۔

جمہور کے دلائل:

(١) قوله تعالىٰ : ﴿ والذين جاؤوا من بعدهم يقولون ربنا اغفرلنا ولإخواننا الذين سبقونا بالإيمان ﴾ (الحشر : ١٠)

ترجمہ: جو ان (مہاجرین) کے بعد آئے دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں گناہ معاف فرما۔

(٢) عن عثمان رضي الله عنه قال : كان النبي ﷺ إذا فرغ عن دفن الميت وقف عليه، فقال استغفروا لأخيكم، واسألوا له التثبيت فإنه الان يسأل . (أخرجه أبو داؤد : ٣٢٢١)

ترجمہ: عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دفن سے فارغ ہوتے تو (کچھ دیر) قبر پر رک جاتے اور فرماتے کہ اپنے مرحوم بھائی کے حق میں ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ یہ ان سے سوال وجواب کا وقت ہے۔

اسی طرح زیارت قبور کے وقت مرحومین کے حق میں دعا کرنا،

كما في صحيح مسلم عن عائشة رضي الله عنها أنها سألت النبي ﷺ كيف تقول إذا استغفرت لأهل القبور ؟ قال قولي السلام على أهل الديار من المؤمنين والمسلمين ورحم الله المستقدمين منا ومنكم والمستاخرين وإنا إن شاء الله بكم لاحقون .

(٣) عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما أن سعد بن عبادة توفيت أمه وهو غائب عنها فأتى النبي ﷺ فقال يا رسول الله إن أمي توفيت وأنا غائب عنها . فهل ينفعها إن تصدقت عنها ؟ قال "نعم" قال فإني أشهدك أن حائطي المخراف صدقة عنها.

(أخرجه البخاري : ٢٨٥٦)

''مخراف'' کے معنی پھلدار۔

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا اس وقت خود موجود نہیں تھے، بعد میں رسول اللہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ میری والدہ کا انتقال ہوگیا ہے، میں اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھا، اگر میں ان کی طرف سے صدقہ کروں تو ان کو فائدہ حاصل ہوسکتا ہے؟ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ہاں تو سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں میرا پھلدار باغ میری والدہ کی طرف سے صدقہ ہے۔ (بخاری)

ایصال ثواب کا طریقہ

اوپر کی آیات واحادیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اپنے طور پر صدقات نافلہ تلاوت یا تسبیح تہلیل وغیرہ کا ثواب میت کو ایصال ثواب کرنے سے اللہ اپنے فضل وکرم سے مردوں تک پہنچادیتا ہے اور اس کا صحیح طریقہ یہی ہے اپنے طور پر جتنا ہوسکے اعمال صالحہ انجام دے

کر مرحومین کیلئے بخش دے اور ان کیلئے دعا مغفرت کرے، باقی ایصال ثواب کے نام پر فی زمانہ جو خلاف شرع رسم ورواج عام ہوگئے ہیں ان سے اجتناب کیا جائے، کیونکہ ایصال ثواب کیلئے اجتماع کا اہتمام اور اس میں قیود ورسوم نیز اہل میت کی طرف سے دعوت کرنا۔ قرآن خوانی کرنے والوں کو اجرت پر لانا یہ سب امور ناجائز اور بدعت ہیں ثواب کے بجائے عذاب کی موجب ہیں۔

ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من أهل الميت لأنه شرع في السرور لافي الشرور، وهي بدعة مستقبحة، وفي البزازيه ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثاني وبعد الأسبوع، ونقل الطعام إلى القبر في المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقرأة سورة الأنعام والإخلاص إلخ .

والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لأجل الأكل يكره إلخ .

(رد المختار ٢/ ٢٤٠ مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

ایصال ثواب پر اشکال وجواب

بعض لوگ ایصال ثواب کے منکر ہیں ان کا کہنا ہے کہ ہر ایک آدمی کو صرف اپنے اعمال کا ثواب ملتا ہے دوسروں کے اعمال کا نہیں۔ ان کا مستدل یہ آیت کریمہ ہے:

﴿ وأن ليس للانسان إلا ما سعىٰ ﴾ (النجم : ٣٩)

اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

اس کا جواب جمہور کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ انسان اپنی کوشش حسن معاشرت، حسن اخلاق، جود وسخاوت کے ذریعہ اپنے لیے دوست واحباب بناتا ہے مرنے کے بعد یہی دوست واحباب اس کے حق میں ایصال ثواب کرتے ہیں۔ لہٰذا دوستوں کا ایصال ثواب گویا کہ اپنے ہی اعمال خیر کا نتیجہ ہے اسی کی کمائی ہے۔

دوسرا جواب:

یہ دیا گیا کہ اس آیت میں اس کی نفی نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے کے اعمال سے فائدہ نہیں پہنچے گا بلکہ اس بات کی نفی ہے کہ کوئی شخص دوسرے شخص کی نیکیوں کا مالک نہ ہوگا، باقی وہ شخص خود اپنی نیکیوں کا بعض حصہ مرحوم کو بخشنا چاہے تو اس کی اس آیت میں نفی نہیں ہے۔ بلکہ یہ بات دوسری آیات واحادیث سے ثابت ہے جسکے تفصیلی دلائل پہلے گذر چکے ہیں۔

(۲) قوله تعالىٰ: ﴿لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾ (البقرة: ٢٨٦)

جواب:

اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہر انسان اپنی کمائی اپنے اعمال کے ثواب کا مالک ہوگا دوسرے کی کمائی اور دوسرے کے اعمال کے ثواب کا مالک نہ ہوگا۔ اسی طرح ہر شخص کو اس کے گناہ کی سزا دی جائے گی دوسرے کے گناہ کی وجہ سے اس کا مواخذہ نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مجیب الدعوات ہے

عقیدہ ۹۰: واللہ تعالیٰ یستجیب الدعوات ویقضی الحاجات.

ترجمہ: اللہ تبارک وتعالیٰ دعاؤں کو قبول اور حاجات کو پورا کرتے ہیں۔

تشریح: اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات اور ضروریات مانگنے آفات، بلاؤں، مصائب اور بیماریوں وغیرہ سے پناہ مانگنے کا اہم ذریعہ دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان وکافر کی دعا کو قبول کرنا یہ ربوبیتِ الٰہی کا تقاضا ہے دعا مانگنا گویا کہ ربوبیت کا اقرار ہے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "الدعاء مخ العبادة" دعا عبادت کا مغز ہے اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے:

قال رسول الله ﷺ: "من لم يسأل الله يغضب عليه"

جو اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتے ہیں۔ (ابن ماجہ)

دعا مشروع ہونے کی حکمتیں

(۱) اس میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اقرار ہے۔ کیونکہ جس کا وجود نہ ہو تو اس کو نہ پکارا جاتا ہے نہ اس سے کوئی سوال کیا جاتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کے غنی اور اللہ تعالیٰ کے خزانہ کے پُر ہونے کا اقرار ہے، کیونکہ فقیر سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کے سمیع (سننے والا) ہونے کا اقرار ہے کیونکہ بہرے کو کوئی نہیں پکارتا ہے۔

(٤) اللہ تعالیٰ کے کریم ہونے کا اعتراف ہے کیونکہ بخیل سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

(٥) اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اقرار ہے کیونکہ بے رحم سخت دل سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

(٦) اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کا اقرار ہے کیونکہ عاجز سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

اب دعا کا منکر ان تمام صفات کا منکر اور ان تمام صفات والی ذات سے غافل ہے۔

دعا کی قبولیت پر دلائل

(۱) قوله تعالىٰ: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (الغافر: ٦٠)

ترجمہ: تمہارے پروردگار نے کہا تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کرونگا۔

(۲) قوله تعالىٰ: ﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (البقرة: ١٨٦)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر) جب تم سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو (کہہ دو) میں تو تمہارے پاس ہوں جب کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔

(۳) وقوله تعالىٰ: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (غافر: ٦٠)

ترجمہ: جولوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کتراتے ہیں عنقریب جہنم میں ذلیل ہوکر داخل ہونگے۔

دعا قبول ہونے کا مطلب اور اس کی مختلف صورتیں

بہت سے لوگ ناواقفیت سے قبولیت دعا کا مطلب صرف یہ سمجھتے ہیں کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگے وہ اس کو مل جائے اور فوراً مل جائے۔ اگر نہ ملے تو سمجھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی، یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے۔

انسان کا علم ناقص ہے۔ عقل کمزور ہے اپنے نفع ونقصان کو کما حقہ نہیں سمجھ پاتا۔ کسی چیز کو وہ اپنے لئے فائدہ مند سمجھتا ہے لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کے حق میں نقصان دہ ہے۔ ایک چیز سے وہ بچنا چاہتا ہے اپنے لئے نقصان دہ سمجھتا ہے لیکن علم الٰہی میں اس کیلئے نفع بخش ہے۔ غرضیکہ بندہ نہیں جانتا ہے کہ کیا چیز میرے لئے بہتر ہے اور کیا چیز زہر اور فتنہ ہے۔ اس لئے وہ بسا اوقات ایسی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے جو اس کے حق میں بہتر نہیں ہوتی بلکہ نقصان دہ ہوتی ہے یا اس کا عطا کرنا حکمت الٰہی کے خلاف ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ جو حکیم اور دانا ہے، یہ بات اس کے علم وحکمت کے خلاف ہے کہ بندہ جو مانگے ضرور اس کو وہی چیز عطا کرے اگر چہ اس کے حق میں مضر ہو۔ دوسری طرف یہ بھی اس کی شان کریمی کا تقاضا ہے کہ جب اس کا بندہ محتاج ومسکین کی طرح ہاتھ پھیلا کر اس کے حضور دعا کرے تو اس کو خالی ہاتھ نہ لوٹائے بلکہ ضرور اس کو کچھ دے دے چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

''تمہارا پروردگار بہت حیا مند ہے۔ وہ بغیر مانگے دینے والا ہے۔ وہ اپنے بندوں سے حیا کرتا ہے کہ اسے خالی ہاتھ لوٹا دے جبکہ اس کا بندہ (دعا کیلئے) دونوں ہاتھ اس کی طرف اٹھاتا ہے۔'' (ترمذی۔ ابوداؤد)

اس لئے اللہ تعالیٰ کا دستور ہے کہ دعا کرنے والے بندہ کو محروم نہیں لوٹاتا بلکہ کچھ دے کر ہی اس کو لوٹاتا ہے۔ البتہ حدیث کی رو سے دینے کی تین صورتیں ہیں۔

چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مؤمن بندہ دعا کرتا ہے جس میں کوئی گناہ کی بات نہ ہو، نہ قطع رحمی ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تین چیزوں میں سے کوئی ایک چیز اس کو ضرور عطا ہوتی ہے یا اس نے جو مانگا وہی چیز اس کو ہاتھ کے ہاتھ عطا فرما دیا جاتا ہے یا اس کی دعا کو اس کے لئے ذخیرۂ آخرت بنا دیا جاتا ہے یا دعا کے نتیجے میں اس کو آنے والی بلا ومصیبت کو روک دیا جاتا ہے۔''

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے (یہ ارشاد سن کر عرض کیا) جب بات ایسی ہے (کہ ہر دعا ضرور ہی قبول ہوتی ہے اور اس کے حساب میں کچھ نہ کچھ ضرور ملتا ہے) تو ہم بہت زیادہ دعائیں کریں گے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کے پاس اس سے بھی زیادہ ہے۔''

(احمد)

مطلب یہ ہے کہ اللہ کا خزانہ ہر وقت پُر ہے، غیر فانی ہے۔ اگر ہر انسان ہر وقت مانگے اور ہر ایک کو اس کی مانگی ہوئی چیز دینے کا فیصلہ فرمائے، تب بھی اس کے خزانے میں کمی نہیں آئے گی، اس لئے مانگنے سے نہ تھکے۔ ہر موقع پر اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔

کاش! دنیا میں کوئی دعا قبول نہ ہوتی

''مستدرک حاکم'' میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بندے کو جس نے دنیا میں بہت سی ایسی دعائیں کی ہوں گی جو بظاہر دنیا میں قبول نہیں ہوئی ہوں گی (یعنی ان کی قبولیت کے اثرات ظاہر نہیں ہوئے) ان دعاؤں کے عوض میں آخرت میں جو ثواب ملے گا اور نامۂ اعمال میں جمع ہوگا، اس کو دیکھ کر بندے کی زبان سے نکلے گا:

" یا لیته لم یعجل له شیء من دعائه ." (کنز العمال : ۲/۵۷)

یعنی بندہ یہ تمنا کرے گا کہ اے کاش! میری کوئی بھی دعا دنیا میں قبول نہ ہوئی ہوتی۔
(یعنی دنیا میں دعا کا پھل نہ ملتا بلکہ ہر دعا کا پھل مجھے یہاں ملتا)

اللہ تعالیٰ کائنات کا مالک ہے

عقیدہ ۹۱: ویملك كل شيء، ولايملكه شيء، ولاغنى عن الله تعالىٰ طرفة عين ومن استغنى عن الله طرفة عين فقد كفر وصار من أهل الحين۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اس کا کوئی مالک نہیں۔ اللہ تعالیٰ سے ایک لحظہ بھی کوئی بے نیاز نہیں ہوسکتا، اور جو شخص لحظہ بھر بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز ہو گیا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا اور وہ ہلاکت زدہ لوگوں میں شمار ہو گیا۔

تشریح: قوله أهل الحين "الحين" بالفتح الهلاك .

اس عقیدہ کا حاصل یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی ملک سے باہر نہیں ہر مخلوق اپنے وجود و بقا میں اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے لمحہ بھر کیلئے بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے بے نیاز نہیں ہوسکتی، ہر سانس لینے اور نکالنے میں ہر کام کو انجام دینے میں چاہے کتنا ہی معمولی کام ہو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور ارادہ کے بغیر وہ کام انجام نہیں دیا جاسکتا، اگر کسی نے اپنے کو بے نیاز سمجھا تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا جو دنیا و آخرت میں ہلاکت اور تباہی کا سبب اور ذریعہ ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿سبحان الذي بيده ملكوت كل شيء واليه ترجعون﴾ (يٰس: ۸۳)

ترجمہ: وہ ذات پاک ہے جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

قوله تعالىٰ: ﴿له ملك السمٰوٰت والارض﴾

اللہ تعالیٰ کے غضب و رضاء کا ذکر

عقیدہ ۹۲: والله يغضب ويرضى لا كاحد من الورى۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ناراض بھی ہوتا ہے خوش بھی لیکن اس کی ناراضگی اور خوشی مخلوق جیسی نہیں ہوتی۔

تشریح: سلف صالحین اور ائمہ دین کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے غضب، رضا، عداوت، ولایت، محبت، بغض وغیرہ صفات جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت مانتے ہیں اور ان صفات میں کوئی ایسی تاویل نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کی شان کے خلاف ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی صفت سمیع، بصیر، کلام وغیرہ کے متعلق تفصیلی گفتگو پہلے گذر چکی ہے۔

قوله: لا كأحد من الورى: میں علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تشبیہ کی نفی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت غضب اور رضا مخلوق کے غضب اور رضا کی طرح نہیں ہے لہٰذا یوں نہیں کہا جاسکتا ہے کہ "رضا" احسان کرنے کا ارادہ، اور "غضب" انتقام لینے کا ارادہ کیونکہ ایسا کہنا صفت غضب اور رضا کی نفی ہوگی اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو اور جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو چاہتا ہو۔ اللہ تعالیٰ ایسی باتوں سے روکتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو اور اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں ناپسند ہوں، ایسے ناپسندیدہ اعمال کرنے والے کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور بغض رکھتا ہے اور ناراض ہوتا ہے اگر چہ اللہ تعالیٰ نے چاہا اور ارادہ کیا ہو۔

(تلخيص، مهذب لانور بدخشانی حفظه الله)

قوله تعالىٰ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ (الفتح: ۱۸)

ترجمہ: (اے پیغمبر) جب مؤمن تم سے درخت کے نیچے بیعت کررہے تھے تو خدا ان سے خوش ہوا اور جو (صدق اور خلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

قولہ تعالیٰ: ﴿مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ﴾ (المائدہ: ٦٠)

ترجمہ: وہ لوگ جن پر خدا نے لعنت کی اور جن پر وہ غضبناک ہوا۔

صحابۂ کرام سے محبت وعقیدت

عقیدہ ٩٣: ونحب أصحاب رسول الله ﷺ ولانفرط في حب أحد منهم، ولانتبرأ من أحد منهم، ونبغض من يبغضهم وبغير الخير يذكرهم، ولا نذكرهم إلا بخير، وحبهم دين وإيمان وإحسان، وبغضهم كفر ونفاق وطغيان.

ترجمہ: ہم اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے محبت رکھتے ہیں اور ہم ان میں سے کسی کی محبت میں غلو نہیں کرتے اور نہ ہی ان میں سے کسی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ ہم اس سے بغض رکھتے ہیں جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم سے بغض رکھتا ہے اور خیر کے علاوہ کسی اور انداز سے ان کا تذکرہ کرتا ہے۔ ہم صحابۂ کرام کا تذکرہ خیر کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ صحابہ کی محبت دین، ایمان اور احسان کی علامت ہے اور ان سے بغض ...... کفر، نفاق اور سرکشی ہے۔

تشریح: صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث میں لہٰذا ایمان اور محبت رسول ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ صحابۂ کرام سے محبت رکھی جائے۔ لہٰذا ہم صحابۂ کرامؓ سے محبت کرتے ہیں البتہ محبت میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کی محبت میں حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ مثلاً ان کے معصوم ہونے کا عقیدہ رکھیں بلکہ ہم صحابہ کو گناہوں سے محفوظ تو کہتے ہیں معصوم نہیں کہتے وہ انبیاء علیہم السلام کا

خاصہ ہے اور کسی صحابی سے براءت کا اظہار نہیں کرتے جیسے شیعہ اکثر صحابہ کرام سے براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ (نعوذ باللہ) یا خوارج کی طرح جو بعض صحابہ اور اہل بیت سے براءت کا اظہار کرتے ہیں بلکہ ہر صحابی کو صحابی رسول سمجھ کر ان سے محبت کرتے ہیں اور جو لوگ صحابہ سے بغض وعداوت کا اظہار کر یا خیر کے سوا ان کا تذکرہ کر ہم ایسے لوگوں سے بغض رکھتے ہیں، ہم صحابہ کا تذکرہ خیر وادب احترام کے ساتھ کرتے ہیں۔ ان کی محبت دین، ایمان اور احسان ہے، جو ان سے بغض رکھے ان کا دین وایمان محفوظ نہیں۔ کیونکہ صحابہ سے بغض رکھنا، کفر، نفاق اور سرکشی ہے علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس عقیدہ کے ذریعہ روافض اور خوارج پر رد فرمایا ہے جیسا کہ اوپر کی تشریح سے واضح ہو چکا ہے۔

صحابۂ کرام کے فضائل کا بیان

(١) قولہ تعالیٰ: ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ﴾ (الفتح: ٢٩)

ترجمہ: محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں سخت ہیں اور آپس میں رحم دل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سربسجود ہیں خدا کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کررہے ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

(٢) قولہ تعالیٰ: ﴿وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ (التوبہ: ١٠٠)

ترجمہ: جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں

سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے خوش ہوئے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔

(۳) قوله تعالىٰ: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ (الفتح: ۱۸)

ترجمہ: (اے پیغمبر) جب مؤمن تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ تعالیٰ ان سے خوش ہوا۔

ان تمام آیات میں صحابۂ کرامؓ مہاجرین، انصار اور ان صحابہ کے نقش قدم پر چلنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے۔

وقال رسول اللهﷺ: "لا تسبوا أحداً من أصحابي فإن أحدكم لو أنفق مثل أحد ذهبا ما أدرك مد أحدهم ولا نصيفه."

(متفق عليه)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے کسی کو گالی مت دو، کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو صحابہ کے ایک مد خرچ کرنے کے برابر اجر و ثواب حاصل نہیں کر سکتا، نہ نصف مد کے برابر۔ (بخاری و مسلم)

" وروى ابن بطه باسناد صحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما أنه قال: لا تسبوا أصحاب محمد ﷺ فلمقام احدهم ساعة، يعني مع النبي ﷺ خير من عمل احدكم اربعين سنة."

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ صحابہ کو گالی مت دو کیونکہ کسی صحابی کا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ دیر بیٹھنا تمہارے چالیس سال کے عمل سے بہتر ہے۔

مسئلہ خلافت

عقیدہ ۹۴: ونثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ أولا لأبي بكر الصديق رضي الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة ثم لعمر بن الخطاب رضي الله عنه ثم لعثمان رضي الله عنه ثم لعلي بن أبي طالب رضي الله عنه ـ وهم الخلفاء الراشدون والأئمة المهتدون.

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ہم رسول اللہ ﷺ کا پہلا خلیفہ مانتے ہیں اس لئے کہ وہ امت میں سب سے مقدم اور افضل ترین ہستی تھے، پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ خلفائے راشدین ہیں اور ہدایت یافتہ امام ہیں۔

خلافت کا مفہوم

تشریح: خلافت کا مفہوم یہ ہے کہ ایسی ایک عمومی ریاست جو اقامت دین کی کوشش کرے، علوم دینیہ کا احیا کرے، ارکان اسلام کو قائم کرے، شعبۂ جہاد کو قائم کرے کہ لشکر تیار کرے، کفار کے ساتھ قتال کا منصوبہ بنائے ان کے مقابلہ کیلئے لشکر روانہ کرے۔ مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کرے۔ رعایا کو انصاف فراہم کرنے کیلئے نظام عدل قائم کرے حدود اللہ کو (حد زنا، قصاص، چوری کی سزا قطع ید وغیرہ) نافذ کرے مظالم کا خاتمہ کرے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو نبی کریم ﷺ سے نیابۃً انجام دے (یعنی اس کا ایک مستقل شعبہ ہو)

(كما في إزالة الخفاء: ۲ـ۱) مفهوم الخلافة هي الرئاسة العامة في التصدي لاقامة الدين بإحياء العلوم الدينية وإقامة أركان الإسلام، والقيام بالجهاد ومايتعلق من ترتيب الجيوش، والفرض للمقابلة، وإعطائهم الفيء، والقيام بالقضاء وإقامة الحدود، ورفع المظالم، والأمر بالمعروف والنهي عن المنكر نيابة عن النبي ﷺ.

خلافت قائم کرنے کا طریقہ

اسلام میں خلافت قائم کرنے کے چار طریقے رائج رہے ہیں:

(۱) قوم کے علما، زعما، رؤسا، جنگی کمانڈر وغیرہ جن کو قوم سے ہمدردی ہے وہ کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی۔

(۲) پہلا خلیفہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کردے اور لوگوں کو ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی وصیت کر جائے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طرح قائم ہوئی۔

(۳) انتخاب خلیفہ کیلئے شوریٰ مقرر ہو وہ کسی کو خلیفہ مقرر کرلے، جیسے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت اسی طرح شوری کے ذریعہ قائم ہوئی۔

(٤) خلافت کی شرائط کا حامل کوئی شخص لوگوں پر غالب آجائے اور ان پر تسلط حاصل کرلے، جیسے خلفاء راشدین کے بعد کے خلفاء۔

(حجة الله البالغة : ۲_۷۳۸ مطبوعه دارالكتب الحديثيه بالقاهره)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت

قوله : ثبت الخلافة بعد رسول الله ﷺ اولا لابى بكر رضى الله تعالىٰ عنه الخ .

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اس لئے رسول اللہ ﷺ کے بعد خلافت بلافصل کے وہی مستحق ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بہت سی احادیث میں ان کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا چنانچہ آپ علیہ السلام کے وصال کے بعد امت نے بالاتفاق ان کو خلافت کے لئے منتخب فرمایا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل

(۱) عن حذيفة بن يمان رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ

اقتدوا بالذين من بعدى، ابا بكر وعمر۔(رواه اصحاب السنن)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرو۔

(سنن اربعه)

(۲) عن عائشة رضى الله عنها قالت دخل على رضى الله عنه على رسول الله ﷺ فى اليوم الذى بدئ فيه (مرض فيه) ادعى لى أبابكر وأخاك حتى اكتب لابى بكر كتابا ثم قال يابى الله والمسلون إلا أبا بكر . (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ کو مرض وفات شروع ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور اپنے بھائی کو بلا کر لاؤ تاکہ ایک عہد نامہ لکھدوں، پھر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور عامۃ المؤمنین خلافت کیلئے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی اور کو قبول نہیں فرمائیں گے۔ (بخاری ومسلم)

(۳) ایک مشہور حدیث کا ٹکڑا ہے آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"مروا أبابكر فيصل بالناس ." (متفق عليه)

ترجمہ: بیماری کے ایام میں فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم کرو۔

(٤) وفى الصحيح أنه عليه السلام قال على منبره لو كنت متخذا من أهل الأرض خليلا لا تخذت أبا بكر خليلا لايبقين فى المسجد خوخة الاسدت الاخوخة ابى بكر۔(متفق عليه)

ترجمہ: صحیح حدیث میں یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر ارشاد فرمایا کہ اگر میں اہل زمین میں سے کسی کو اپنا خلیل (گہرا جگری دوست) بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بناتا۔ مسجد نبوی ﷺ میں کھولنے والے تمام دریچے بند کردیئے جائیں سوائے ابوبکر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دریچے کے۔ (بخاری ومسلم)

خلافت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قوله ثم لعمر بن خطاب رضى الله عنه الخ .

یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت متفق علیہ طور پر ثابت ہے۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کو عمر رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا اور امت نے ان کی خلافت کو متفقہ طور پر تسلیم کیا۔

"روى عن محمد بن حنفية انه قال : قلت لأبي (على رضى الله عنه) يا أبت من خير الناس بعد رسول الله ﷺ . فقال : يابنى أو ما تعرف ؟ فقلت لا . قال : أبو بكر . قلت ثم من ؟ قال :عمر . وخشيت أن يقول : ثم عثمان . فقلت : ثم أنت ؟ فقال ما أنا إلا رجل من المسلمين ."

(اخرجه البخارى : ٣٦٧، أبوداؤد : ٤٦٢٩)

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں سب سے افضل کون ہیں تو فرمایا بیٹے آپ کو یہ بات معلوم نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔تو فرمایا سب سے افضل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں میں نے پوچھا ان کے بعد کون؟ تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر مجھے خوف ہوا کہ ان کے بعد عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے اس لئے میں نے جلدی سے کہا کہ پھر آپ کا مقام ہے؟ تو فرمایا کہ میں تو عام مسلمانوں میں سے ہوں۔

دوسری روایت جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں گذر چکی ہے۔

"اقتدوا بالذين من بعدى ابابكر وعمر۔" (متفق عليه)

ان دونوں روایات اور ان سے دیگر بہت سی روایات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے فضائل ثابت ہیں۔حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر امت کا اتفاق ہے۔

خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قوله : ثم لعثمان رضى الله عنه .

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت متفق علیہ ہے اس لئے ہم ان کی خلافت کو حق مانتے ہیں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ مقرر ہونے کا واقعہ جو کتب حدیث میں مذکور ہے۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فجر کی نماز میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا تو آپ زخمی ہوگئے صحابہ کرامؓ آپ کے گرد جمع ہوگئے اور عرض کیا کہ آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کام کیلئے اس جماعت سے بہتر کوئی نہیں جن سے رسول اللہ ﷺ وفات کے وقت راضی تھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ کا نام لیا۔حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ،علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ،طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ۔

اب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد جب لوگ دفن سے فارغ ہوگئے تو یہ چھ حضرات کی شوریٰ بیٹھی کہ کس کو خلیفہ مقرر کیا جائے؟ تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس کام کو تین آدمیوں کے سپرد کردو۔زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنی رائے علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں وہ جسکو خلیفہ مقرر کردے میں اس پر راضی ہوں۔طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں اپنا معاملہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کرتا ہوں۔سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ میں اپنا معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالہ کرتا ہوں۔عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ تم دونوں سے کون دست بردار ہوگا اس بات سے کہ اس کو خلیفہ بنایا جائے اس

سے اللہ تعالیٰ اور اہل اسلام راضی ہوئے یہ ضرور دیکھا جائے کہ ذات کے لحاظ سے سب سے افضل کون ہے؟ دونوں بزرگ خاموش ہوگئے۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ کیا آپ دونوں معاملہ کو میرے حوالہ کردیں گے؟ تو اللہ تعالیٰ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ دونوں میں سے افضل کے حوالہ کرنے میں کوتاہی نہیں کرونگا۔ دونوں ہی بزرگوں نے کہا ہاں معاملہ آپ کے سپرد ہے۔ توانہوں نے ایک کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ

" لك قرابة من رسول الله ﷺ والقدم في الإسلام ما قد علمت فالله عليك لئن أمرتك لتعدلن . ولئن أمر عثمان لتسمعن ولتطيعن . ثم خلا بالأخر . فقال له مثل ذلك . فلما أخذ الميثاق قال أرفع يدك ياعثمان فبايعه الخ . "

کہ آپ کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرابت کا تعلق ہے اور آپ سابقین فی الاسلام میں سے ہیں جیسا کہ آپ کو اس کا علم ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اس پر گواہ بناتا ہوں کہ اگر آپ کو خلافت کی ذمہ داری دیجائے تو ضرور انصاف قائم کریں گے اگر عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیجائے تو آپ سمع وطاعات سے کام لیں گے۔

پھر یہی بات عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہی اس طرح جب دونوں سے عہد لے لیا۔ تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ آپ ہاتھ بڑھائیں سب سے پہلے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی اس کے بعد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے بعد جماعت در جماعت لوگ داخل ہوئے اور بیعت ہوتے گئے۔ ان میں مہاجرین وانصار صحابہ اور فوجی کمانڈران اور دیگر مسلمان تھے۔ (ملخص از بخاری : ۳۷۰۰)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

عن عائشة رضي الله عنه قالت : كان رسول الله ﷺ . مضطجعا في بيته كاشفا عن فخذيه او ساقيه، فاستاذن ابو بكر، فاذن له،

وهو على تلك الحالة فتحدث ثم استاذن عمر . فاذن له وهو على تلك الحالة فتحدث ثم استاذ عثمان . فجلس رسول الله ﷺ وسوى ثيابه، فدخل فتحدث . فلما خرج قالت عائشة دخل ابوبكر فلم تهش له ولم تباله ثم دخل عمر فلم تهش له ولم تباله ثم دخل عثمان فجلست وسويت ثيابك ؟ فقال : الا استحي من رجل يستحي منه الملائكة . (مسلم : ٢/ ٢٤)

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تشریف فرماتھے۔ آپ کی ٹانگوں سے کپڑے ہٹے ہوئے تھے اتنے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی اجازت دیدی گئی آپ علیہ السلام اسی حالت میں رہے کچھ بات چیت ہوئی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت چاہی اجازت مل گئی آپ علیہ السلام اسی حالت میں رہے کچھ بات چیت کی اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول اللہ ﷺ اٹھکر بیٹھ گئے کپڑ اسیدھا کرلیا کچھ بات چیت کے بعد تشریف لے گئے تو عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اندر آئے آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی اپنی حالت پر رہے پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے آپ نے کوئی پرواہ نہیں کی اپنی حالت پر قائم رہے جب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو آپ ایک دم بیٹھ گئے اور کپڑے برابر کرلئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" إلا استحي من رجل تستحي منه الملائكة "

(اخرجه مسلم : ٢/ ٢٤)

(۲) دوسری روایت میں ہے کہ بیعت رضوان کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیجا ہوا تھا اور بیعت رضوان حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکہ جانے کے بعد ہوئی اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر

فرمایا یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہے۔

فقال رسول اللہ ﷺ بیدہ الیمنیٰ هذه یدعثمان فضرب بها علی یدہ الیسری فقال هذه لعثمان . (اخرجه من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنه بخاری :۳٦۹۸،ترمذی :۳۷۰٦)

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بڑی فضیلت دامادِ رسول ہونا ہے۔ کہ آپ علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت

قوله : ثم لعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنه .

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ وہ خلیفہ برحق ہوئے اور ان کی اتباع لازم ہوگئی اور ان کی خلافت حقیقت میں خلافت نبوت تھی۔ جیسے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے:

قال رسول اللہ ﷺ خلافة النبوة ثلاثون سنة، ثم یوتی اللہ ملکه من یشاء . (ابو داؤد : ٤٦٤٦ ، طحاوی : ۳۱۳)

کہ خلافت نبوت تیس سال ہوگی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے سلطنت عطاء فرمائیں گے۔

ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو برحق سمجھتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد کیونکہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ تمام صحابۂ کرامؓ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل

(۱) عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنه أنه قال : قال

رسول اللہ ﷺ لعلی : أنت منی بمنزلة هارون من موسی إلا أنه نبی لا نبی بعدی .

(اخرجه البخاری: ۳۷۰٦، مسلم : ۲٤۰٤، ترمذی : ۳۷٦٤)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: جس طرح ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہر موقع پر مدد کرنے والے تائید کرنے والے تھے یہی حیثیت تمہاری بھی ہے مگر یہ کہ ہارون علیہ السلام نبی تھے، میرے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو گیا۔

(۲) قوله علیه السلام یوم خیبر : لأعطین الرایة غدا رجلا یحب اللہ ورسوله فاعطاه النبی ﷺ الرایة ففتح اللہ علیه . (متفق علیه)

ترجمہ: خیبر کی جنگ کے موقع پر آپ علیہ السلام نے رات کو اعلان فرمایا کہ کل صبح جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ محبت فرماتے ہیں چنانچہ صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خیبر کی فتح عطا فرمائی۔ (بخاری ومسلم)

خلفاء اربعہ کی مدتِ خلافت

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت دو سال تین ماہ۔

(۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت ساڑھے دس سال۔

(۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت بارہ (۱۲) سال۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدت خلافت چار سال نو ماہ۔

(۵) حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھ ماہ۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد اہل عراق نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی لیکن اس خلافت کے چھ ماہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی اس طرح حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر خلیفہ بن گئے اور مسلمانوں کے اختلافات ختم ہو گئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی کہ

"ان ابنی هذا سيد وسيصلح الله به بين فئتين عظيمتين من المسلمين ." (متفق عليه)

ترجمہ: آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا (حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سردار ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح فرمائیں گے۔

(بخاری : ۲۷۰٤، ترمذی : ۳۷۷٥)

قوله هم الخلفاء الراشدون والائمة المهدون .

خلفاء اربعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ خلفاء راشدین اور ہدایت یافتہ ائمہ ہیں جنکی اطاعت کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کی اتباع کا حکم فرمایا۔

"عن عرباض سارية رضی الله عنه قال : وعظنا رسول الله ﷺ موعظة بليغة ذرفت منها العيون، ووجلت منها القلوب قال قائل يارسول كان هذه موعظة مودع فماذا تعهده الينا ؟ فقال اوصيكم بالسمع والطاعة، فانه من يعيش من بعدی فسيری اختلافا كثيرا . فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدی . تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، اياكم ومحدثات الامور فان كل بدعة ضلالة ."

(اخرجه ابو داؤد : ٤٦٠٧، ترمذی : ٢٦٧٨)

ترجمہ: عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو بہت ہی بلیغ انداز سے نصیحت فرمائی جس سے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل

ہل گئے، تو ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ شاید یہ آخری وعظ ہے ہمیں کیا نصیحت فرماتے ہیں؟ تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہیں امیر کی بات ماننے اور اطاعت کرنے کا حکم کرتا ہوں، کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا لہذا میرے بعد میری سنت اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کر لے۔ ان کو مضبوطی سے تھامے، خوب اچھی طرح عمل پیرا ہو اور بدعات سے اجتناب کرے اس لئے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

عشرہ مبشرہ کا جنتی ہونا

عقيده ۹٥: وأن العشرة الذين سماهم رسول الله ﷺ وبشرهم بالجنة نشهد لهم بالجنة، على ماشهد لهم رسول الله ﷺ وقوله الحق، وهم أبوبكر، وعمر، وعثمان، وعلی، وطلحة، والزبير، وسعد، وسعيد، وعبد الرحمن بن عوف، وأبو عبيدة بن الجراح وهو أمين هذه الأمة رضی الله عنهم أجمعين .

ترجمہ: وہ دس صحابہ جن کا رسول اللہ ﷺ نے نام لیا اور انہیں جنت کی خوشخبری دی ہم ان کے جنتی ہونے کی گواہی اس بنا پر دیتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کی گواہی دی، آپ کا فرمان برحق ہے، وہ دس صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم یہ ہیں: ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ بن الجراح (آپ اس امت کے امین ہیں) رضی اللہ تعالیٰ عنہم و رضوا عنہ

تشریح: عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی ہم گواہی دیتے ہیں کیونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔

"عن عبد الرحمن عوف رضی الله عنه ان النبی ﷺ قال : ابوبكر فی الجنة، وعمر فی الجنة، وعثمان فی الجنة، وعلی فی الجنة،

وطلحة في الجنة، والزبير في الجنة وعبدالرحمن بن عوف في الجنة، وسعد بن أبي وقاص في الجنة، وسعيد بن زيد في الجنة، وابو عبيدة بن الجراح في الجنة ۔"

(راواه الترمذي ورواه ابن ماجه عن سعيد بن زيد)

اہل سنت والجماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ:

یہ دس صحابہ امت میں سب سے افضل ہیں ان کا مقام ومرتبہ اونچا ہے یہ دس صحابہ وہ ہیں جن کو ایک ہی مجلس میں جنت کی بشارت دی ہے۔اس کے علاوہ بھی بعض صحابہ کو آپ علیہ السلام نے جنت کی بشارت دی ہے۔وہ بھی جنتی ہیں لیکن ان حضرات کا مقام اعلیٰ وارفع ہیں۔

صحابۂ کرامؓ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرنا

عقیده ۹۶: ومن أحسن القول في أصحاب رسول الله ﷺ وأزواجه الطاهرات من كل دنس، وذرياته المقدسين من كل رجس، فقد برئ من النفاق۔

ترجمہ: جس نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور آپ کی پاکیزہ اولاد کے متعلق اچھا تذکرہ کیا اس نے اپنے آپ کو نفاق سے بری کر لیا۔

تشریح: علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نفاق سے براءت کیلئے تین شرطیں ذکر کیں۔

(۱) صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرے، ان سے محبت کرے اور ان پر عیب نہ لگائے طعن وتشنیع نہ کرے۔

(۲) ازواج مطہرات کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرے، ان کی عیب جوئی اور ان پر الزام تراشی کر کے اپنی زبان گندی نہ کرے ایمان خراب نہ کرے۔

(۳) اولاد رسول ﷺ پر لعن طعن نہ کرے، غرضیکہ ان تینوں قسم کی مقدس ہستیوں سے

محبت رکھنا ان کا احترام کرنا ان کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرنا یہ ایمان کا تقاضا ہے ایسا شخص نفاق سے بری ہوگا اور جو شخص صحابۂ کرام، ازواج مطہرات اور اہل بیت رسول ﷺ سے بغض وعداوت رکھے، ان کے متعلق دریدہ دہنی کرے وہ درحقیقت منافق ہے، اگرچہ ظاہری طور پر ایمان کا اظہار کرے۔

"وفي صحيح مسلم عن زيد بن أرقم قال :قام فينا رسول الله ﷺ، خطيبا بماء يدعى : خماء بين مكة والمدينة فقال : أما بعد ألا أيها الناس، فإنما أنا بشر، يوشك أن ياتي رسول ربي فأجيب وأنا تارك فيكم الثقلين أولها كتاب الله فيه الهدى والنور فخذوا بكتاب الله واستمسكوا به، فحث على كتاب الله ورغب فيه، ثم قال : وأهل بيتي، أذكركم الله في أهل بيتي ثلاثا .

ترجمہ: زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ''خما'' نامی چشمہ پر آپ علیہ السلام نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں ہوسکتا ہے عنقریب میرے رب کا فرستادہ (یعنی ملک الموت) میرے پاس آئے اور میں لبیک کہتا ہوا چل پڑوں، میں تمہارے درمیان، دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ ان کا خوب خیال رکھو: (۱) اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن کریم) اس میں ہدایت اور نور ہے۔اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو، اس کی خوب ترغیب دی۔اس کے بعد پھر تین مرتبہ ارشاد فرمایا میرے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کا خوف دلاتا ہوں (یعنی ان کے حقوق محبت اور احترام کا خیال رکھو۔(مسلم)

قوله : فقد برئ من النفاق :

علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقصد روافض پر رد کرنا ہے اور روافض کی بنیاد ایک منافق زندیق عبداللہ بن سبا یہودی نے ڈالی ہے جسے علما نے ذکر کیا ہے کہ اس نے اسلام کا اظہار

ہی اسی ارادے کے ساتھ کیا کہ اپنے دجل وفریب کے ذریعہ دین اسلام میں رخنہ ڈالے چنانچہ اس نے شروع میں خوب اتباع سنت اور تقویٰ وطہارت کا اظہار کیا، پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا، پھر شرارت شروع کردی حتی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف فتنہ برپا کیا اور ان کے قتل میں شریک رہا۔ پھر جب کوفہ آیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت میں غلو کا اظہار کیا اور ان کے مددگار ہونے کا تاثر دیا تا کہ اپنے باطل اغراض کے حصول میں کامیاب ہو سکے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے قتل کے لئے تلاش کیا وہ وہاں سے بھاگ کر قرقیس کی طرف چلا گیا اس کا پورا واقعہ کتب تاریخ میں موجود ہے۔ (تلخیص، مھذب شرح عقیدۃ الطحاویہ لابی العز)

علما وصلحا کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرنا

عقیدہ ۹۷: وعلماء السلف من السابقين، ومن بعدهم من التابعين اهل الخير والاثر، وأهل الفقه والنظر لايذكرون الا بالجميل، ومن ذكرهم بسوء فهو على غير السبيل.

ترجمہ: گذشتہ علماء سلف اور بعد میں آنے والے ان کے پیروکار جو بلاشبہ خیر وبھلائی کے خوگر اور فقہ ونظر کے حامل تھے ان کا تذکرہ بھی اچھائی کے ساتھ ہی ہونا چاہئے، جس نے انہیں برے انداز میں یاد کیا وہ یقیناً راہ راست پر نہیں ہے۔

تشریح: علماء سلف اور علماء، صحابہ وتابعین اور علماء متاخرین، خواہ محدثین ہوں یا فقہا ان کا ذکر بالخیر کیا جائے گا جو علما کی برائی کرتا ہے وہ حق راستہ پر نہیں بلکہ علما کی توہین ہونے کی حیثیت سے کفر ہے۔

بنص قرآنی تمام مؤمنین سے محبت واجب ہے تو علماء کرام کی محبت بطریق اولیٰ واجب ہوگی، کیونکہ علما وارثین انبیا ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾

(النساء: ۱۱۵)

ترجمہ: جو شخص سیدھا راستہ معلوم ہونے کے بعد پیغمبر کی مخالفت کرے اور مؤمنوں کے راستے کے سوا اور راستہ پر چلے تو جدھر وہ چلتا ہے ہم ادھر ہی اسے چلنے دیں گے اور (قیامت کے دن) جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے۔

وقوله عليه السلام: "خير القرون قرني ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم ثم الذين يلونهم۔"

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہیں یعنی صحابہ پھر اسکے بعد کے زمانہ کے (یعنی تابعین) پھر اس کے بعد زمانہ کے (یعنی تبع تابعین)

تنبیہ: آج کل جو بعض لوگوں نے علما کو مطعون کرنے کا مشغلہ بنا رکھا ہے۔ دنیا اور آخرت کے لئے مضر ہے، رہی یہ بات کہ بعض علما میں برائیاں ہیں بلکہ وہ علماء سوء کہلانے کے مستحق ہیں تو اس سے انکار نہیں، مگر حق وباطل میں تمیز ضروری ہے، جو علماء حق ہوں سنت نبوی ﷺ کے پیروکار ہوں ان کی اتباع کیا جائے اور علماء سوء سے دور رہا جائے۔

کوئی ولی نبی کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا

عقیدہ ۹۸: ولانفضل أحدا من الأولياء على أحد من الانبياء عليهم السلام، ونقول نبي واحد أفضل من جميع الأولياء.

ترجمہ: ہم کسی ولی کو کسی نبی پر فوقیت نہیں دیتے ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ایک نبی تمام اولیا سے افضل ہے۔

تشریح: بعض جاہل صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ مقام ولایت مقام نبوت سے افضل ہے یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ یہ بات متفق علیہ ہے۔ اس لئے مقام نبوت ہر حال میں مقام ولایت سے افضل ہے۔ اگر تمام اولیا کو ایک نبی کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھی نبی کا مقام ومرتبہ

اعلیٰ ہوگا جاہل صوفیہ اور بھی بہت سی باتوں میں غلو کرتے ہیں۔

جبکہ اولیاء اللہ سنت وشریعت کے مکمل پابندی کرنے کے ساتھ عبادت الٰہی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اتباع سنت ہی ان کے ولی ہونے کی علامت ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (آل عمران: ۳۱)

ترجمہ (اے پیغمبر لوگوں سے) کہہ دو۔ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

کراماتِ اولیاء

عقیدہ ۹۹: ونؤمن بما جاء من کراماتھم، وصح عن الثقات من روایاتھم.

ترجمہ: اور ہم ایمان رکھتے ہیں ان خوارق عادات باتوں پر جو اولیاء اللہ کی کرامات میں سے وارد ہوئی ہیں اور ثقہ راویوں سے ان کی روایات صحت کے ساتھ ثابت ہیں۔

تشریح: قولہ کراماتھم الخ کرامات اور معجزہ خوارق عادت امور کو کہا جاتا ہے۔ متقدمین تو دونوں کو ایک کہتے ہیں جبکہ متاخرین نے دونوں میں فرق کیا ہے معجزہ نبی کا ہوتا ہے اور ولی کی کرامت۔

لہٰذا ہر خارق عادت بات جب نبی سے نبوت کی تصدیق کیلئے ثابت ہو لوگ اس کی مثل لانے سے عاجز ہوں، اس کو "معجزہ" کہا جائے گا اگر غیر نبی سے ثابت ہو اور وہ شخص متبع سنت وشریعت ہو تو کرامت ہے۔ اگر صاحب خوارق ظاہر شریعت کا پابند نہ ہو، تو وہ جادو یا استدراج ہوگا اس کو کرامت نہیں کہا جائے گا۔

تنبیہ: حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت کا ذکر قرآن میں ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط سے دریائے نیل کا جاری ہونا اور نہاوند میں اپنے لشکر کو دیکھنا اور پھر

یاساریۃ الجبل کہنا ان لوگوں کا یہ جملہ سن لینا تواریخ میں تواتر سے منقول ہے اور اس کے علاوہ بھی اولیاء اللہ کی بے شمار کرامات صحیح روایات کے ساتھ منقول ہیں لہٰذا ہم اولیاء اللہ کی کرامات کو حق مانتے ہیں بعض لوگوں نے اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے کرامات کا انکار کیا ہے ان کا انکار کرنا غلط ہے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿کلما دخل علیھا زکریا المحراب وجد عندھا رزقا﴾ (آل عمران: ۳۷)

ترجمہ: زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں ان کے پاس جاتے تو اس کے پاس کھانا پاتے۔

قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا ○ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ (الطلاق: ۲،۳)

ترجمہ: جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لئے (رنج ومحن سے) خلاصی کی صورت پیدا کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا جہاں سے وہم وگمان نہ ہو۔

وقولہ تعالیٰ: ﴿إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا﴾

(الانفال: ۲۹)

ترجمہ: اگر تم خدا سے ڈرو گے تو تمہارے لئے امر فارق پیدا فرمادے گا۔

وقال رسول اللہ ﷺ: اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ. ثم قرء ﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ﴾ (الحجر: ۷۵)

(اخرجہ الترمذی: ۳۱۲۷)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مؤمن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "بے شک اس (قصے) میں اہل فراست کیلئے نشانیاں ہیں۔

علاماتِ قیامت پر ایمان

عقیدہ ۱۰۰: ونؤمن بأشراط الساعۃ من خروج الدجال، ونزول

عيسىٰ بن مريم عليه السلام من السماء نؤمن بطلوع الشمس من مغربها، وخروج دآبة الأرض من موضعها .

ترجمہ: ہم علاماتِ قیامت پر یقین رکھتے ہیں (ایمان لاتے ہیں) مثلاً دجال کا خروج، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، دابۃ الارض کا اپنی جگہ سے نکلنا۔

تشریح: نبی کریم ﷺ نے کچھ چیزوں کو قیامت کی علامت ارشاد فرمایا ہے اور وہ ایک حدیث میں ارشاد فرمائی گئی ہیں: (۱) دخان (۲) خروج دجال (۳) خروج دابہ (۴) سورج کا مغرب کی جانب سے نکلنا (۵) عیسیٰ ابن مریم کا نزول (۶) خروج یاجوج وماجوج (۷،۸،۹) تین خسوف ہوں گے ایک مشرق میں اور ایک مغرب میں اور ایک خسف جزیرۂ عرب میں۔ (۱۰) آگ ہوگی جو لوگوں کو محشر تک لے جائیگی روایات وآثار علامات قیامت کے سلسلہ میں بکثرت ہیں ان تمام باتوں پر جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائیں ہمارا ایمان ہے یہاں مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے صرف پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے (۱) دجال کا خروج ہوگا۔ (۲) حضرت عیسیٰؑ آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور امام مہدی کی اقتدا کریں گے (۳) سکندر ذوالقرنین نے جس آہنی دیوار سے یاجوج ماجوج کا راستہ بند کر رکھا ہے وہ دیوار ٹوٹے گی اور وہ نکلیں گے اور دنیا میں فساد پھیلائیں گے پھر اللہ تعالیٰ ایک بیماری میں ان کو مبتلا فرمائیں گے جس سے وہ سب مرجائیں گے۔ (۴) اور سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اور پھر اس کے بعد کسی کافر کا ایمان اور فاسق کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ (۵) صفا پہاڑ پھٹے گا اور اس میں سے ایک چوپایہ نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا۔ فرمان باری ہے:

﴿ وإذا وقع القول عليهم أخرجنا لهم دآبة من الارض تكلمهم أن الناس كانوا بأيتنا لا يوقنون ﴾ وقوله تعالىٰ : ﴿ وَإِنْ

مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ﴾ (النساء : ١٥٩)

ترجمہ: اور کوئی اہل کتاب نہیں ہوگا مگر ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیگا اور وہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہونگے۔

قال رسول الله : لاتقوم الساعة حتى تطلع الشمس من مغربها فاذا رأها الناس آمن من عليها۔ فذلك حين لاينفع نفسا إيمانها لم تكن امنت من قبل . (بخاری : ٤٦٣٥)

کاہن اور نجومیوں کے پاس جانا کفر ہے

عقیدہ ۱۰۱: ولانصدق كاهنا ولاعرافا ولامن يدعى شيئا يخالف الكتاب والسنة وإجماع الامة .

ترجمہ: اور ہم کسی کاہن کی تصدیق نہیں کریں گے اور نہ نجومی کی اور نہ اس شخص کی جو کسی ایسی شے کا دعویٰ کرے جو کتاب اور سنت اور اجماع کے خلاف ہو۔

قوله لا نصدق كاهنا الخ: ''کاہن'' سے مراد وہ شخص ہے جو مستقبل میں ہونے والی چیزوں کے بارے میں خبر دے، اور امر غیب اور اسرار غیب جاننے کا دعویدار ہو، جیسے خبر دے کہ فلاں تاریخ کو بارش ہوگی، فلاں کی فلاں سے شادی ہوگی، فلاں تجارت میں نقصان ہوگا وغیرہ۔

''عراف'' جو بعض حالات اور طریقوں کے ذریعہ بعض مخفی باتوں کے جاننے کا دعویدار ہو، مثلاً چور کا پتہ بتلانا، یا گمشدہ چیز کا پتہ بتلانا، یا تعویذ وغیرہ ذریعہ یہ بتلانا کہ فلاں نے تم پر جادو کیا فلاں تمہارے دشمن ہیں وغیرہ۔ (ملخص مجمع البحار : ٤/ ٤٥٠)

''سحر'' اصطلاح قرآن میں ہر ایسے امر عجیب کو کہا جاتا ہے جس میں شیاطین کو خوش کر کے انکی مدد حاصل کی گئی ہو، پھر شیاطین کو راضی کرنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ کبھی ایسے

منتر اختیار کئے جاتے ہیں جن میں کفر، شرک کے کلمات ہوں اور شیاطین کی تعریف کی گئی ہو۔ یا کواکب ونجوم کی عبادت اختیار کی گئی ہو جس سے شیاطین خوش ہوتے ہیں بہر حال، کاہن، نجومی، جادوگر تینوں غیب کی خبر دیتے ہیں۔ جبکہ ہمارے عقیدہ کے موافق علم غیب صرف اللہ تعالی کی صفتِ خاصہ ہے، اس لئے ان تینوں سے اس قسم کی خبریں معلوم کرنا اور ان کی خبروں پر یقین کرنا کفر ہے ان کے پاس جانے سے اجتناب لازم ہے۔

قال رسول الله ﷺ : من اتىٰ عرافا فسأله عن شيء لم يقبل له صلاة أربعين ليلة . (رواه مسلم وأحمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جو نجومی کے پاس جائے اور اس سے امورِ غیب کے متعلق کوئی سوال کرے اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی۔

" وعن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال : من أتىٰ عرافا أو كاهنا فصدقه بما يقول، فقد كفر بما أنزل على محمد ."

(رواه أحمد)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی کاہن (نجومی) کے پاس جائے اور اس کی باتوں کی تصدیق کرے اس نے اس دین کا انکار کیا جو رسول اللہ ﷺ پر اتارا گیا ہے۔

وقال تعالىٰ : ﴿ وَلَـٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾

(سورة البقرة : ١٠٢)

ترجمہ: شیاطین نے کفر اختیار کیا۔ لوگوں کو جادو سکھانے لگے۔ میں تمہیں بتلاتا ہوں کہ کن لوگوں پر شیطان اترتے ہیں ہر بہتان باندھنے والے گناہ گار پر اترتے ہیں۔

مسئلہ: جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہ سحر کفر اعتقادی یا عملی سے خالی نہیں تو اس کا سیکھنا اور سکھانا بھی حرام ہوا۔ اس پر عمل کرنا بھی حرام ہوا البتہ اگر مسلمانوں سے دفع ضرر کیلئے بقدر ضرورت سیکھا جائے تو بعض فقہا نے اجازت دی ہے۔ (شامیہ، عالمگیریہ)

مسئلہ: تعویذ گنڈے وغیرہ جو عامل کرتے ہیں ان میں بھی اگر جنات اور شیاطین سے مدد طلب کی گئی ہو تو بحکم سحر ہیں اور حرام ہیں اور اگر الفاظ مشتبہ ہوں معنی معلوم نہ ہوں اور شیاطین اور بتوں سے مدد طلب کرنے کا احتمال ہو تو یہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ: قرآن وسنت کی اصطلاحی سحر بابل کے علاوہ باقی قسمیں سحر کی ان میں بھی اگر کفر وشرک کا ارتکاب کیا جائے تو وہ بھی حرام ہے۔

مسئلہ: اور اگر خالی جائز اور مباح امور سے کام لیا جاتا ہو تو اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس کو کسی ناجائز مقصد کیلئے استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ: اگر قرآن وحدیث کے کلمات ہی سے کام لیا جائے مگر ناجائز مقصد کیلئے استعمال کریں تو وہ بھی جائز نہیں مثلاً کسی کو ناحق ضرر پہنچانے کیلئے کوئی تعویذ کیا جائے یا وظیفہ پڑھا جائے اگرچہ وظیفہ اسماءِ الٰہیہ یا آیاتِ قرآنیہ ہی کا ہو وہ بھی حرام ہے۔

(فتاوىٰ قاضيخان، وشامية)

(نوٹ) یہ مسائل معارف القرآن (۱/۲۷۹) سے لئے گئے ہیں۔

فرقہ واریت کی مذمت

عقیدہ ۱۰۲ : ونرى الجماعة حقا وصوابا والفرقة زيغا وعذابا .

ترجمہ: ہم جماعت کو حق اور درست سمجھتے ہیں اور فرقہ بندی کو کج روی اور عذاب گردانتے ہیں، نیز ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جماعت صحابہ اور تابعین اور علماء حق کی جماعت کی اتباع کی جائے یہی جماعت حق ہے اور انہیں کی اتباع حق کی اتباع ہے اور ہم جماعت حقہ سے جدا ہونے اور الگ ہونے کو کجی اور عذاب سمجھتے ہیں مگر یہ کہ اختلاف فروعات میں بربناء اجتہاد ہو کیونکہ یہ اختلاف مذموم نہیں بلکہ محمود ہے اور اختلاف العلماء رحمۃ کا مصداق یہی اختلاف ہے۔

قوله تعالىٰ : ﴿ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا

جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾

(آل عمران : ۱۰۵)

ترجمہ: ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہوگئے، واضح احکام آنے کے بعد ایک دوسرے کے خلاف اختلاف کرنے لگے یہ وہ لوگ ہیں جن کو (قیامت کے دن) بڑا عذاب ہوگا۔

دین اسلام ہی عند اللہ مقبول ہے

عقیدہ ۱۰۳: ودین اللّٰہ عز وجل فی السماء والارض واحد وھو دین الاسلام قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ان الدین عند اللّٰہ الإسلام ﴾

(آل عمران : ۱۸۲)

ترجمہ: اور زمین وآسمان میں اللہ عز وجل کا دین ایک ہے اور وہ دین اسلام ہے اللہ نے فرمایا: ﴿ إن الدین عند اللّٰہ الاسلام ﴾ دین تو اللہ کے نزدیک فقط اسلام ہے نیز اللہ کا پسندیدہ دین اسلام ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے: ﴿ورضیت لکم الإسلام دینا ﴾ اور اللہ ہی آسمان کا خالق ہے اور وہی زمین کا خالق ہے اور وہی ان دونوں کا مالک اور ان دونوں کے اندر معبود ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ زمین وآسمان میں اس کا دین اسلام ہی ہے۔

تشریح: ہر نبی کے زمانہ میں ان کا لایا ہوا دین ہی دین اسلام اور عند اللہ مقبول تھا، جو بعد میں یکے بعد دیگرے منسوخ ہوتا چلا آیا، آخر میں خاتم الانبیاء کا دین دین اسلام کہلایا جو قیامت تک باقی رہے گا اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ اسلام کو تمہارے لئے دین بنا کر راضی ہوا یعنی وہ شریعت جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر تشریف لائے اب صرف وہی شریعت قابل قبول ہے اس کے علاوہ ادیان کو اگرچہ اپنے اپنے زمانہ میں اسلام کہا جاتا تھا، لیکن دین محمدی کے آنے کے بعد اب وہ تمام ادیان سابقہ منسوخ ہوگئے، اب نجات کا واحد راستہ دین محمدی کو قبول کرنا اور شریعت محمدیہ پر عمل پیرا ہونا ہے۔ اگر اس کے علاوہ کسی اور دین پر عمل کرتا رہا تو نہ عند اللہ مقبول ہے اور نہ اس کی نجات ہوگی۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ ﴾ (آل عمران : ۸۵)

ترجمہ: یعنی جو شخص اسلام کے علاوہ کوئی دین اختیار کرے گا اس سے وہ قبول نہ کیا جائے گا۔

دین اسلام معتدل دین ہے

عقیدہ ۱۰٤: وھو بین الغلو والتقصیر وبین التشبیہ، والتفطیل وبین الجبر والقدر وبین الامن والایاس.

ترجمہ: یہ دین افراط وتفریط، تشبیہ وتعطیل، جبر وقدر بے خوفی اور ناامیدی کے مابین ہے۔

تشریح: دین محمدی میں جس کو اسلام کہتے ہیں بالکل اعتدال ہے۔ نہ اس میں دین موسوی جیسا افراط ہے اور نہ دین عیسوی جیسی تفریط ہے اور اگر دیکھا جائے کہ فرق مختلفہ میں سے اصل دین پر کون ہے تو آپ دیکھیں گے کہ اصل دین وہ ہے جس میں اعتدال ہے جس میں نہ غلو سے کام لیا گیا اور نہ تقصیر سے نہ راہبانہ طرز اختیار کیا گیا ہو کہ محلات کو حرام کرلیں اور نہ بالکل یہ کہ چوپائیوں کی طرح بن جائیں کہ حلال حرام میں کچھ امتیاز نہ رہے اول غلو ہے اور ثانی تقصیر ہے اور بعض لوگوں نے اللہ کو اور اس کی صفات کو مخلوق کی ذات وصفات کے ساتھ تشبیہ دینا شروع کردیا جن کو مشبہ کہا جاتا ہے ہم اس مذہب کو بھی باطل سمجھتے ہیں اور دوسرے بعض فرقوں نے صفات باری کا انکار کردیا اسی وجہ سے اس فرقہ کو معطلہ کہتے ہیں بہرحال راہ اہل حق میں نہ تشبیہ ہے اور نہ صفات کا انکار ہے پھر جبریہ نے انسان کو مجبور محض مانا ہے اور قدریہ نے مطلق مانا ہے مگر دونوں قول باطل ہیں بلکہ قول حق یہ ہے کہ نہ بندہ مجبور محض ہے اور نہ قادر مطلق ہے بعض امور پر اس کو قدرت ہے اور بعض پر نہیں ہے کما ھو ظاہر نیز ہمارا مسلک یہ ہے کہ نہ تو انسان اللہ کے عذاب سے بالکل بے خوف ہو اور نہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو بلکہ رجا اور خوف کے بین بین ہو۔

قولہ تعالیٰ: ﴿ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى

اللّٰهِ إِلَّا الْحَقَّ ﴾ (النساء : ١٧)

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے آگے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا نہ کہو۔

وقوله تعالیٰ: ﴿ يٰأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ O وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلَالًا طَيِّبًا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ O ﴾

(المائدة : ٨٧، ٨٨)

ترجمہ: مؤمنو! جو پاکیزہ چیزیں اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو حرام نہ کرو، اور حد سے نہ بڑھو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ جو حلال پاکیزہ روزی اللہ نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے جس پر ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔

" وعن عائشة رضی اللّٰه عنها أن ناسا من أصحاب رسول اللّٰه ﷺ سألوا ازواج النبی ﷺ عن عمله فی السر قال بعضهم لاآكل اللحم وقال بعضهم لا اتزوج النساء وقال بعضهم لاانام علی فراش فبلغ ذلك النبی ﷺ: فقال ما بال اقوام يقول احدهم كذا وكذا لكنی اصوم وافطر، وانام واقوم وآكل اللحم، واتزوج النساء فمن رغب عن شیء فليس منی. "

(مسلم : ١٤٠١، أحمد : ٣/٢٤١)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ چند صحابہ نے ازواج مطہرات کے پاس آکر آپ کے معمولات زندگی کے بارے میں سوالات کئے اس کے بعد ایک صحابی نے قسم کھائی کہ میں شادی نہیں کرونگا دوسرے نے کہا کہ میں بستر پر نہیں سوؤں گا تیسرے نے کہا۔ کہ میں گوشت نہیں کھاؤنگا جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے ارشاد

فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہوگیا کہ اس طرح اس طرح کی قسم کھانے لگے ہیں۔ حالانکہ میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں۔ رات کو سوتا بھی ہوں اور شب بیداری بھی کرتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں، عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں (خبردار) جو کوئی میری سنت سے اعراض کرے گا اس کا تعلق مجھ سے نہیں۔ (مسلم)

اس حدیث میں آپ علیہ السلام نے اعتدال کی تعلیم دی ہے علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی اعتدال کا تذکرہ اس عقیدہ میں فرمایا ہے کہ ہمارا دین راہ اعتدال ہے۔

عقيدة ١٠٥: فهذا ديننا واعتقادنا ظاهرا وباطنا، ونحن براء الى اللّٰه من كل من خالف الذی ذكرناه وبيناه. ونسأل اللّٰه تعالیٰ أن يثبتنا على الإيمان، ويختم لنا به، ويعصمنا من الأهواء المختلفة، والآراء المتفرقة، والمذاهب الردية، مثل المشبهة، والمعتزلة، والجهمية، والجبرية، والقدرية، وغيرهم من الذين خالفوا السنة والجماعة، وحالفوا الضلالة، ونحن منهم براء، وهم عندنا ضلال وأردياء. وباللّٰه العصمة والتوفيق.

ترجمہ: یہ ہمارا دین ہے اور ظاہر و باطن میں یہی ہمارا عقیدہ ہے، ہم ہر اس انسان سے بری ہیں جس نے ان باتوں کی مخالفت کی جن کا ہم نے اس کتاب میں تذکرہ کیا۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایمان پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ فرمائے اور ہمیں مختلف خواہشات نفسانی، متفرق آراء، مشبہہ، معتزلہ، جہمیہ، قدریہ وغیرہ باطل مذاہب سے بچائے جنہوں نے سنت اور جماعت کی مخالفت کی اور گمراہی سے دوستی کی، ہم ان سے بیزار ہیں وہ ہمارے نزدیک گمراہ اور ہلاکت میں پڑنے والے ہیں۔

و باللّٰه العصمه والتوفيق

تشریح: یعنی ہر گمراہ فرقہ سے ہم بری ہیں اور ہمارا اعتقاد یہ ہے جو ہم نے ذکر کردیا اور

یہ اہل حق کا مسلک ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط ہے بلکہ راہ اعتدال ہے آگے کتاب کے اختتام پر علامہ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا خاتمہ ایمان پر فرما اور ہم کو دین اسلام پر استقامت نصیب فرما، ہمیں نفسانی خواہشات، مختلف خیالات، بے کار اور لغو مذاہب باطلہ سے ہماری حفاظت فرما، جیسے مشبہ، اور معتزلہ، اور جہمیہ اور جبریہ، قدریہ وغیرہ ہیں جو خلاف سنت عمل کرتے ہیں اور نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں یہ سب گمراہ فرقے ہیں رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ امت محمدیہ میں تہتر فرقے ہونگے وہ پیشن گوئی حق ثابت ہوئی، تہتر فرقے ہوگئے۔ مگر ان میں سے حق پر صرف اہل سنت والجماعت ہیں جنکے عقائد اس کتاب میں مذکور ہیں، جو ان عقائد کو قبول کرے وہی راہ حق پر ہوگا، جو ان کے عقائد کو قبول نہ کرے وہ گمراہ ہے، ہم گمراہ فرقوں سے بری ہیں، اور ان کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے توفیق کی درخواست ہے کیونکہ اس کی توفیق کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

وصلى الله اللّهم على سيدنا محمد وعلى اٰله وأصحابه أجمعين

وما توفيقي إلا بالله

بندہ **احسان اللہ شائق** عفا اللہ عنہ

خادم افتاء وتدریس جامعۃ الرشید

احسن آباد کراچی

۷/ محرم الحرام ۱۴۳۰ھ

نوٹ: ہم نے گناہ کبیرہ کی بحث میں وعدہ کیا تھا کہ کتاب کے آخر میں گناہ کبیرہ وصغیرہ کی فہرست دیں گے۔ حسب وعدہ گناہوں کی فہرست آخر میں لگائی گئی ہے لیکن صغیرہ اور کبیرہ میں فرق کے لکھنے کی بجائے ظاہری وباطنی گناہوں کو الگ الگ کرکے لکھ دیا گیا کیونکہ صغیرہ گناہ بھی اصرار سے کبیرہ بن جاتا ہے ہر گناہ سے اجتناب کرنا لازم ہے نادانی میں ہوجائے تو فوراً توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے۔ واللہ ولی التوفیق

اللہ تعالیٰ کا فرمان

﴿ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ ﴾ (الأنعام : ۱۲۰)

ترجمہ: "ظاہری گناہ بھی چھوڑو اور باطنی گناہ بھی"

ظاہری گناہ



اپنی تعریف کرنا
کسی مسلمان کا مذاق اڑانا
پاکدامن پر تہمت لگانا
غیبت کرنا
چغل خوری کرنا
گالی گلوچ کرنا
بے جا غصہ کرنا
اسلاف کو سب وشتم کرنا
دھوکہ کرنا
گناہ پر خوشی کا اظہار کرنا

۱۱ داڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا کتانا یا منڈانا
۱۲ شرعی پردہ نہ کرنا
۱۳ مردوں کا ٹخنے ڈھانکنا
۱۴ کسی کا عیب ظاہر کرنا
۱۵ مُردوں پر چلا چلا کر رونا
۱۶ کسی کے گھر بلا اجازت داخل ہونا
۱۷ بلا ضرورت کسی جاندار کی تصویر کھینچنا، رکھنا، دیکھنا
۱۸ مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی وضع اختیار کرنا
۱۹ ناحق قتل کرنا
۲۰ ماں باپ کو ستانا
۲۱ یتیموں کا مال کھانا
۲۲ لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ دینا
۲۳ یہ قسم اٹھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو
۲۴ مول چکا کر پھر زبردستی کم دینا
۲۵ نجومیوں کے پاس جانا، ان کی بات کی تصدیق کرنا
۲۶ پیشاب سے احتیاط نہ کرنا
۲۷ حائضہ عورت سے مجامعت کرنا
۲۸ بغیر رکاوٹ والی چھت پر سونا
۲۹ ایک عورت کے بال دوسری عورت کے بالوں سے ملانا
۳۰ دانتوں کو تیز اور باریک کرنا یا کروانا
۳۱ نمازی کے سامنے سے گزرنا

۳۲ نماز میں امام سے آگے بڑھنا
۳۳ بغیر عذر نماز جمعہ چھوڑنا
۳۴ مرد کا سونا استعمال کرنا
۳۵ عورتوں کا زیارت قبور کے لئے قبرستان جانا
۳۶ استطاعت کے باوجود صدقہ نہ دینا
۳۷ مسجد میں جماع کرنا اگرچہ غیر معتکف ہی ہو
۳۸ عورت کو اس کے شوہر کے خلاف برانگیختہ کرنا
۳۹ بیت اللہ کی بے حرمتی کرنا
۴۰ قربانی کی کھال فروخت کرنا، اور اس کی رقم خود استعمال کرنا
۴۱ کسی جاندار کو آگ میں زندہ جلانا
۴۲ بغیر ارادۂ خریداری کسی چیز کا نرخ زیادہ لگانا
۴۳ استطاعت کے باوجود قرض ادا نہ کرنا
۴۴ پڑوسی کو تکلیف دینا
۴۵ مزدور سے کام کروا کر اس کی مزدوری نہ دینا یا دیر سے دینا
۴۶ غلط وصیت کر کے کسی وارث کا حق مارنا
۴۷ کسی کو برے القاب سے پکارنا
۴۸ بیوی کے ساتھ دبر میں وطی کرنا
۴۹ زیادہ بیویوں کی صورت میں کسی ایک بیوی کو ترجیح دینا
۵۰ شوہر کا حق ادا نہ کرنا
۵۱ اپنے نسب یا والد سے برأت کرنا
۵۲ عدت پوری کرنے سے پہلے بغیر شرعی عذر کے گھر سے باہر نکلنا

۵۳ قطع رحمی کرنا

۵۴ خودکشی کرنا

۵۵ جادو کرنا، جادو کروانا، سیکھنا

۵۶ مظلوم کی مدد نہ کرنا

۵۷ کسی کے گھر اس کی اجازت کے بغیر دیکھنا یا جھانکنا

۵۸ سلام کا جواب نہ دینا

۵۹ گواہی چھپانا

۶۰ کبیرہ گناہ سے توبہ نہ کرنا

۶۱ قبروں پر بدعات کرنا مثلاً قبریں پختہ بنانا ان پر چادریں اور پھول ڈالنا، ان پر چراغاں کرنا، ان کو سجدہ کرنا

۶۲ عورت کا شوہر کی اجازت کے بغیر نفل حج وعمرہ کا احرام باندھنا اگر چہ وہ گھر سے نکلی نہ ہو

۶۳ کسی مسلمان کو کافر یا بے ایمان یا خدا کی مار، یا خدا کی پھٹکار، یا خدا کا دشمن کہنا

۶۴ حرام کھانا جیسے سود، یا اس میں تعاون کرنا یا اس کے استعمال میں حیلہ کرنا

۶۵ کسی میت پر افسوس کے اظہار میں گریبان پھاڑنا، بال نوچنا، واویلا کرنا

۶۶ طفیلی بن کر دوسرے کے کھانے میں بغیر اس کی خوشی واجازت کے شریک ہونا

۶۷ گانا باجا سننا

۶۸ فرائض میں کوتاہی کرنا مثلاً نماز، زکوٰۃ

۶۹ قرآن مجید میں تاویل وتحریف کرنا

۷۰ جھوٹ بولنا

۷۱ چوری کرنا

۷۲ ٹی وی دیکھنا

۷۳ سونے چاندی کے برتن استعمال کرنا

۷۴ شراب پینا، اس کی خرید وفروخت کرنا

۷۵ بدنظری کرنا

۷۶ زنا کرنا

۷۷ لونڈے بازی کرنا

۷۸ رشوت لینا

۷۹ جوا کھیلنا

۸۰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ سن کر درود نہ پڑھنا

۸۱ ناپ تول میں کمی کرنا

۸۲ خوشی غمی کے وقت رسم ورواج میں خرچ کرنا

۸۳ مداہنت یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہ کرنا

۸۴ ظلم کرنا

۸۵ وعدہ خلافی کرنا

۸۶ امانت میں خیانت کرنا

۸۷ جھوٹی قسم کھانا

۸۸ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی قسم اٹھانا

۸۹ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنا

۹۰ اشیاء خورونوش کی گرانی سے خوش ہونا

۹۱ غیر محرم کے پاس تنہائی میں بیٹھنا

۹۲ بلاضرورت ستر کھول کر (کسی کے سامنے) ننگا ہونا

۹۳ نماز کو وقت سے پہلے یا قضاء کر کے پڑھنا

۹۴ نماز کے کسی واجب کو جان بوجھ کر چھوڑنا

۹۵ گودے کا نشان کسی کو لگانا یا دوسروں سے لگوانا

۹۶ ابروؤں کے بال اکھاڑنا

۹۷ نماز میں صفیں سیدھی نہ کرنا

۹۸ محرم کے بغیر عورت کا اکیلے سفر کرنا

۹۹ مرد کا خالص ریشم پہننا

۱۰۰ عورت کا باریک لباس پہننا

۱۰۱ زکوٰۃ نہ دینا

۱۰۲ رمضان کا روزہ بغیر عذر کے چھوڑنا یا توڑنا

۱۰۳ قدرت کے باوجود حج نہ کرنا یا تاخیر کرنا

۱۰۴ حرم مکہ میں گناہ کرنا

۱۰۵ قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا

۱۰۶ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا

۱۰۷ کافروں کو ہتھیار فروخت کرنا

۱۰۸ سودے پر سودا کرنا

۱۰۹ قرض واپس نہ کرنے کی نیت سے لینا

۱۱۰ کسی کے مال پر جبراً وظلماً قبضہ کرنا

۱۱۱ بالوں کو خضاب لگا کر کالا کرنا

۱۱۲ بے ریش لڑکے کو شہوت سے دیکھنا، چھونا یا خلوت کرنا

۱۱۳ خاوند کا بیوی کے اور بیوی کا خاوند کے راز فاش کرنا

۱۱۴ اہل مدینہ کو ڈرانا

۱۱۵ بیوی کا حق ادا نہ کرنا

۱۱۶ مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنا

۱۱۷ شوہر کی نافرمانی کرنا

۱۱۸ عدت پوری کرنے میں خیانت کرنا

۱۱۹ خاوند کی وفات پر غم میں سوگ نہ منانا

۱۲۰ جانوروں کو لڑانا

۱۲۱ کسی مسلمان کو ڈرانا

۱۲۲ بدفالی لینا

۱۲۳ ڈاکہ ڈالنا

۱۲۴ جہاد بالکل چھوڑ دینا

۱۲۵ جھوٹی گواہی دینا

۱۲۶ فساق کے ساتھ مجالس کرنا

۱۲۷ کسی صحابی کو گالی دینا

۱۲۸ گم شدہ چیز کی تشہیر کے بغیر اس میں تصرف کرنا، اس کا مالک بننا، گم شدہ چیز کے مالک کا علم ہونے کے باوجود اس سے چھپانا

۱۲۹ نسب یا رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے حرمت ثابت ہو پھر اس کے ساتھ نکاح کرنا اگرچہ وطی نہ کرے۔

۱۳۰ ایسی جگہ پیغام نکاح دینا جہاں پہلے کسی نے پیغام دیا ہو اور جانبین اس پر راضی ہوں یا جانبین میں سے کسی نے انکار نہ کیا ہو

۱۳۱ لوگوں کے عام استعمال یا کھانے کی جگہ میں پیشاب یا پاخانہ کرنا

۱۳۲ مدینہ منورہ میں کوئی گناہ کرنا وہاں کسی گناہ کرنے والے کو جگہ دینا

باطنی گناہ

۱ شرک وکفر کرنا
۲ ریاکاری کرنا
۳ حسد کرنا
۴ کسی سے بغض رکھنا
۵ اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہونا
۶ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا
۷ سچی گواہی چھپانا
۸ عبادت وتقویٰ پر ناز کرنا
۹ بزدلی اختیار کرنا
۱۰ خلاف شریعت کام پسند کرنا
۱۱ مقدر پر ناراض ہونا
۱۲ امراء کو دیکھنا اور ان کی تعظیم مال کی وجہ سے کرنا
۱۳ علم چھپانا
۱۴ اللہ تعالیٰ کے فیصلہ پر راضی نہ ہونا
۱۵ دین کے تقاضوں کو پس پشت ڈال کر عصبیت وقومیت اختیار کرنا
۱۶ خواہشات کی پیروی کرنا اور حق کو ٹھکرانا
۱۷ نیکی کرکے اس پر تعریف چاہنا
۱۸ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ کرکے گناہوں میں مشغول رہنا
۱۹ علم پر عمل نہ کرنا
۲۰ دین میں برا طریقہ (رسوم وبدعات) ایجاد کرنا

۲۱ گناہگاروں سے محبت اور نیک لوگوں سے بغض وعداوت رکھنا، ان کو تکلیف دینا
۲۲ ایسی بات کرنا جس سے فساد اور نقصان پھیلتا ہو
۲۳ کسی کے بڑا گناہ کرنے پر راضی ہونا اور کسی بھی گناہ میں تعاون کرنا
۲۴ بدگمانی کرنا
۲۵ عجب میں مبتلا ہونا
۲۶ دنیائے مردار کے لئے علم دین حاصل کرنا
۲۷ حب مال اور حب جاہ کا مریض ہونا
۲۸ نفاق اختیار کرنا
۲۹ غیر اللہ سے طمع رکھنا
۳۰ قرآن یاد کرکے بالکل بھلا دینا
۳۱ تکبر کرنا
۳۲ تکبراً لوگوں سے دور رہنا اور ان کو حقیر سمجھنا
۳۳ غربت کا ڈر رکھنا
۳۴ فضول اور لایعنی کاموں میں گھسنا
۳۵ غریبوں کے ساتھ ان کی غربت کی وجہ سے مذاق کرنا
۳۶ ذاتی نفع کے لئے کسی کو گناہ میں دیکھ کر خاموش رہنا
۳۷ احسان فراموشی کرنا
۳۸ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بے وقعت سمجھنا
۳۹ گناہ پر خوش ہونا
۴۰ آخرت کو بھولنا
۴۱ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف ہونا

 علماء کی توہین کرنا

 سنت کو بالکل چھوڑ دینا

 اپنے عیوب کی اصلاح کی بجائے دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہونا

 کفار وفساق کی عادات ورسوم پسند کرنا

 لالچ حرص وہوس، مال ودولت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا اور اس پر فخر کرنا

 دل میں کینہ رکھنا

☆☆☆

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے

جو بشر بھی دنیا میں آتا ہے یوں کہتی ہے قضاء
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

☆☆☆

شرح العقيدة الطحاوية

تالیف

ابن ابی العز رحمہ اللہ

پر ایک تحقیقی نظر

سجاد بن الحجابی
خادم الحدیث الشریف بمدینة مردان

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

نبی کریم ﷺ کی بعثت ایسے معاشرے میں ہوئی جس میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا، عرب کا بیشتر طبقہ بت پرست تھا۔ وہ خود پتھروں اور دوسری اشیاء سے بت بناتے اور انکی عبادت کرنے لگتے، حجاز اور اس کے اردگرد عیسائی اور یہودی بھی کافی تعداد میں آباد تھے یہودی اور عیسائی اپنے ادیان کے صحیح تعلیمات سے منحرف ہو گئے تھے اور اللہ تعالی کے متعلق عجیب عجیب اعتقادات رکھتے یہودیوں کی بہت سے باطل عقائد میں سے ایک باطل عقیدہ یہ بھی تھا کہ اللہ رب العزت (نعوذ باللہ) آسمان میں ہیں اور بیت المقدس میں صخرہ پر اترتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔(۱)

یہودی اللہ تعالی کیلئے جسم ثابت کرتے تھے۔ حضرت محمد عربی ﷺ نے ایسے معاشرے میں دن رات ایمان واسلام کی محنت فرمائی اور اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے ایسی مشقتیں جھلیں جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کی محنت سے اللہ تعالی نے ایسے مثالی افراد تیار کیے جنکی نظیر قیامت تک ملنی محال ہے یہانتک کہ اللہ تعالی نے قرآن کریم میں ان سے اپنی رضامندی کا اعلان بار بار فرمایا اور ان کو معیار ایمان قرار دیا۔

نبی کریم ﷺ کے انتقال کے بعد ہر صحابی نے نبی علیہ السلام کی دعوت کو آگے بڑھایا اور صحابہ کرام کی عہد زریں میں جب فتوحات ہونے لگیں تو اسلام مخالف قوتوں کو یہ قطعاً گوارہ نہیں تھا چنانچہ وہ اسلام کے خلاف نظریاتی محاذ آرائی پر اتر آئے لیکن صحابہ کرام نے ان فتنوں کا بہت ڈٹ کر قلع قمع فرمایا جب تابعین اور تبع تابعین کا دور آیا تو کئی قسم کے فتنے مختلف اطراف سے سر اٹھانے لگے، مسلمانوں کی عقائد میں رخنہ ڈالنے کیلئے کہیں تو خوارج نے بگاڑ شروع کیا اور کہیں روافض اور معتزلہ، جبریہ وقدریہ نے مسلمانوں کی عقائد کو بگاڑنا چاہا۔

خراسان میں جہم بن صفوان معطلہ اور جہمیہ اور مقاتل بن سلیمان مجسمہ وحشویہ کا علمبردار تھا اسی دور میں علماء حق اور سلف صالحین نے ان کے باطل عقائد پر رد فرمایا اور عقائد حق کے تحفظ کیلئے کتابیں ورسائل لکھے انہی رسائل میں سے مختصر اور بہت ہی نافع رسالہ امام ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ (مولود: ۲۲۹ھ، متوفی: ۳۲۱ھ) نے تصنیف فرمایا جو ہمارے علمی

---

(۱)مقدمة الإمام الكوثري على " تبيين كذب المفتري "للامام ابن عساكر صفحه: 8 ،دار الكتاب العربي بيروت.

حلقوں میں عقائد طحاویہ کے نام سے معروف ہے یہ رسالہ صفحات کے حوالے سے تو مختصر ہے لیکن فوائد کے اعتبار سے ایک خزانہ ہے گویا امام طحاوی کا یہ رسالہ "بقامت کہتر، بقیمت بہتر" کا مصداق ہے، محدثِ عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ بھی اسے بہت پسند فرماتے تھے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنے استاذ امام کشمیری رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں (۲)

''ہمارے شیخ محدث امام العصر انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ''عقائد طحاویہ'' کو حنفیہ کی تمام عقائد پر ترجیح دیتے یہانتک کہ ''الفقه الأكبر'' پر بھی فوقیت دیتے یہی وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء نے اس رسالے کو منظور نظر رکھا اور متنوع جہات سے اسی کی خدمت کی، اجلہ محققین علماء نے اسکی شروحات لکھیں ان میں سے آجکل متداول شرح ابن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ کی قابل ذکر ہے، پاکستان بلکہ دنیائے عرب کے بیشتر مطابع نے اسے چھاپا ہے راقم ان سطور میں شرح العقيدة الطحاوية اور اس کے مؤلف کے متعلق کچھ عرض کریگا۔

اس کا باعث یہ بنا کہ ہر مجلس میں اس شرح کے متعلق حمد وثنا کے کلمات سامنے آئیں عقائد اہل السنۃ کا ترجمان ٹھہرانے لگا اور یہ بات تو اتر تک پہنچ گئی کہ اس شرح میں جو عقائد درج ہیں وہ تمام مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد ہیں۔

شومئی قسمت سے یہ باتیں بظاہر تو بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن واقع سے کوئی جوڑ نہیں رکھتیں وجہ ظاہر ہے کہ اس شرح میں بہت سے ایسے عقائد ہیں جو جماہیر اہل السنۃ (الأشاعرة والماتريدية) کے مسلّمہ اور اجماعی عقائد کے مخالف ہیں۔

دوسری طرف اس کے مؤلف ابن ابی العز رحمہ اللہ کی جلالت اپنی جگہ لیکن ان کے ایسے اعتقادی اور فروعی تفردات ہیں جو جمہور سے یکسر مخالف ہیں یہانتک کہ ان کے معاصرین علماء نے ان پر کھڑی تنقیدیں کی ہیں۔

---

(۲) ملاحظہ ہو: شیخ محمود الطرازی الفرغانی کی ''النظم الحاوي لعقيدة الطحاوي'' کا مقدمہ جو حضرت بنوری کے قلم سے ہے یہ منظوم رسالہ دار التحقیق بنوری ٹاؤن کے کتب خانے میں راقم کی نظر سے گزرا ہے۔

چند فروعی تفردات:

ابن ابی العزرحمہ اللہ کی ولادت 731 ہجری کو اور وفات 792 ہجری کو ہوئی ان کی چند اعتقادی تفردات تو ہم بعد میں مختصراً عرض کرینگے پہلے ان کی فروع میں بعض ان خیالات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جو مذاہب اربعہ متبوعہ سے یکسر مخالف ہیں ابن ابی العزالحنفی رحمہ اللہ کی جملہ تصانیف وتالیفات (جن کی تعداد بمشکل پانچ تک ہے) آپ اٹھا کر دیکھیں تو ہماری بات آپ خود محسوس کرینگے۔

ان کی کتاب "التنبیه علی مشکلات الهدایة" جو دراصل ہدایہ کے مضامین پر تفصیلی رد ہے حنفی محقق علماء نے انکا باقاعدہ تفصیلی جواب دیا ہے، حافظ قاسم بن قطلوبغا جو محدث فقیہ اور اپنے دور کے مایہ ناز محقق اور متکلم، حافظ ابن حجر العسقلانی اور امام ابن الہمام کے شاگرد ہیں انہوں نے ابن ابی العز کی کتاب کا مستقل جواب لکھا جس میں ان کے ردود کے جوابات دیئے جو" أجوبة عن اعتراضات ابن أبي العز "کے نام سے معروف ہے(۳) خود امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں بعض قابلِ اعتناء اعتراضات کے جوابات ذکر فرمائے ہیں (۴)

ابن ابی العزرحمہ اللہ کا نظریہ تقلید بھی مذاہب اربعہ متبوعہ سے کئی مواضع پر متصادم ہے ملا معین سندھی نے جب دراسات اللبیب (صفحہ:149۔150) پر ابن ابی العز کے نظریہ تقلید سے اپنے لئے غیر مقلدیت کے اثبات پر استدلال کیا تو علمائے حق نے اس پر مدلل تنقید کی چنانچہ محدث کبیر عبداللطیف سندھی نے ذب ذبابات الدراسات (431/1) میں ابن ابی العزاور معین سندھی کا مدلل جواب دیا اہل علم حضرات اسکا ضرور مطالعہ فرمائیں (۵)

---

(۳) دیکھیے ڈاکٹر عبدالستار ابوغدہ کے قلم سے مقدمہ تحریر الأقوال لابن قطلوبغا ،صفحہ:11 اور مقدمہ التصحیح والترجیح لابن قطلوبغا ،صفحہ:59 جو شیخ ضیاء یونس کے قلم سے ہے اول الذکر کتاب دار البشائر اور دوسری دار الکتب العلمیة بیروت سے چھپی ہے۔

(۴) ملاحظہ ہو:فتح القدیر 18/1 ,17 اور 14/4 اور 293/4 ،دار الفکر بیروت۔

(۵) ملا معین سندھی (متوفی 1161 ہجری) نے دراسات اللبیب لکھا ہے ملا معین سندھی بعض متضاد نظریوں کا حامل تھا بلکہ تقریباً شیعہ تھا، اسی دور کے ایک عالم بے بدل محدث فقیہ ملا عبداللطیف سندھی (متوفی 1189 ہجری، علامہ ہاشم ٹھٹوی سندھی کے فرزند ارجمند ہیں) نے معین سندھی کی کتاب پر بہترین تنقید متین لکھی اور معین سندھی کی کتاب کا مکمل جواب دیا جو دو ضخیم جلدوں میں محدّث عصر علامہ عبدالرشید نعمانی کے تحقیق سے سن 1959ء کو شائع ہوئی۔ کتاب کا نام "ذب ذبابات الدراسات عن المذاهب الأربعة المتناسبات " ہے مولانا نعمانی نے "دراسات اللبیب "کو بھی تحشیہ اور تحقیق کے ساتھ سندھ ادبی بورڈ سے 1957ء کو طبع کرایا۔

علامہ عبد اللطیف سندھی ابن ابی العز کی عبارت کا جواب دینے کے بعد فرماتے ہیں:

" على أن إفراط ابن أبي العز في مخالفة المذاهب من الأمور المعلومة عند علماء الفرق الأربعة فلا يلتفت إلى قوله هذا"(٦)

ترجمہ: اس کے علاوہ بھی ابن ابی العز کا مذاہب اربعہ کے خلاف تجاوز اور زیادتی امور معلومہ میں سے ہیں جو مذاہب اربعہ کے علماء پر مخفی نہیں لہذا ابن ابی العز کے اس قول کی طرف قطعاً التفات نہیں کیا جائیگا۔

قارئین اس عبارت کو انصاف سے پڑھیں اور پھر بتائیں کہ کیا ابن ابی العز کو جمہور اہل السنۃ کے عقائد (خاص کر حنفیہ) کا امام اور پیشوا بنانا درست ہے۔

آگے علامہ عبد اللطیف سندھی مزید لکھتے ہیں: "ومن العجب أنه قد يتكلم ابن أبي العز في حاشيته على الهداية في بعض المواضع فيقول الصواب أو الحق الذي يجب اتباعه هو الذى سمحت به، دون ماذكره غيري"(٧)

ترجمہ: اور قابل تعجب امر یہ ہے کہ حاشیہ ہدایہ کے بعض مواضع میں ابن ابی العز نے لکھا ہے: کہ صحیح اور حق صرف وہی ہے جسکو میں نے تحریر کیا اور میرے بغیر جنہوں نے بھی ذکر کیا وہ حق نہیں ہے۔

دیکھئے ابن ابی العز رحمہ اللہ اپنی رائے پر کسطرح مصر ہیں اور دوسری طرف ائمہ اربعہ کی تقلید کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

اعتقادی تفردات:

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ان کے احوال میں لکھتے ہیں کہ جب ابن ابی العز نے عصمۃ الانبیاء کا مسئلہ چھیڑا تو دیار مصر کے علماء خاص کر حنفیہ علماء نے ان پر رد کیا (٨)

(٦) دیکھیں: ذب ذبابات الدراسات: 432/1.

(٧) دیکھیں: ذب ذبابات الدراسات: 432/1.

(٨) إنباء الغمر في أنباء العمر للحافظ ابن حجر: 96/2، طبع دار الكتب العلمية، ١٤٠٦ھ.

حافظ ابن حجر نے ایک صفحہ آگے لکھا ہے کہ حنابلہ میں علامہ زین الدین ابن رجب اور علامہ تقی الدین ابن مفلح اور ان کے بھائی نے ابن أبي العز پر تنقید کی ہے (۹)

امام ملا علی قاری رحمہ اللہ کا ابن ابی العز رحمہ اللہ پر تنقید متین:

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے تو شرح الفقہ الأکبر میں متعدد جگہوں پر ابن أبي العز پر تنقید کی ہے چنانچہ ملا علی قاری ایک جگہ پر لکھتے ہیں: "الحاصل أنّ الشارح (ابن أبي العز) يقول بعلو المكان مع نفي التشبيه وتبع فيه طائفة من أهل البدعة" (۱۰)

ترجمہ: خلاصہ یہ ہے کہ ابن أبي العز شارح العقیدۃ الطحاویہ، اللہ تعالی کے نفی تشبیہ کیساتھ علو مکان کا قائل ہے (جو مجسمہ مشبہ کا عقیدہ ہے) اور ابن أبي العز نے اس قول میں اہل بدعت کے ایک گروہ کا اتباع کیا ہے"

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی عبارت کو پڑھیں کہ کتنے سخت الفاظ میں ابن أبي العز پر رد فرمایا ہے یہاں تک تصریح فرمادی کہ انھوں نے اس عقیدے کو اہل بدعت سے لیا ہے ملا علی قاری رحمہ اللہ کی اہل بدعت سے یہاں حشویہ اور مشبہ اور مجسمہ مراد ہے۔

ایک دوسری جگہ ملا علی قاری ابن أبي العز کی صنیع پر تعجب کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ومن الغريب أنه استدل على مذهبه الباطل برفع الأيدي في الدعاء إلى السماء (۱۱)

ترجمہ: "اور نہایت عجیب بات ہے کہ ابن أبي العز نے اپنے باطل عقیدے کے اثبات میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ ہم آسمان کی طرف بوقت دعا ہاتھ اٹھاتے ہیں"

ملا علی قاری کی یہ عبارت کلیدی حیثیت رکھتی ہے انہوں نے صاف صاف فرمایا ہے کہ ابن أبي العز کا یہ عقیدہ بالکل باطل ہے کہ اللہ تعالی اوپر آسمان میں ہیں (نعوذ باللہ) اہل السنہ والجماعۃ کا مسلمہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کے لئے فوقیتِ معنوی اور علوِ معنوی ثابت ہے اور اسی پر اجماع ہے، تمام علماء اور متکلمین اسلام کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں جبکہ شارح عقیدہ طحاویہ اللہ تعالی کیلئے فوقیت حسی کے اثبات پر تلے ہوئے ہیں، یہ بات بھی یاد رہے کہ اس عقیدے کا اثبات معمولی قضیہ نہیں بلکہ علو مکانی کا عقیدہ فرقہ حشویہ کا عقیدہ ہے۔

---

(۹) إنباء الغمر في أنباء العمر للحافظ ابن حجر: 97/2

(۱۰) دیکھیں "منح الروض الأزهر شرح الفقه الأكبر لملا علي القاري: صفحه: 334 بتحقيق الشيخ وهبي سليمان غاوجي ناشر دار البشائر الإسلامية بيروت (۱۱) حوالہ بالا صفحہ: 335

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں علوِ حسی کا رد اور علوِ معنوی کا اثبات کرتے ہوئے لکھا ہے: لأن وصفه بالعلو من جهة المعنى والمستحيل كون ذلك من جهة الحس"(۱۲)

ترجمہ: "کہ اللہ تعالیٰ علوِ معنوی کیساتھ موصوف ہیں اور علوِ حسی ان کیلئے محال ہیں"

ان عبارتوں سے یہی واضح ہو رہا ہے کہ ابن أبی العز کے عقائد درست نہیں ہیں، ملا علی قاری نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ کئی متعدد جگہوں پر ابن أبی العز کے غلط اعتقاد کو واضح کیا ہے چنانچہ صفحہ ۲۵۰ پر لکھتے ہیں "ولقد أخطأ شارح عقيدة الطحاوي في هذه المسألة حيث قال: فهل يعقل رؤية بلا مقابلة وفيه دليل على علوه على خلقه انتهى، كأنه قائل بالجهة العلوية لربه، ومذهب أهل السنة والجماعة أنه سبحانه لايرى في جهة"(۱۳)

ترجمہ: "کہ شارح الطحاوی (ابن أبی العز) نے یہاں بہت بڑی غلطی کی ہے جو یہ کہا ہے کہ کیا رویت باری تعالیٰ بغیر مقابلہ کے تصور کی جاسکتی ہے؟ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق پر علوِ مکانی کی دلیل ہے (علی قاری فرماتے ہیں) گویا شارح اللہ تعالیٰ کیلئے جہت علویہ حسیہ کا قائل ہے (جو حشویہ اور مبتدعہ کا مذہب ہے) حالانکہ اہل السنۃ والجماعۃ کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت بلا جہت ہوگی" کیونکہ جہت جسم و مکان کے لوازم میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ جسم اور اس کے لوازم سے پاک ہیں۔

غور کیجئے کتنی سخت تنقید فرمائی ہے ظاہر ہے ابن أبی العز نے اللہ تعالیٰ کا قیاس مخلوق پر کیا اسی وجہ سے تو کہا کہ رویت بلا مقابلہ ناممکن ہے درحقیقت رویت بلا مقابلہ کے ناممکن ہونے کا قاعدہ مخلوق کے ساتھ خاص ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے کاش! ابن أبی العز رحمہ اللہ کے سامنے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہوتا: ﴿ليس كمثله شئ وهو السميع البصير﴾ (سورة الشورى: ۱۱) تو یہ بات قطعاً تحریر نہ کرتے۔

شرح فقہ اکبر کے ان حوالوں سے الگ بھی علی قاری نے ابن أبی العز کے اعتقادات پر رد و تحریر کیے ہیں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ ابن أبی العز کی شرح قطعاً قابل التفات نہیں۔

شرح العقیدۃ الطحاویہ کے چند عبارتوں کا ناقدانہ تجزیہ:

اہل السنۃ کے مسلم امام ملا علی قاری کے محققانہ تجزیہ کو آپ نے ملاحظہ کیا اگر آپ اس تجزیے سے صرف نظر کرتے ہوئے خود شرح عقیدۃ طحاویہ پڑھیں تو آپ کو وہاں اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد سے یکسر مخالف عقائد ملینگے۔

(۱۲) فتح الباری: 136/6

(۱۳) منح الروض الأزهر: 250

یہ تمام مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ذات ہے اور حدوث سے پاک ہے جو ذات قدیم ہو اس کی طرف قدیم ہی کی نسبت ہوگی اور صفات قدیمہ ہی سے متصف ہوگا یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمان اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہی مانتے ہیں اور حوادث کی نسبت سے اللہ تعالیٰ کو پاک اور منزہ سمجھتے ہیں بلکہ "صفتِ کلام اللہ" کے قدیم ہونے پر امام احمد رحمہ اللہ کے زمانے میں معتزلہ سے باقاعدہ مناظروں کے بازار گرم رہے ہیں۔

لیکن صد افسوس کے ساتھ لکھنا پڑ رہا ہے کہ ابن أبی العز نے شرح الطحاویہ میں جابجا حوادث کی نسبت اللہ تعالیٰ کیطرف کی ہے شرح العقیدۃ الطحاویہ کے صفحہ 177 پر ابن أبی العز لکھتے ہیں: "فاذاقالوا لنا :فهذا يلزم أن تكون الحوادث قامت به قلنا: هذا القول مجمل، ومن أنكر قيام الحوادث بهذا المعنى به تعالىٰ من الأئمة؟ ونصوص القرآن والسنة تتضمن ذلك و نصوص الائمة أيضاً مع صريح العقل "(١٤)

ترجمہ: "جب وہ ہمیں کہتے ہیں کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام حوادث لازم آ رہا ہے تو ہم جواب دیں گے کہ یہ قول مجمل ہے اور ائمہ سے کسی نے اس معنی میں قیام حوادث کا انکار کیا ہے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام حوادث کے اثبات کو قرآن وسنت اور نصوص ائمہ مع صریح عقل متضمن اور شامل ہے"

ابن أبی العز رحمہ اللہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: " ولما كان تسلسل الحوادث فى المستقبل لايمنع ان يكون الرب سبحانه هو الآخر الذى (١٥) بعده شئى ،فكذا تسلسل الحوادث فى الماضى لايمنع ان يكون سبحانه تعالىٰ هو الأول الذى ليس قبله شئى "(١٦)

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مستقبل میں تسلسل حوادث کا قیام اس سے منع نہیں کر رہا کہ اللہ تعالیٰ آخر ہے جسکے بعد کوئی شی نہیں ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ ماضی میں تسلسل حوادث کا قیام، اللہ تعالیٰ کے اول۔ جس سے پہلے کوئی شی نہیں ہے۔ ہونے کیلئے مانع نہیں۔

قارئین ہی بتائیں: کہ کیا اللہ تعالیٰ کے قدیم ذات کیساتھ حوادث کا قیام ہوسکتا ہے۔ پھر اہل السنہ والجماعۃ اور کرامیہ ومجسمہ اور اہل بدعت کے درمیان کونسا عقیدہ فارق ہوگا؟ اور ابن أبی العز کی یہی باتیں "قدم عالم بالنوع " کے باطل عقیدے کی اساس ہے جس پر تمام علماء اسلام نے رد کیا اور فلاسفہ ہی سے اسلامی فرقوں میں یہ عقیدہ سرایت کر گیا۔ عجیب امر یہ ہے کہ کہ ابن أبی العز مسلسل اس کوشش میں ہے کہ قدم عالم بالنوع کو ثابت کر دیا جائے اس مقصد کیلئے انہوں نے

(١٤) شرح العقيدة الطحاوية لابن ابى العز :177 ،قدیمی کتب خانہ کراچی

(١٥) مناسب عبارت یہ ہے: الأخر الذى ليس بعدهٗ شىء ،ہم نے ترجمہ اسی کے موافق کیا ہے۔

(١٦) شرح العقيدة الطحاوية لابن أبى العز :129

صفحہ 132 سے صفحہ 136 تک پوری ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے حالانکہ قدم عالم بالنوع ہو یا بالا فراد دونوں قسمیں بالا جماع حادث ہیں ابن حزم رحمہ اللہ نے حدوث عالم کے اجماع پر "مراتب الاجماع" میں تصریح کی ہے (۱۷)
ابن أبي العز کے باطل عقائد میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام حروف واصوات سے مرکب ہے۔ اور یہ بات ہر ذی شعور کو معلوم ہے کہ حروف واصوات حادث کی صفات ہیں چنانچہ جو کلام حروف واصوات سے مرکب ہو جائے وہ حادث ہی کی صفت ہے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں: "الدليل على ثبوت كلام الله اجماع الأمة و تواتر النقل عن الأنبياء عليهم السلام بأن أوحى اليهم بيان الأحكام إلا أنّ كلامه ليس من جنس الحروف والأصوات" (۱۸)
ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام جنس حروف واصوات سے (مرکب) نہیں کیونکہ یہ حادث کی صفات ہیں۔ (۱۹) لیکن ابن أبي العز کیا فرما رہے ہیں ملاحظہ کیجئے: "وتاسعها: أنه تعالىٰ لم يزل متكلما اذا شاء و متى شاء وكيف شاء، وهو يتكلم بصوت يسمع" ... اور کچھ آگے کہتے ہیں: وهذا المأثور عن أئمة الحديث والسنة (۲۰)

ابن أبي العز صاف کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام صوت سے موصوف ہے جو سنا جا رہا ہے یہ بات معلوم ہے کہ جو کلام صوت سے مرکب ہو تا ہے وہ حروف ہی سے مرکب ہوتا ہے اسی وجہ سے علامہ زبیدی نے "اتحاف السادة المتقين بشرح احياء علوم الدين" میں ابن أبي العز پر کڑی تنقید فرمائی (۲۱)

ابن أبي العز رحمہ اللہ کی ایک عادت یہ ہے کہ انہوں نے اپنی شرح میں جا بجا ماتن رحمہ اللہ سے اختلاف کیا ہے اور امام طحاوی پر رد کیا ہے۔ مثال کے طور پر امام طحاوی عقیدہ طحاویہ کے ابتداء میں فرماتے ہیں۔" واحد لاشريك له ولا شيء مثله، ولا شي يعجزه ولا اله غيره قديم بلا ابتداء"

---

(۱۷) دیکھئے: مراتب الاجماع لابن حزم: 167، دار الکتب العلمیہ، (۱۸) منح الروض الأزهر: صفحہ: 71، اسی طرح تصریح امام رازی نے اپنی متعدد تصانیف میں کی ہے، دیکھئے معالم أصول الدين على هامش المحصل للرازي: 56، طبع حسینیہ مصریہ اور المسائل الخمسون للرازی: 54 طبع المكتب الثقافي قاہرہ، اور الأربعين في أصول الدين: 173...184 طبع حیدر آباد دکن (۱۹) بعینہ اسی طرح عبارت امام اکمل الدین بابرتی نے شرح العقيدة الطحاويه: 63 پر لکھی ہے، طبع وزارة الأوقاف کویت، (۲۰) شرح العقيدة الطحاوية لابن أبی العز: 169 (۲۱) دیکھئے: اتحاف السادة المتقين بشرح احیاء علوم الدين: 232/2، طبع دار الکتب العلمیہ 1409ھ نیز دیکھئے مقدمة التنبيه على مشكلات الهداية: ۱۰۱ جو عبد الحکیم بن محمد شاکر کے قلم سے ہے۔

ابن أبي العز نے امام طحاوی کے لفظ "قدیم" پر رد کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ لفظ قرآن و سنت سے ثابت نہیں حالانکہ اللہ تعالی کیلئے لفظ قدیم کے اطلاق پر علماء کا اجماع ہوا ہے اور اجماع ادلہ شرعیہ میں سے ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح الفقہ الاکبر میں اور ابن فورک نے "مقالات الأشعري" میں تصریح کی ہے (۲۲)

ایک دوسری جگہ امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "وتعالىٰ الله عن الحدود والغايات والأركان والأعضاء ولاتحويه الجهات الست كسائر المبتدعات" (۲۳)

دیکھئے امام طحاوی فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ حدود (جمع حد) ثابت ہیں اور نہ چھ جہات میں سے کوئی جہت (بشمول جہت فوق حسی) اور یہی اہل سنت السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے لیکن ابن أبي العز، مصنف کا اسمیں سخت مخالف ہے اور اللہ تعالی کیلئے جہت فوق کے اثبات میں کئی کئی صفحات لکھے ہیں (۲۴)

اسی طرح ابن أبي العز، اللہ تعالی کیلئے حد کا اثبات کر رہے ہیں جبکہ امام طحاوی نے صریح الفاظ میں کہا ہے "تعالى عن الحدود" اسکے علاوہ بھی شارح نے مصنف امام طحاوی رحمہ اللہ کیساتھ کئی جگہوں پر اختلاف کیا ہے۔

ابن أبي العز رحمہ اللہ بسا اوقات اپنی شرح میں موضوعات اور من گھڑت اشیاء سے استدلال کرتے ہیں انہوں نے شرح کی صفحہ 141 اور صفحہ 172 پر امام عبدالعزیز الکنانی اور بشر المریسی المعتزلی کے مناظرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ مناظرہ ابن أبي العز نے "كتاب الحيدة" سے نقل کیا ہے۔ جو جھوٹی اور منگھڑت مضامین پر مشتمل کتاب ہے۔ امام عبدالعزیز الکنانی کیطرف اس کتاب کی نسبت ہی غلط ہے۔ چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں دو جگہوں پر اس کی تصریح کی ہے اور فرمایا ہے: کہ کتاب الحیدۃ کی سند میں محمد بن حسن بن أزہر الدعا واضع الحدیث اور جھوٹا راوی ہے۔

ہمارے شیخ محدث بلاد عرب محمد عوامہ حفظ اللہ تقریب التہذیب کے حاشے پر راقم ہیں: عبدالعزيز الكناني صاحب "كتاب الحيدة" قال الذهبي في ترجمة عبدالعزيز هذا من "الميزان": 639/2: لم يصح إسناد كتاب الحيدة إليه، فكأنه وضع عليه، ثم قال: 517/3: في ترجمة محمد بن حسن بن ازهر الدعا: اتهمه الخطيب بأنه يضع الحديث قلت۔ القائل هو الذهبي۔ هو الذى انفرد برواية كتاب

---

(۲۲) منح الروض الأزهر لعلى القارى: 72، مع تعليق وهبي غاوجي.

(۲۳) العقيدة الطحاويه: 218، ضمن شرح العقيدة لابن أبى العز.

(۲۴) شرح العقيدة الطحاويه: 221 اور 222 وغیرہ۔

الحيدة...... يغلب على ظني أنه هو الذي وضع كتاب الحيدة، فإني لأستبعد وقوعها جداً" (٢٥)

ایک اہم امر:

ایک اہم امر جسکی طرف تنبیہ ضروری ہے۔ کہ اس شرح اور شارح کو عرب وعجم کے غیر مقلدین حضرات نے ہی شہرت بخشی۔ پہلی مرتبہ مخطوطے سے ایک غیر مقلد عالم شیخ احمد شاکر۔ رحمہ اللہ۔ نے شائع کیا۔

اس امر کی بیّن دلیل یہ ہے۔ کہ جب علامہ کوثری رحمہ اللہ کے دور میں یہ پہلی مرتبہ چھپی تو انہوں نے شروح عقیدہ طحاویہ کے ضمن میں ابن أبي العز کی شرح کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

" وطبع شرح لمجهول ينسب الى المذهب الحنفي زوراً ينادي صنع يده بانه جاهل بهذا الفن وانه حشوي، مختل العيار (٢٦)

ترجمہ: اور ایک مجہول آدمی کی شرح چھپی ہے جسکی نسبت مذہب حنفی کی طرف جھوٹی ہے اور اسکے ہاتھ کی کاوش بذات خود یہ اعلان کررہی ہے کہ مؤلف اس فن سے جاہل، نابلد اور حشوی ہے جسکی کسوٹی بگڑی ہوئی ہے۔

یہ تھا ابن أبي العز رحمہ اللہ پر امام کوثری کا تبصرہ، واضح رہے کوثری کا مجہول سے تعبیر کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ اسماء الرجال کی کتابوں میں ان کا تذکرہ نہیں بلکہ مطلب یہ ہیکہ عقائد میں وہ مسلم ومعروف اکابر میں سے نہیں۔

اور اس کے بعد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے اسکی احادیث کی تخریج کی، غیر مقلد زہیر شاویش اور دوسرے لوگوں نے مل کر اسکی تحقیق کی اور اپنے مکتبے "المكتب الاسلامي "بیروت سے اسے چھاپا۔

البانی نے 62 صفحات پر مشتمل ایک مقدمہ بھی لکھا جس میں کیا گل کھلائے ہیں اس کا اندازہ آپ آسانی سے کر سکتے ہیں چنانچہ پورا مقدمہ ائمہ حنفیہ پر رد ہے عالم عرب کے مسلم محدث شیخ عبدالفتاح ابوغدۃ اور ان کے استاذ مجدد توحید نائب شیخ الاسلام خلافت عثمانیہ، علامہ زاہد بن حسن الکوثری پر گالیوں اور لعن طعن کی بوچھاڑ سے وہ مقدمہ بھرا پڑا ہے یہاں تک کہ امام محمد بن حسن الشیبانی کو ضعیف اور سیئی الحفظ قرار دیا ہے (٢٧)

الغرض! یہی سے ابن أبي العز اور ان کی شرح کو چار چاند لگ گئے بلکہ تعجب خیز امر یہ ہے کہ غیر مقلدین حنفیوں کی اس کتاب کو (ان کے زعم میں) لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر مفت تقسیم کرتے ہیں۔

---

(٢٥) ملاحظہ ہو تقریب التهذيب للحافظ ابن حجر بتحقيق الشيخ محمد عوامه، صفحہ: 359 "طبع دار الرشيد "سوریا حلب، نیز دیکھئے تحریر تقریب التهذيب: 374/2، للشيخ شعيب الأرنؤوط والدكتور بشار عواد معروف، طبع مؤسسة الرسالة، نیز امام تاج الدین سبکی نے بھی طبقات الشافعية: 145/2 پر کتاب الحیدۃ کی تغلیط کی ہے۔

(٢٦) دیکھئے: "الحاوي في سيرة الإمام أبي جعفر الطحاوي" کا حاشیہ 226، ضمن الرسائل الأخرى: دار الكتب العلمية 2004، (٢٧) مقدمة شرح العقيدة الطحاويه لابن أبي العز صفحہ: 44، قدیمی کتب خانہ

حضرات غیر مقلدین اور البانی کو ہماری عقائد کی کتابوں میں صرف یہی کتاب نظر آئی جسکی خدمت کر کے اسکو مشہور کرائی! حالانکہ عقیدۃ طحاویہ کی ہمارے متعدد علماء حنفیہ نے محقق شروح لکھے ہیں (جس کا ہم مختصر ذکر ابھی کرینگے) ان تمام مجموعہ میں سے کسی شرح کی بھی کماحقہ خدمت نہیں کی اور نہ ہی شہرت دی ہے آخر کیا وجہ ہے؟

وجہ ظاہر ہے کہ ابن أبي العز نے اپنے شرح میں غیر مقلدین ہی کے عقائد کو بیان کیا ہے اور متعدد مواضع میں جمہور أہل السنۃ کی مخالفت کی۔

قارئین کرام! آپ ان معروضات کی بنظر غائر اور بنظر انصاف پڑھے اور پھر اپنے دل سے پوچھیں کہ کیا یہ فیصلہ درست ہے کہ یہ شرح پڑھی پڑھائی جائے بلکہ عقیدہ طحاویہ کی تمام شروح اور عقائد حنفیہ کی تمام کتب پر اسکو فوقیت دی جائے؟ کیا ایسی متنازع فیہ شرح جماہیر أہل السنۃ والجماعۃ کا متفقہ ترجمان ہوسکتی ہے؟

اگر ایسا نہیں تو اس شرح کی طباعت کو فوراً روک دیا جائے اور علمی حلقے اس کے متعلق سنجیدگی سے سوچیں۔

خاتمہ! یہ چند گزارشات جو اوپر تحریر کی گئی شرح العقیدۃ الطحاویہ کی جستہ جستہ عبارات کے متعلق تھی جو اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف تأثر دے رہی ہے اگر کوئی علم کلام کا شہوار اس شرح کو باریک بینی سے پڑھے تو اس کے رد میں ضخیم جلدیں تیار ہوسکتے ہیں امید ہے اہل علم حضرات کیلئے یہ قلیل صفحات کافی ہونگے مقالے کے اختتام سے قبل عقیدۃ طحاویہ کی چند مفید شروحات کے ذکر کو احقر ناگزیر سمجھتا ہے۔

۱۔ **شرح العقيدة الطحاوية:**

یہ امام اکمل الدین بابرتی کی شرح ہے جنکی ولادت 712ھ اور وفات 786ھ میں ہوئی گویا ابن أبي العز کے معاصر ہیں ہماری نظر میں بابرتی کی یہ شرح ابن أبي العز کی شرح سے بوجوہ بہتر ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ امام بابرتی محدث اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ماہر متکلم بھی ہے۔ جسکی شہادت، انکی (8) وہ تصانیف دے رہی ہے جن کو صرف علم الکلام اور عقائد میں تحریر فرمائے ہیں دوسری طرف ابن أبي العز اپنی شرح میں صرف ناقل اور فن عقائد سے نابلد نظر آرہے ہیں یہ شرح 1989ء میں وزارۃ الأوقاف کویت نے چھاپی جس پر عارف آیتکن نے تحقیق کی ہے۔

امام بابرتی کی اس شرح سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیئے البتہ تحقیق اور مراجعت کرنے والے نے بعض جگہوں پر گڑبڑ کی ہے جس پر کھڑی نظر رکھنی ضروری ہے۔

۲۔ **شرح العقيدة الطحاوية:**

قاضی اسماعیل بن ابراہیم الشیبانی کی مختصر شرح ہے ان کی وفات 629ھ کو ہوئی۔ ابن أبي العز سے تقریباً ایک قرن پہلے گزرے ہیں ان کی شرح مختصر ہونے کے باوجود اچھے نکات پر مشتمل ہے۔ دار الکتب العلمیۃ سے 2005ء میں چھپی ہے۔

۳۔ **شرح العقيدة االطحاوية:**

علامہ فقیہ محقق عبدالغنی الغنیمی المیدانی کی تصنیف ہے اس شرح میں بھی کئی علمی نکات ہیں شارح نے علماء اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمہ عقائد بیان فرمائے ہیں علامہ میدانی دمشق کے بڑے فقیہ اور محقق گزرے ہیں اور علامہ ابن عابدین شامی کے مشہور

شاگردوں میں ان کا شمار ہوتا ہے ان کی مختصر القدوری کی شرح "اللباب فی شرح الکتاب" اہل علم سے داد حاصل کرچکی ہے۔
ان کی شرح عقیدہ طحاویہ پر محمد مطیع الحافظ اور ریاض المالح نے تحقیق کی ہے۔ جوزم زم پبلشر کراچی سے چھپی ہے۔

۴۔ **نور اليقين فى اصول الدين فى شرح عقائد الطحاوى:**

تالیف حسن کافی الأقحصاری البوسنوی (المولود :951ھ المتوفی:1024ھ)
شیخ حسن کافی دسویں اور گیارہویں صدی کے محقق عالم گزرے ہیں شارح نے تمام عقائد کو اہل السنہ کے طریقے پر بیان فرمایا ہے البتہ اس شرح پر "زہدی عاد بوسنوی" نامی محقق نے کام کیا ہے لیکن تمام شرح کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے تمام اقوال ابن أبي العز رحمہ اللہ کی شرح سے لیتا ہے۔
یہ شرح مکتبۃ العبیکان، ریاض سے 1997ء میں چھپی ہے۔

۵۔ **النور اللامع والبرهان الساطع:**

تالیف نجم الدین منکوبرس بن یلقلج عبداللہ الترکی (المتوفی 652ھ) یہ شرح ابھی تک مخطوط ہے۔

۶۔ **القلائد فى شرح العقائد:**

تالیف محمود بن أحمد القونوی (المتوفی 771ھ) یہ شرح بھی ابھی تک مخطوط ہے۔
یہ چند مفید شروحات ہم نے ذکر کیے اس کے علاوہ علماء نے اور بھی بہت ساری شروحات تصنیف کی ہے جن میں اکثر مخطوط ہیں عقائد طحاویہ کی ایسی مفید شروحات کو پس پشت ڈالنا اور ابن أبي العز ہی کی شرح کو شہرت دینا دوراندیشی نہیں ہے اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور احقر کی ان چند سطور کو اپنی رضا کیلئے قبول فرمائے۔

وكتبهٗ:

سجاد بن الحجابي

خادم الحديث الشريف بمدينة مردان

6 ذی القعدة 1428ھ ، قبيل صلاة العشاء

اسلام کے شعبوں میں عقائد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے انہی پر مدار نجات ہے۔ اعمال و اخلاق میں اگرچہ وسعت کی راہیں بھی کھلی ہیں لیکن عقائد کے باب میں درست وصحیح بات ایک ہی ہوتی ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ دونوں طرف کے متوازی عقائد کو درست تسلیم کرلیا جائے، عقائد کا اختلاف اصولی اختلاف ہے۔ دورِ صحابہؓ کے بعد یہود ونصارٰی، منافقین اور دیگر اقوام نے باطل خیالات و فاسد اوہام کا لبادہ اوڑھ کر اسلامی عقائد میں رخنہ ڈالنے کی انتھک کوشش کی اللہ تعالیٰ نے حفاظت اسلام کا بندوبست علماء حق متکلمین سے کیا جنہوں نے قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں باطل خیالات واوہام فاسدہ کی تردید کی اور اسلامی عقائد کو منقح کر کے امت کے سامنے پیش کیا۔ انہی جلیل القدر علماء میں علامہ طحاویؒ بھی ہیں آپ نے ''العقیدۃ الطحاویہ'' میں اہلِ سنت والجماعت کے عقائد کو جمع فرمایا آج پوری دنیا کی درسگاہوں میں یہ کتاب داخلِ نصاب ہے۔

زیرِ نظر کتاب العقیدۃ الطحاویہ کی اردو زبان میں عام فہم ومختصر شرح ہے جس میں سلیس ترجمہ، حلِ لغات اور عبارت کی وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث و فقہی عبارات کے ذریعہ ہر عقیدہ کو مدلل کیا گیا ہے۔ طلباء، اساتذہ وخطباء کے لیے بہترین رہنما۔

اللہ تعالیٰ عقائد کی درستگی میں کتاب ہٰذا کو ہمارے لیے معین ومددگار بنائے۔ امین

E-mail: ishaat@pk.netsolir.com
ishaat@cyber.net.pk

